جملہ حقوق محفوظ

کامل بک ڈپو لاہور کا سلسلۂ مطبوعات نمبر ۴۷

ترکانِ احرار

(باتصویر)

طبع ہشتم

جس میں

حضرت مولینا سید سلیمان صاحب ندوی

کا

حقایق آموز اور بصیرت افروز مقدمہ بھی شامل ہے

مؤلفہ

حکیم عبدالمجید صاحب عتیقی

قیمت عہ مجلد عیر

حیدرآباد بک ڈپو، حیدرآباد دکن

ترکانِ احرار

نہ صرف ترکوں کی داستانِ حرّیت ہے بلکہ اس میں
جرأت، ایثار، صداقت، عزمِ بلند، حبِ وطن کے غیر فانی
واقعات کا سبق آموز ذخیرہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ مسلمانانِ ہند کے
لئے بیشمار عبرتوں اور بصیرتوں کا مرقع ہے۔

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد

ترکی کے اُن غیور و سرفروش مُجاہدینؒ کے نام

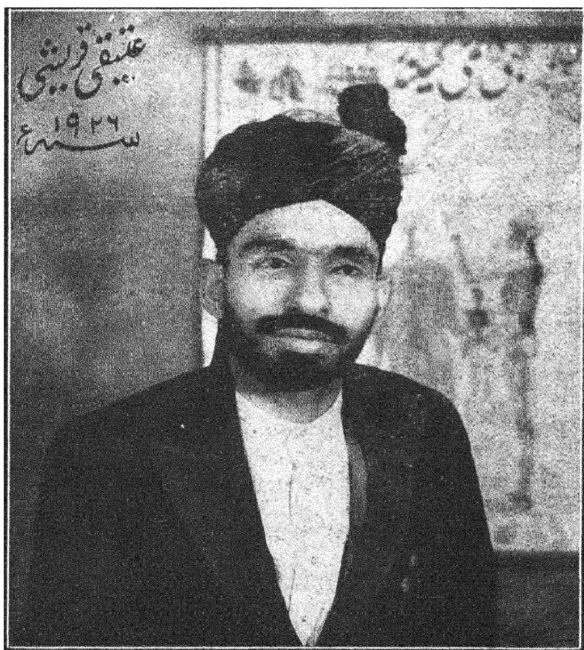
جن کی خون آشام تلواروں کی جھنکار نے ترکوں کی خوابیدہ عظمتوں کو بیدار اور عالم اسلام کو اتحاد، ترقی اور وحدت کے مقدس جذبوں سے سرشار کر دیا۔

عتیقی

فہرست ترکانِ احرار طبع ہشتم

فہرست تصاویر ترکانِ احرار طبع ہشتم





(مؤلف) ترکان احرار۔ شہیدان دستور۔ عروج ترکی۔ خالدہ ادیب خانم۔ صدیق اکبرؓ۔ برطانیہ اور ہندوستان۔ فیضی شاعر
(طبی) اسرار الاطبا جلد سوم۔ جڑی بوٹی کامل۔ معلومات شنگرف۔ تجربات زیرنسخ۔ کیفیات دار چکنا۔ آک کے کرشمے۔ رنڈ کے اعجاز۔ علاج الاطفال۔ کیف نشاط

تصویر متعلقہ صفحہ

گذارشِ اولین

کتاب ترکانِ احرار کا آٹھواں ایڈیشن حاضرِ خدمت ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوں۔ اور اربابِ ذوق کا ممنون کہ اس کتاب کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی۔ شاید اردو تصانیف میں یہ پہلی مثال ہے کہ چند برس میں اتنی مرتبہ کسی کتاب کی اشاعت کی ضرورت محسوس ہوئی ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی وجہ اول وہ عشق اور لازوال محبت ہے۔ جو مسلمانوں کو ترکانِ احرار اور ان کے زندہ جاوید کارناموں سے ہے اور دوسرے خود اہلِ ہند کا جذبۂ حبِ وطن ہے جو ان کو تاریخ ایثار و قربانی کی اسی شاہراہ کی طرف لے جا رہا ہے جس پر چل کر ترکانِ احرار نے آزادی و حریت کی جنت میں قدم رکھا۔

میں نے اس کتاب کے نسخے فخری پاشا خالدہ ادیب خانم رؤف پاشا کی خدمت میں بھی ان کی سیاحتِ ہند کے دوران میں پیش کئے۔ اور میں ممنون ہوں کہ فراخ حوصلگی سے قبول کر لئے گئے۔ اور جو سن کر مسرت و امتنان کا اظہار کیا گیا۔ مجھے اطمینان ہے کہ میری یہ ناچیز کوشش ہر حلقے میں مقبول ہوئی ہے یہاں تک کہ فخری پاشا کے ذریعہ جب کتاب ترکی میں پہنچی۔ تو ترکی اکابر نے قدر دانی کا اظہار فرمایا۔ میں نے ابتدا ہی سے اس امر کا التزام کیا ہے کہ ہر ایڈیشن کے لئے ملک کے کسی مقتدر اہلِ قلم بزرگ کو مقدمہ لکھنے کی تکلیف دیتا ہوں۔ موجودہ ایڈیشن کے لئے علامہ سید سلیمان ندوی مدظلہ نے نوازش فرمائی ہے اور ایک بلیغ اور معلومات افزا مقالہ عنایت فرمایا ہے۔ جس کا مطالعہ بذاتِ خود نہایت مفید اور قابلِ قدر ہے

ترکانِ احرار کے تازہ ایڈیشن میں معتدبہ اضافہ کیا گیا ہے۔ نہ صرف اشخاص و افراد کے لحاظ سے بلکہ واقعات و حوادث کے اعتبار سے بھی۔ مدحت پاشا اور سعید حلیم پاشا کے حالات سابقہ اشاعت میں نہیں تھے۔ ان نامور ترکوں نے ترکی کے احیاء و ترقی میں جو حصہ لیا ہے۔ اس کے تذکرے کے بغیر ترکی کی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی۔ مدحت پاشا تو ان عالی دماغ اور عالی مرتبہ لوگوں میں ہیں جنہیں ترکی کی تاریخ انقلاب کا موسس کہنا چاہیئے۔ انہوں نے جس خوبی و تدبر کے ساتھ دستوری جدوجہد کی۔ اور جس خاموشی و استقلال کے ساتھ طائف کے قید خانے میں جان دی وہ عظمتِ انسانی کی تاریخ میں بہت بلند مقام رکھتی ہے

موجودہ حالات میں چونکہ ترکی کہیں سے کہیں جا پہنچی ہے اس نے داخلی سیاست کی تعمیر میں عدیم النظیر ترقی

کی ہے اس نے بین الاقوامی معاملات کی بہت سی گتھیاں سلجھائی ہیں اس نے اسلامی سیاست میں محیر العقول حصہ لے کر اسے دنیا کی قابل اعتناء طاقتوں میں شامل کر دیا ہے اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ ترکان احرار میں ان کی بہادری اور جرأت کے فسانوں کے ساتھ ان کے تدبر اور بے نظیر سیاسی فراست کے ان حقایق کو بھی مندرج کر دیا جائے اور بتایا جائے کہ ان جانباز سپاہیوں کے سینوں میں ہوشمند اور بصیرت افروز قلب بھی مضمر ہے جس کی وجہ سے آج ترکی تہذیب و ثقافت کے لحاظ سے دنیا کے اہم ترین مرکزوں میں شمار ہوتا ہے۔

آبنائے باسفورس کے ممنوعہ دروازے سے ایک فرانسیسی جہاز نے گزرنا چاہا۔ اس کو ترکی محافظ نے گولی مار کر کے اسے غرق کر دیا۔ ترکی کی گذشتہ تاریخ کے اعتبار سے یہ ایسی گستاخی تھی کہ یہی دنیا اس پر کبھی سکوت میں کر سکتی تھی لیکن فرانس نے اس واقعے کی ذلت آمیزی کو چپکے سے اپنی پتلون کی جیب میں ڈال لیا اور جہاز کے کپتان کی غلط فہمی کو تسلیم کر کے معاملہ رفع دفع کر دیا پھر ترکوں نے درہ دانیال کی قلعہ بندی کی اطالیہ اور دوسری یورپی حکومتوں نے احتجاج کیا لیکن ترکوں نے بزور شمشیر اپنے حق کو تسلیم کرا لیا۔ یہ واقعات ترکوں کی زندگی، قوت استحکام کی ناقابل انکار شہادتیں ہیں۔ آج ترکی یورپ کی قوی ترین طاقتوں میں شمار کیا جاتا ہے

تمہیدی عرض داشت کو ختم کرنے سے پہلے میں اصل مقصود کو بھی ظاہر کر دینا چاہتا ہوں جو مجھے اشاعت کتاب کی تحریک و رغبت دلا رہی ہے میرے سینے میں آزادی وطن کی بے پناہ آگ کے بھسم کر دینے والے شعلے موجزن ہیں وہ ترکان احرار ہی کی داستان ایثار کی چنگاریوں کے مرہون منت ہیں اب میں چاہتا ہوں کہ اس آگ کو اپنے غافل و مدہوش ہموطنوں کے دلوں کی سرد انگیٹھیوں میں بھی بھڑکا دوں اگر اس داستان آزادی و سرفروشی سے کسی ہموطن کے دل میں بھی حب وطن اور جذبہ آزادی کی شمع روشن ہو جائے تو میں سمجھونگا کہ میری حیات بیکار کی نمود کا مقصد پورا ہو گیا میں ترکوں کی داستان مصائب پڑھتا ہوں کہ کس طرح چند سال ہی میں وہ آزاد و خود مختار ہو گئے اور پھر اپنے وطن کے فرزندان اسلام کو دیکھتا ہوں کہ وہ اکثریت اور اقلیت کے غیر اہم مسائل میں اپنی تمام صلاحیتوں کو ضائع کر رہے ہیں تو میں شرم و ندامت سے زمین میں گڑھ جاتا ہوں، اللہ اکبر! جس قوم کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ وہ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے اس کو کمزور و ناتواں انسانوں سے ڈرایا جا رہا ہے میں جانتا ہوں کہ یہ سب اسباب امارت و اقتدار کی فسوں سازی ہے جو غلامی کے قیام و دوام کی آخری دلیل کو قوی کرنے کے لئے قلت و کثرت کا فسانہ سنانے لگتے ہیں اور چاہتا ہوں کہ اپنے ہموطنوں کو ایک نہایت قلیل التعداد قوم کے فسانہ شجاعت و جوانمردی کی یقین انگیز ایمان افروز و حوصلہ افزا داستان حیات سنا کر ان کے دلوں کو گرماؤں، ان الفاظ کے ساتھ میں ناظرین کرام سے کتاب کے مطالعہ کی درخواست کرتا ہوں۔

علی نقی

مقدمہ

(از قلم معارف رقم علامہ سید سلیمان ندوی مدظلہ العالی)

الحمد للہ الذی اماتنا، ثم احیانا، ثم الیہ النشور،

طبعیات اور سائنس وغیرہ تجربی علوم کی طرح تاریخ بھی درحقیقت ایک تجربی سائنس ہے اس سائنس کا موضوع افراد اور اشخاص نہیں۔ بلکہ جماعتیں اور قومیں ہیں۔ جو لوگ تاریخ کو بادشاہوں کے قصہ کی حیثیت سے پڑھتے اور سنتے ہیں۔ ان کی مثال وہی ہے۔ جو طبعیات کی کسی کتاب کو کہانی کی حیثیت سے صرف دل بہلاؤ اور دلچسپی کی غرض سے پڑھیں۔

قرآن پاک اس آسمان کے نیچے پہلی کتاب ہے۔ جس نے قوموں کے حالات اور سوانح کو سنت اللہ کی حیثیت سے پیش کر کے ان کو واقعات کا غیر متبدل نتیجہ بتایا۔ اور فرمایا۔

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (احزاب)

اللہ کا دستور پڑا ہوا ان لوگوں میں جو پہلے ہو چکے۔ اور تو اللہ کے دستور کو بدلتے نہ پائے گا۔

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ، فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا، وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا، اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (فاطر)

اور بدی کا داؤ پیچ خود داؤ پیچ کرنے والوں پر الٹ جاتا ہے۔ تو کیا اب یہ لوگ پہلی قوموں کی (تباہی و بربادی) کے دستور ہی کی راہ دیکھتے ہیں۔ تو تم اللہ کے دستور کو ہرگز بدلتے نہ پاؤ گے۔ اور نہ اللہ کے دستور کو ٹلتے پاؤ گے۔ کیا یہ لوگ روئے زمین میں چلے پھرے نہیں۔ کہ دیکھتے کہ ان سے پہلے کی قوموں کا انجام کیا ہوا۔

ان آیتوں میں کسی قوم کے عروج و زوال، ترقی و تنزل، فلاح و ہلاکت اور بننے اور بگڑنے کے قانون کو سنت ربانی اور دستور الٰہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جو کبھی بدلتا اور ٹلتا نہیں۔ جس قوم کو جو ترقی اور سعادت نصیب ہوتی ہے۔ وہ اس سے بے سبب نہیں چھنتی۔ اور جو چھن جاتی ہے۔ تو بے وجہ ملتی بھی نہیں۔ دنیا اور آخرت خدا کی دونوں سلطنتوں میں یہی قانون جاری ہے۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰي قَوْمٍ حَتّٰي يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (انفال)

یہ (انجام) اس کے سبب سے ہوا جو ان کے ہاتھوں نے پہلے کیا۔ اور بے شک اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ جیسے فرعون والوں کا۔ اور جو ان سے پہلے گذرے۔ ان کا طریق عمل ہوا۔ انہوں نے اللہ کی باتوں کو نہ مانا تو اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب سے ان کو پکڑ لیا۔ بے شبہ اللہ زور آور اور سخت عذاب دینے والا ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ کسی قوم کو جو نعمت دیتا ہے۔ اس کو بدلتا نہیں۔ جب تک وہ اپنے اندر کی باتوں کو نہ بدل دیں اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

یہ ہے اللہ تعالیٰ کا وہ اصول جس کو وہ ہر قوم کے ساتھ ہمیشہ برتتا رہا ہے۔ اور ہمیشہ برتتا رہے گا۔ یہاں جو کچھ ہے وہ ہمارے ہی کردار اور کیفیتوں کا بدلہ اور عکس ہے۔ ترقی اور فلاح ہے تو بھی اسی اصول پر اور تباہی و عذاب ہے تو اسی اصول پر۔ ہماری اندرونی نفسی کیفیتیں جن کو خدا نے مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ (جو تمہارے دلوں اور جانوں کے اندر ہے) فرمایا ہے۔ وہی ہماری زندگی کے ہر شعبہ پر حکومت کرتی ہیں کیفیتیں درست ہوں تو ترقی اور سعادت کی ہر راہ کھلی ہے۔ اور اگر وہ اعتدال سے باہر ہوں تو تباہی و بربادی اور عذابِ شدید کی مصیبت ٹل نہیں سکتی۔ اس لئے جو کچھ ہے۔ وہ ہماری اندرونی کیفیتوں کی تبدیلی کا نتیجہ ہے۔ اسی اصول کو اللہ تعالیٰ پھر ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْۗءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ (رعد ۲)

اللہ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا۔ جب تک وہ اپنے اندر کی کیفیت کو نہ بدلیں اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کرنا چاہے تو وہ پھر نہیں سکتی۔ اور کوئی نہیں اس اللہ کے سوا ان کا مددگار!

اللہ تعالیٰ کسی قوم کی برائی کا سامان اس وقت تک نہیں کرتا۔ جب تک اس قوم کے افراد اپنی برائی کے آپ درپے نہ ہو جائیں اور حق کی راہوں کے دیکھنے سے ان کی آنکھیں اور ان پر چلنے سے ان کے پاؤں انکار نہ کر بیٹھیں۔ اس وقت اللہ کا عذاب ہر شکل و صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ

پھر اس کا پھیرنے والا خدا کے سوا آسمان و زمین میں کوئی نہیں۔

یہ برائی قوموں میں کس طرح راہ پاتی ہے۔ مال و دولت کی کثرت خدا کو بھلا دیتی ہے عیش و عشرت کے دروازے کھول دیتی ہے دنیا کی زندگی کی محبت بڑھا دیتی ہے۔ شخصی فائدہ کا خیال جماعت کے فائدہ کے خیال پر غالب آجاتا ہے عیش کی لذتوں میں فرائض کا احساس جاتا رہتا ہے عمل کی زندگی سست پڑجاتی ہے۔ اخلاق کا خمیر بگڑ جاتا ہے۔ اور اس کے کم ہمت افراد اپنے شخصی فائدوں کے لیے جماعت کے ساتھ غداری کرتے ہیں۔ اور ان سب کا نتیجہ قوم کی بربادی اور اسی کے ساتھ خود ان کی بربادی ہوتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۝ (بنی اسرائیل)	اور جب ہم نے چاہا کہ کسی آبادی کو ہلاک کریں تو اس کے عیش کرنے والے دولتمندوں کو کہا تو انہوں نے اس میں رہ کر فسق و فجور کیا۔ تو میرا قول (عذاب کا قانون) پورا ہو گیا۔ تو ہم نے اس کو اکھاڑ پھینکا۔

دیکھا! اللہ تعالےٰ کا یہ قانون کیسا اٹل اور کیسا غیر متبدل ہے۔ اور وہ کس طرح قوموں پر نافذ ہوتا ہے! اور دولت و ثروت کے ناروا حصول اور غلط استعمال سے کیسے قوموں کی بربادی کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں۔ اور پوری قوم کو حکم الٰہی وہ کس طرح تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

یہ قوموں کی ترقی و تنزل اور سعادت و ہلاکت کے وہ اصول ہیں جن کی صحت پر دنیا کی ہر قوم کی تاریخ گواہ ہے۔

قوموں کی ترقی کے بنیادی اصول یہ ہیں:۔

۱۔ کسی متفقہ غرض و غایت اور مقصد پر پوری قوم کا اتفاق اور ناقابل تغیر یقین۔

۲۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ہر دولت قربان اور ہر تکلیف گوارا کرنا۔

۳۔ ہر شخصی مقصد کو اس جماعتی مقصد کی خاطر بھلا دینا۔

۴۔ اس مقصد کے حصول کے لئے جماعت کے سارے پراگندہ اور متفرق افراد کسی ایک نظام میں منظم ہو کر اپنی انفرادی و شخصی زندگی کو بھلا کر جماعتی زندگی پیدا کریں۔

۵۔ افراد کا اپنے شخصی اختلافات کو دور کر کے نصب العین اور طریق عمل کی وحدت کے لئے کسی ایک نظام ریاست کے ماتحت ہو کر پوری وفاداری کے ساتھ چلنا۔

یہ جماعت کی ترقی کے لئے وہ اٹل اصول ہیں جن کے ہوتے نہ ترقی سے کوئی قوم رک سکتی

ہے۔ اور ان کے نہ ہوتے ہوئے کوئی قوم ترقی کی راہ میں ایک قدم چل سکتی ہے۔ یہ اللہ کی وہ سنت ہے۔ جس کو اس نے قوموں اور جماعتوں کی ترقی کے لئے مقرر فرمایا ہے۔

نبوت کے عہد سے لے کر عثمانی سلاطین کے زمانہ تک مسلمانوں کی تاریخ کا ہر ورق ان اصول کی سچائی پر شاہد ہے۔ بنو امیہ ہوں۔ کہ بنو عباس دیالمہ ہوں کہ سلاجقہ، غزنوی ہوں کہ غوری ترکان عثمانی ہوں کہ قبائل ایرانی۔ بغداد کا ماتم ہو کہ سسلی کا نوحہ کہ دلی کا، ہر جگہ اور ہر موقع پر یہ ثابت ہوگا۔ کہ قرآن نے قوموں کے عروج و زوال کے جو اصول بتا دیئے ہیں۔ ان میں بال برابر کبھی فرق کبھی نہیں ہوا۔

اسلام دو چیزیں ساتھ لے کر آیا تھا۔ ایک دینیاتی علم و عمل جس میں شخصی نجات کا راز پوشیدہ ہے اور دوسرا ایک مکمل معاشرتی و سیاسی و اقتصادی و اخلاقی زندگی کا پورا نظام جو ملت کی نجات کا ذریعہ ہے بنو امیہ کے زمانے میں رومیوں کے میل جول سے پہلے اسلام کا یہ دوسرا نظام بگڑا۔ اور اسلامی تمدن و معاشرت اور سیاست و اقتصاد پر رومی شہنشاہی کے عفریت نے اپنا قبضہ کر لیا۔ اور بنو عباس کے زمانہ میں عجمیوں کے کھل میل سے اس کے علم و عمل کے دینیاتی حصن حصین میں بھی رخنے پڑنے لگے۔

علماء نے اسلام کی معاشرتی و سیاسی و اقتصادی زندگی کے سنوارنے اور درست کرنے کی طرف توجہ نہ کی۔ اور اس کو اپنے فریضہ کے حدود سے باہر سمجھا۔ لیکن علم و عمل کے دینیاتی حصن حصین کی مرمت اور اصلاح کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے رہے۔ اور کبھی کبھی اس میں وہ کامیاب بھی ہوئے۔ اور ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن قرآن نے اپنے پیروؤں سے جس سعادت و خلافت کا وعدہ کیا تھا۔ وہ اس بات پر موقوف تھا۔ کہ ان دونوں اصولوں کو یکجا کیا جائے۔ اسلامی تاریخ کا پورا عہد اس دو گونہ جدوجہد کے وجود سے خالی ہے۔ جو کچھ ہوتا رہا۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایک فرقہ وارانہ یا خاندانی عصبیت جب ختم ہوئی۔ تو دوسری فرقہ وارانہ یا خاندانی عصبیت اس کی جگہ قائم کر دی گئی جس نے گاڑی کے پہیوں کو کچھ دور اور کچھ دیر اور پٹری پر چلا دیا۔

مولٰنا اسماعیل شہید اور سید جمال الدین افغانی اسلام کے پہلے مجدد ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے ان دو گونہ فرائض کی حقیقت کو سمجھا۔ اور دینیاتی علم و عمل اور مسلمانوں کی معاشرتی و اقتصادی و سیاسی زندگی دونوں کی اصلاح کی تبلیغ و دعوت شروع کی۔ لیکن ان کے مرنے کے ساتھ

ان کی تبلیغ کے دونوں اجزاء مسلمانوں کی دو جماعتوں میں بٹ گئے۔ اہلحدیث اور مفتی عبدہ وغیرہ علمائے مصلحین نے صرف دینیاتی علم و عمل کی اصلاح کو اپنے ہاتھ میں لیا اور ٹرکی، مصر اور ایران وغیرہ اسلامی سلطنتوں کے نوجوانوں نے اقتصادی، سیاسی و معاشرتی اصلاحات کو اپنی کوششوں کا مرکز ٹھہرایا۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک کارخانہ میں تنہا آکسیجن اور دوسرے میں صرف ہیڈروجن تیار ہو رہا ہے۔ اور کہیں یہ دونوں یکجا نہیں ہونے پاتے۔ جو پانی کا زلال تیار ہو کر قوم کی سیری و سیرابی کا سامان بہم پہنچائے۔

بہرحال مصر، ایران اور ٹرکی تینوں اسلامی ملکوں نے اس تبلیغ و دعوت کے اثر سے کروٹیں لیں اور وہاں کا پرانا نظام زندگی بدلا۔ شخصی فائدوں کے محل اور انفرادی عیش و آرام کے ایوان منہدم ہونے لگے۔ جماعتی نصب العین اور قوم کے متفقہ مقصد زندگی کی تعمیر شروع ہوئی۔ شخصی منافع اور قومی خیانت و غداری کا خاتمہ ہوا۔ ملت کے لئے جینا اور مرنا۔ جماعت کی خاطر شخصی فائدوں سے قطع نظر کرنا۔ اصول کار بنا۔

مصر میں مصطفےٰ کامل پاشا جیسا پیر عقل نوجوان، اور ٹرکی میں مدحت پاشا جیسا جوان ہمت بوڑھا اس تحریک کے علمبردار بنے۔ مصطفےٰ کامل نے عین شباب میں جان دی۔ اور مدحت پاشا نے ہجرت میں عمر کے دن گذارے۔ مگر کچھ ہی دن گذرے تھے کہ جوق جوق نوجوانوں نے اسی نقش قدم پر سفر شروع کر دیا۔ اللواء کے ایڈیٹر مصطفےٰ کامل کے علم کو سعد زغلول پاشا نے اور پھر مصطفےٰ نحاس پاشا نے سنبھالا۔ اور منزل مقصود کی کئی کٹھن منزلیں طے کیں۔ اور مدحت پاشا کی تحریک کو نوجوان ترکوں نے زندہ کیا۔ اور انجمن اتحاد و ترقی کے زیر سایہ انور پاشا، طلعت پاشا، جمال پاشا شوکت پاشا اور سینکڑوں ترکی فوجی افسروں نے اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر آگے بڑھنا شروع کیا۔ اور آخر ایک دن حکومت کی زمام پر قبضہ کر لیا۔

لیکن ابھی وہ سنبھلنے بھی نہیں پائے تھے۔ کہ طرابلس کی پھر بلقان کی جنگ شروع ہو گئی اس سے نجات ملی تھی کہ یورپ کی بڑی لڑائی نے دنیا میں عالمگیر انقلاب پیدا کر دیا۔ اتحاد و ترقی کے ممبروں نے یورپ کے کھلاڑیوں کے ہاتھوں سے شکست کھائی۔ اب نئی بساط بچھی، نئے مہرے برسر کار آئے، نئے شاطر میدان میں نکلے۔ ٹرکی کے شاہان شطرنج ایک کے بعد آئے۔ اور پیچھے ہٹتے گئے۔ آخر مصطفےٰ کمال جیسا پُردل اور قوی بازو آگے بڑھا۔ اور سب کو ہٹا کر سینے

میدان جیت لیا۔ اور ٹرکی کے مرد بیمار کو اپنی حذاقت سے غسل صحت دے کر اٹھا کر بٹھا دیا۔ اور جلے ہوئے متاع قومی کی راکھ کو کرید کر ایسی ہوا دی۔ کہ چند بجھی ہوئی چنگاریاں بھڑک کر بھڑکتی ہوئی آگ بن گئیں۔ جس نے قدامت کے ہر لبادہ کو جو اب نوجوان ترکوں کے جسموں پر راست نہیں آرہا تھا۔ جلا کر خاک کر دیا۔ اور عثمانی شہنشاہی کے بے روح لاشہ کو دفن کر کے ترکی قوم کی نومولود جمہوریت کو نشو ونما بخشی +

پیش نظر کتاب۔ انہیں جانبازوں کی کہانی ہے۔ انہوں نے کس کس طرح اپنی زندگی کے دن گذارے کیسے اپنی شخصی منفعتوں اور ذاتی لذتوں کو ٹھکرا کر جماعت کی بھلائی اور ملت کے فائدہ کے خیال کو اپنی قوم میں پیدا کیا۔ ان میں سے کتنوں نے اپنی عزیز جانیں دے کر قوم کی زندگی کا سامان کیا۔ اور کانٹوں پر چل کر کس طرح مقصود کی منزل کو طے کیا۔

ہندوستان کے مسلمان ان بہادروں کے کارنامے پڑھیں اور سمجھیں کہ یہ ہمارے ہی مذہبی بھائی ہیں جنہوں نے اپنے عزم اپنی ہمت اپنی جدوجہد سے وہ سب کچھ کر لیا۔ جو وہ کرنا چاہتے تھے۔ اور آخر پورے یورپ کی مخالفت اور دشمنی کے دیوتا کو ان بہادروں کے آگے سر جھکانا پڑا۔

کیا یہی کام ہندوستان کے نوجوان نہیں کر سکتے ؟ کر سکتے ہیں۔ شرط ہمت، ایثار جرأت اور جماعت کی خاطر افراد کی قربانی ہے۔ ؎

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحا مے کرد

لیکن یہ نکتہ نگاہ سے ہٹنے نہ پائے۔ کہ جس طرح علمائے مصلحین کی یک طرفہ کوششیں، اسلام کے حق میں ناقص ہیں۔ ایسے ہی ان نوجوان بہادروں کی یک طرفہ جد و جہد بھی اسلام کے حق میں سعی ناتمام ہے۔ جب تک یہ دونوں تحریکیں ایک ساتھ مل کر کام نہ کریں گی۔ اسلام کو حقیقی زندگی نصیب نہیں ہو سکتی۔ استاد مرحوم نے اسی موقع پر کہا ہے۔ ؎

ایکہ پرسی کہ دریں کار چہ تدبیر بود
دین و دنیا بہم آمیز کہ اکسیر بود

والسلام ۔ سید سلیمان ندوی

تیزیٔ شمشیر و تدبر کے ہیں یہ ادنیٰ کمال
ملت ترکی ہے زندہ اور دشمن پائمال



تصویر متعلقہ صفحہ 17

TURKAN-I-AHRAR



غازی مصطفیٰ کمال پاشا قائد اعظم افواج سمرنا



بحیثیت مختار مطلق درۂ دانیال

مصطفےٰ کمال پاشا

ولادت ۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا ۱۸۸۱ء میں شہر سالونیکا میں پیدا ہوئے جہاں حکومت ترکی کی وسعت کے وقت آپ کے بزرگوں نے سکونت اختیار کر لی تھی۔ دراصل آپ اناطولیہ کے کسانوں کے ایک خاندان ارطغرل کی اولاد سے تھے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت ۔ عام طور پر ترکی مائیں اپنے بچوں کو ابتدائی تعلیم دلوانے کی دلدادہ ہیں کہ بچہ معمولی نوشت و خواند کے قابل تو ضرور ہو جائے۔ مصطفےٰ کمال پاشا بھلا اس کلیہ سے کیسے مستثنیٰ رہ سکتے تھے۔ آپ کے والد علی رضا بے سالونیکا کے جنگی خانہ میں ملازم تھے۔ بعد میں لکڑی کی تجارت کرتے رہے۔ بہت چھوٹی عمر میں ہی آپ کے والدین نے صلاح کی کہ بچہ کو تعلیم دلوانی چاہیئے۔ چنانچہ اس معاملہ میں مصطفےٰ کمال کے والد اور والدہ زبیدہ خانم میں کچھ اختلاف رائے ہوا۔ والد اپنے لختِ جگر کی کم سنی کا لحاظ کر کے کسی ابتدائی مکتب میں بٹھانا چاہتے تھے۔ والدہ کی آرزو تھی۔ کہ ان کا جگر گوشہ کسی پرائمری سکول میں داخل ہو۔ بالآخر قرار پایا۔ کہ مصطفےٰ کمال کو محلے ہی کے مکتب میں بٹھا دیا جائے۔ جس کا اہتمام ایک تعلیم یافتہ ترکی خاتون کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے علاوہ ایک اور مدرسہ شمسی آفندی کے زیر اہتمام قائم تھا۔ جس کی تعلیم نسبتاً اچھی تھی۔ مصطفےٰ کمال کے والد نے اسے مکتب سے نکال کر اس مدرسہ میں داخل کر دیا۔ یہاں مصطفےٰ کمال کی ابتدائی تعلیم پوری ہوئی۔ اس کے بعد قضائے الٰہی سے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور مصطفےٰ کمال اپنے بھائی بہنوں اور والدہ سمیت ماموں کے ہاں چلے گئے۔ جو کسی گاؤں میں زمیندار تھے۔ یہاں زندگی بالکل دیہاتی تھی اور پڑھنے لکھنے کا نام تک نہ تھا۔ ماموں کے ساتھ خواہرزادہ بھی شریک کار تھے۔ مصطفےٰ کمال کے ذمہ پہلا کام کھیتی کی رکھوالی اور کھیتوں پر سے کوتے اڑانا تھا۔ مصطفےٰ کمال بچپن ہی سے چست و چالاک تھے کیا مجال کہ ان کی پاسبانی کے دوران میں کوئی کوا کھیت کے پاس پھٹک جائے۔ رفتہ رفتہ مصطفےٰ کمال کاشتکاری کے دوسرے کاموں میں بھی مدد دینے لگے۔ لیکن ایک روز والدہ کو خیال

آیا۔ کہ مصطفےٰ کی عمر کھیتی باڑی میں ضائع ہو رہی ہے۔ اور تعلیم کا کوئی انتظام نہیں۔ یہی حالت رہی تو بچہ جاہل اور ان پڑھ رہ جائے گا۔ اسے کہیں تعلیم دلوانی چاہیئے۔ چنانچہ مصطفےٰ کو سالونیکا بھیجنے کا انتظام کیا گیا۔ کہ وہاں خالہ کے ہاں رہ کر تعلیم پائے۔ خالہ نے مصطفےٰ کو ایک فوقانی مدرسہ میں داخل کرا دیا۔ جہاں قائمقام آفندی مصطفےٰ کے استاد تھے۔ مدرسہ میں مصطفےٰ اور بعض دوسرے ہم جماعتوں کے مابین تکرار ہو گئی جس نے یہاں تک طول کھینچا۔ کہ جماعت ہی میں مار پیٹ تک نوبت پہنچ گئی۔ قائمقام آفندی بڑے غصہ ور تھے۔ جھٹ آپے سے باہر ہو کر مصطفےٰ پر برس پڑے۔ اور اتنا زدوکوب کیا۔ کہ جسم لہولہان ہو گیا۔ مصطفےٰ کمال پیچ و تاب کھا کے اٹھے اور اپنا بستہ بغل میں دبا سیدھے گھر پہنچے۔ آپ کی خالہ بھی سخت مزاج تھیں۔ استاد کی اس بے رحمی پر بہت برافروختہ ہوئیں۔ ادھر دادی جو ابتداء سے مدرسہ بھیجنے کی مخالف تھیں مصطفےٰ کمال کو اس حال میں دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوئیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مصطفےٰ کمال کو مدرسے سے اٹھا لیا گیا۔

بچپن کے جذبات ۔اس وقت مصطفےٰ کمال کی عمر کوئی دس سال کی ہو گی۔ آپ کے پڑوس میں ایک لڑکا آفندی رہتا تھا۔ یہ جنگی مدرسے کا طالب علم تھا۔ مصطفےٰ کمال اس لڑکے کو جنگی وردی پہنے ہوئے شوق سے دیکھا کرتے تھے۔ اس سے مصطفےٰ کے دل میں جنگی تعلیم کا شوق گدگدایا۔ پھر ترک سپاہیوں اور ترک افسروں کو زرق برق فوجی وردیاں پہنے ہوئے دیکھنے کا اکثر اتفاق ہوتا تھا۔ ترک بہادروں کے کارنامے اور ان کی شجاعت کی جنگی داستانیں مصطفےٰ کے دل و دماغ کے لئے خاص راحت کا سامان مہیا کرتی تھیں۔ آپ کو بہادر ترکوں سے غائبانہ محبت تھی۔ جن کے قصے آپ لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ اور اپنے ہمجولیوں سے بھی یہی ذکر اذکار کرتے رہتے تھے۔ بچپن کے ان تاثرات کا نقش چھوٹی سی لوح قلب پر جمتا چلا گیا۔ جنگی تعلیم اور فوجی خدمت کی ایک چنگاری دل میں پیدا ہوئی جسے طفلی کی امنگیں اور بچپن کے ولولے

فوجی مدرسے میں داخلہ ۔اسی اثناء میں آپ کی والدہ ماجدہ سالونیکا آئیں۔ مصطفےٰ نے جنگی ذوق شوق کا ذکر کیا لیکن ماں کی محبت نے جدائی کے خوف سے فوجی خدمت کو ناپسند کیا۔ مصطفےٰ کمال مصلحتاً خاموش ہو رہے۔ جب جنگی مدرسے میں داخلے کا وقت آیا۔ تو آپ نے

باقاعدہ درخواست دے دی۔ اور اپنے والد کے دوست میجر قادر بے کی سفارش سے مدرسے میں داخل ہو گئے جس سے آپ کی جنگی تعلیم کے دور کا آغاز ہوا۔

مصطفےٰ کمال کو شروع شروع میں ریاضی سے بہت لگاؤ تھا۔ اور تعلیم کا زیادہ وقت حسابی مسائل کے حل کرنے میں کٹتا تھا۔ مصطفےٰ کمال اپنے استاد کے پاس ایسے ایسے دقیق اور حل طلب سوال لے جاتے۔ جن کی گتھی سلجھانے میں استاد کو بڑی دقت پیش آتی تھی۔

مصطفےٰ کمال کی وجہ تسمیہ:۔ آپ کا ابتدائی نام مصطفےٰ تھا۔ سالونیکا کے اسی جنگی مدرسے میں ایک استاد مصطفےٰ نامی بھی تھے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا۔ کہ کوئی شخص مصطفےٰ کا نام لے کر پکارتا۔ تو مصطفےٰ معلم اور مصطفےٰ متعلم دونوں ہی یک لخت بول اٹھتے۔ اس التباس کو دور کرنے کے لئے ایک روز ہم نام استاد نے کہا۔ بیٹا تم اپنے نام کے ساتھ کمال کا لفظ بڑھا لو۔ کہ دو ناموں میں امتیاز پیدا ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

دوسری روایت یہ ہے۔ کہ مصطفےٰ کمال جنگی مدرسے میں جب تعلیم پا رہے تھے۔ تو وہاں کے استادوں نے آپ کی جودتِ طبع۔ بلند ہمتی۔ اعلےٰ اخلاق۔ شریفانہ عادات۔ نیک اطوار اور پھر ریاضی و ادب میں اعلےٰ خداداد استعداد دیکھی۔ تو شہیدِ حریت اور ایک مشہور شاعر "نامق کمال بک" کے نام پر آپ کا لقب "کمال" رکھ دیا۔

بہر نوع اس لقب کی بنیاد پڑ گئی۔ جس کی شہرت جلد ہی مدرسے کی چار دیواری سے باہر نکل گئی۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ آج چار دانگ عالم میں "کمال" حقیقی کمال بن کر گونج رہا ہے۔

تکمیل تعلیم:۔ سالونیکا کے مدرسہ حربیہ کا نصاب ختم کرنے پر مصطفےٰ کمال مناستر کے اعلےٰ فوجی مدرسے میں داخل ہو گئے۔ جہاں ریاضی اور فرانسیسی زبان پر بہت زور دیا جاتا تھا ابتدائی مدرسہ میں ریاضی کی محنت مناستر میں کام آگئی لیکن فرانسیسی زبان بہت کٹھن معلوم ہوئی تاہم مصطفےٰ کمال نے یہ خامی بھی گرمی کی سالانہ تعطیلات میں پوری کر لی۔ یہاں تک کہ تعطیلوں کے بعد مدرسہ کھلا۔ تو اساتذہ مصطفےٰ کمال کی فرانسیسی دانی پر بہت متعجب ہوئے۔ اور تعریفیں کرنے لگے۔

اسی مدرسے میں مصطفےٰ کمال کو ادبیات سے خاص لگاؤ پیدا ہو گیا۔ جس کا باعث مرحوم عمر آفندی ناجی تھے۔ یہ اس وقت بھی اچھے پائے کے شاعر تھے۔ اور بعد کو تو مشاہیر وقت میں شمار ہوتے رہے۔ ان کی صحبت میں مصطفےٰ کمال کو ادبیات سے خاص شغف حاصل ہو گیا اور شعر و سخن میں بھی خاصی مہارت پیدا ہو گئی۔ انشا کے مدرس نے ایک موقع پر یہ بھی ملامت کی کہ شعر گوئی اچھی نہیں۔ اس کا چسکہ پڑ گیا۔ تو زندگی خراب کر دے گا۔ اور فوجی خدمت کے لائق نہ چھوڑے گا۔

مناستر کے فوجی مدرسے کی تعلیم ختم کر کے مصطفےٰ کمال قسطنطنیہ کے جنگی کالج یعنی جامعہ حربیہ میں داخل ہو گئے پہلے سال کی پڑھائی ختم کر کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ اور دوسرے درجہ میں پہنچ گئے۔ جو کالج کی تعلیم کا آخری سال تھا۔ مصطفےٰ کمال کی یہی خواہش تھی کہ فوجی تعلیم و قواعد کی تحصیل و تکمیل میں پوری پوری کوشش کرتا رہوں کہ کسی شعبے میں کوئی کمزوری نہ رہنے پائے۔

اس کالج میں بھی ادبیات و انشا کا شوق ترقی پذیر ہوا۔ کہ بہتر سے بہتر تحریر اور بہتر سے بہتر تقریر کی مہارت پیدا ہو جائے۔ طلبا اکثر آپس میں مل کے بیٹھتے اور اوقاتِ فرصت میں تقریروں کی مشق کیا کرتے تھے۔ ان کی یہ بھی کوشش ہوا کرتی تھی۔ کہ کم از کم وقت میں کون طالب علم عمدہ سے عمدہ تقریر کر سکتا ہے۔

سیاسیات سے دلچسپی :۔ جامعہ حربیہ میں مصطفےٰ کمال کو سیاسیات سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ مگر چونکہ سیاسی رجحان قواعدِ جامعہ کے خلاف تھا۔ اس لئے سیاسیات کا مطالعہ پوشیدہ طور پر کرنا پڑتا تھا مصطفےٰ کمال کو اتفاق سے نامق کمال بک کے ڈرامہ موسومہ "وطن" کا کوئی نسخہ ہاتھ آ گیا۔ جو سلطان عبدالحمید خاں کے حکم سے ممنوع قرار پایا تھا۔ اور ضبط ہو چکا تھا اس ڈرامہ میں قابل مصنف نے قومیت کی روح اور حریت کے جذبات کچھ اس طرح سے بھرے ہوئے تھے۔ کہ جو شخص ایک دفعہ پڑھ لیتا تھا۔ شمع وطن پر پروانہ وار فدا ہونے کو تیار ہو جاتا تھا۔ نامق کمال بک سلطنت عثمانیہ کے مایہ ناز انشا پرداز تھے۔ ان کی تحریر و تقریر دلوں میں آگ لگانے کے لئے کافی تھی لیکن حکومت کو یہ بات کیسے بھا سکتی تھی۔ نامق کمال بک

مصنفِ "وطن"، سلطان عبدالحمید خاں کے قہر و غضب سے اس قدر مجبور ہوئے۔ کہ وطن کو چھوڑ کر لندن کی راہ لی۔ اور باقی ماندہ زندگی اسی جگہ بسر کی۔ ان کے ڈرامے کے ہزار ہا نسخے ضبط کر کے جلا دیئے گئے تھے۔ مگر حکومت اس کے اثرات سے اس طرح خوف زدہ تھی۔ کہ جس پر "وطن" کے مطالعہ کا شُبہ ہوتا۔ وہ فوراً ملک بدر کر دیا جاتا تھا۔

"وطن" کے مطالعہ سے نوجوان مصطفےٰ کمال کے دل میں بھی دستوری حکومت کا خیال پیدا ہُوا۔ اور وہ در پردہ سلطان عبدالحمید کی پالیسی کے سخت مخالف ہو گئے۔ حالانکہ اس خطرناک وقت میں سلطان کی مخالفت کرنا ہدف بیداد و جفا بننا تھا۔ مگر وہ سمجھ چکے تھے۔ کہ ملک کو موجودہ شخصی طرزِ حکومت کی ضرورت نہیں۔ وہ جوں جوں اس حالت پر غور کرتے۔ ان کی طبیعت بے چین، دل مضطرب اور خیال پریشاں ہو جاتا۔ جدھر نظر اٹھا کر دیکھتے مطلق العنانی اور خود مختاری کے بھیانک مناظر ان کے دل پر بڑا اثر کرتے۔ سیاسیات حاضرہ دوستوں کی محفلوں، یاروں کی مجلسوں حتیٰ کہ مدرسہ کی چار دیواری کے اندر بھی یہی جذبات دکھائی دیتے تھے۔ ان واقعات نے مصطفےٰ کمال کے دل و دماغ پر یہاں تک اثر کیا۔ کہ وہ ملک کو موجودہ تباہ کن طریقِ حکومت سے بچانے کی فکر میں مشغول ہو گئے

انہی خیالات میں مصطفےٰ کمال جنگی کالج کے درجہ ارکانِ حرب میں پہنچ چکے تھے جس میں طلبار کو بڑی محنت سے کام لینا پڑتا ہے۔ عمر بھی اب اچھی ہو چکی تھی۔ دنیا کے حالات سمجھنے لگے تھے۔ بعض ساتھیوں اور ہم جماعتوں کے اندر بھی نئے سیاسی خیالات پیدا ہو رہے تھے۔ یہ طلبار اکثر اوقات سلطنت کی کمزوری اور حکومت کی نااہلی پر بحث کرتے رہتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ ان سب طلبار کے اندر ملک کی نجات کا ولولہ پیدا ہو گیا۔ پھر یہ کالج کے دوسرے طالب علموں کو بھی جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی۔ اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرنے لگے۔ چنانچہ سب نے مل ملا کر ایک خفیہ اخبار کی بنیاد رکھدی۔ جو ہاتھ سے لکھا جاتا اور صرف طلبا میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ مصطفےٰ کمال ہی اس اخبار کے چیف ایڈیٹر تھے۔ قطع نظر اس کے طلبار نے ایک خفیہ انجمن بھی بنائی۔ جس کی مجلس انتظامیہ کے ایک رکن مصطفےٰ کمال بھی تھے۔ اور ان کا زیادہ تر وقت اسی انجمن کی تقویت میں کٹتا تھا۔

اس زمانے میں کالج کے پرنسپل رضا پاشا اور تعلیم کے انسپکٹر اسمٰعیل پاشا تھے۔ مؤخر الذکر کو معلوم نہیں کہ طلبار کی خفیہ انجمن سازی کا کیسے پتہ لگ گیا۔ کہ انہوں نے کالج کے پرنسپل اور طلبار کو مصیبت میں پھنسانا چاہا۔ ایک روز رضا پاشا اور اسمٰعیل پاشا سلطان المعظم کے حضور میں موجود تھے۔ اسمٰعیل پاشا نے اشتعال انگیز طریقے پر رضا پاشا سے خطاب کر کے کہا:۔

"کیا سلطان نے آپ کو جنگی کالج کا پرنسپل اسی لئے بنایا ہے۔ کہ ان کے خلاف ایک فوج تیار کریں۔ تمام طالب علم باغی ہو رہے ہیں۔ باغیانہ کتابیں پڑھتے ہیں۔ بغاوت کی تدبیریں سوچتے ہیں۔ کیا آپ کو اس کی خبر نہیں۔ کیا آپ کی یہ چشم پوشی اس بات کی دلیل نہیں۔ کہ آپ خود ان کی شرارتیں پسند کرتے ہیں"

رضا پاشا بہت فہمیدہ شخص تھے۔ جھٹ تاڑ گئے۔ کہ اس کی تہ میں کیا معاملہ ہے۔ اسمٰعیل پاشا کی بات برجستگی سے رد کر دی۔ اور طلبار کی برارت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ حالانکہ وہ اصلیت سے بے خبر نہ تھے۔ سلطان کے روبرو بات آئی گئی ہو گئی۔

مگر ان ہی دنوں سارا راز طشت از بام ہو گیا۔ ایک روز مصطفےٰ کمال اپنے کمرے میں بند ہو کے دستی اخبار تیار کر رہے تھے۔ دروازے پر کچھ طلبا پاسبانی کے لئے مقرر تھے۔ کہ لمحے میں رضا پاشا پرنسپل اچانک آ گئے۔ مصطفےٰ کمال کا دروازہ کھلوانے لگے۔ اندر داخل ہوئے تو تمام کاغذات ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ پرنسپل صاحب سمجھ گئے۔ کہ کیا کارروائی ہو رہی ہے۔ مگر انجان بن کے لوٹ گئے۔ البتہ اتنا کیا۔ کہ مصطفےٰ کمال اور ان کے چند دوستوں پر خارج از درس مصروفیت کا الزام لگا کے یہ سزا دی۔ کہ ایک ہفتہ تک بورڈنگ ہوس سے باہر نہ نکلیں۔ چند روز کے بعد ہی یہ سزا معاف کر دی۔ کیونکہ کارروائی محض دکھاوے کے طور پر تھی۔

قید و بند۔۔۔ الغرض مصطفےٰ کمال اور ان کے ہم خیال طلباء جنگی کالج میں اسی قسم کی کارروائیاں کرتے رہے۔ اور ۱۳۲۳ھ میں کالج کے آخری امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ اور ارکان حرب میں یوز باشی (سو آدمیوں کے افسر) کے عہدے پر مامور ہو گئے۔ پہلے

قسطنطنیہ کے محلہ اسلامبول میں ایک مکان کرائے پر لے لیا۔ تاکہ اوقات فرصت میں خفیہ انجمن کے کام کو ترقی دے سکیں۔ اس انجمن کا نام اب جمعیت حریت رکھدیا گیا تھا۔ اور حکومت کی نظریں اس طرف لگی ہوئی تھیں۔ مصطفیٰ کمال اور ان کے ساتھ کام کرنے والوں کی سختی سے نگرانی ہوتی تھی۔

اس دوران میں مصطفیٰ کمال کے ایک قدیم رفیق فتحی بک فوج سے نکال دیے گئے۔ یہ افسر تھے مصطفیٰ کمال سے ملنے آئے۔ اپنی مصیبت بیان کی۔ کہنے لگے یہ خدا حکومت کو غارت کرے مجھے اس حال میں نکالا ہے۔ کہ رات کو کہیں سر ٹیکنے کا بھی بندوبست نہیں۔ نہ روٹی کا کہیں سہارا ہے۔ مصطفیٰ کمال کو اس پر بہت ترس آیا۔ یہ داستانِ غم دوسرے دوستوں کے سامنے دہرائی۔ اور اس بات کی اجازت لے لی۔ کہ فتحی بک انجمن کے دفتر میں رات کو سو رہا کرے۔ چنانچہ یہ فوجی افسر دو دن تک وہاں ٹھہرا۔ پھر چلا گیا۔ جاتی دفعہ تاکید کر گیا۔ کہ مصطفیٰ کمال فلاں جگہ اس سے ملے کسی اہم معاملہ میں مشورہ کرنا ہے۔ مصطفیٰ کمال مقررہ مقام پر پہنچے۔ دیکھا کہ فتحی بک کے ہمراہ سلطان کا ایک حاجب بھی ہے۔ خیر بات چیت کے بعد مصطفیٰ کمال واپس چلے گئے۔ مکان پر ایک معزز دوست اسمٰعیل حقی بک کو سوتا چھوڑ آئے تھے۔ واپس جا کر کیا دیکھتے ہیں۔ کہ وہ غائب ہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ پولیس انہیں گرفتار کر کے لے گئی ہے۔ اگلے روز مصطفیٰ کمال اور ان کے تمام ساتھی بھی گرفتار کر لئے گئے۔ بعد میں معلوم ہوا۔ کہ اس گرفتاری کا باعث وہی فتحی بک ہے۔ جو خفیہ انجمن کے دفتر میں ٹھہرا ہوا تھا۔ دراصل وہ اسمٰعیل پاشا انسپکٹر تعلیم کا جاسوس تھا۔ جو رازکی باتیں معلوم کرنے کے لئے آیا تھا۔

مصطفیٰ کمال اور ان کے ساتھی یلدیز کوشک میں قید تھے۔ چند روز کے بعد مصطفیٰ کمال کو سلطان کے روبرو حاضر کیا گیا۔ جہاں اسمٰعیل پاشا سلطان کے پرائیویٹ سیکرٹری اور ایک دوسرے شخص بھی موجود تھے۔ سوالات سے معلوم ہوا۔ کہ مصطفیٰ کمال اور ان کے ساتھیوں پر کالج میں قلمی اخبار نکالنے خفیہ سوسائٹیاں قائم کرنے اور سلطان کے برخلاف سازشیں کرنے کا الزام ہے۔ مصطفیٰ کمال کے تمام ساتھیوں نے جرم کا اعتراف کر لیا۔ جس پر سب کو سزا

ہوگئی۔ تقریباً سوا چار ماہ کے بعد قید کی سختی معاف ہوئی۔ اور یہ لوگ رضا پاشا پرنسپل کی کوشش سے رہا ہوئے۔ رہائی کے بعد خود رضا پاشا ان سے نہیں ملا۔ لیکن کہلا بھیجا۔ "میں تمہاری کارروائیوں سے واقف ہوں تمہیں منع نہیں کرتا۔ جو بہتر سمجھو کرو۔ مگر پوری ہوشیاری اور پوری ذمہ داری کے ساتھ"

جلاوطنی:۔ کچھ مدت کے بعد وزارت جنگ نے ان فوجی طلبار کو طلب کیا۔ جو ارکان حرب کے درجے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ ان میں مصطفٰے کمال پاشا اور ان کے ساتھی بھی شامل تھے۔ ان سب کو فوجی ملازمت مل گئی۔ کچھ طلباء ایڈریانوپل اور کچھ سالونیکا متعین کر دیئے گئے۔ اس زمانے میں ایڈریانوپل دوسری فوج کا صدر مقام تھا۔ ایسی ملازمت کے وقت افسروں میں قرعہ اندازی ہوا کرتی تھی۔ جس کے نام جہاں کا قرعہ نکلتا تھا۔ اسے وہاں جانا پڑتا تھا۔ لیکن مصطفٰے کمال اور اس کے ساتھیوں نے ایسی قرعہ اندازی پسند نہ کی۔ اور اپنی مرضی سے کچھ تو ایک فوجی مستقر پر چلے گئے۔ اور کچھ دوسرے مقام پر حکومت دراصل یہ چاہتی تھی۔ کہ یہ لوگ ایک جگہ جمع نہ ہوں۔ اسے جب اس تقسیم کی خبر ملی۔ نیز کچھ سیاسی بھنک معلوم ہوئی۔ تو وزارت جنگ نے مصطفٰے کمال کو گرفتار کرکے ملک شام میں جلاوطن کر دیا۔

مصطفٰے آفندی:۔ مصطفٰے کمال یوں یورپین ترکی سے جلاوطن ہو کر دمشق پہنچے۔ اور ایک سالہ میں متعین ہو گئے۔ ان ایام میں قوم دروز نے بغاوت برپا کر رکھی تھی۔ جس کی سرکوبی کے لئے ایک فوجی مہم روانہ کی گئی تھی مصطفٰے کمال کو اس کے ہمراہ جانے اور قوم دروز کے علاقے میں چار ماہ تک رہنے کا اتفاق ہوا۔ اس مہم کے جرنیل لطفی بک تھے جن کے ساتھ مصطفٰے کمال کو بھی دوستانہ مراسم حاصل تھے۔ مہم سے واپسی پر انہوں نے مصطفٰے کمال کی ملاقات مصطفٰے آفندی سے کرادی۔ جو دمشق میں ایک چھوٹی سی دکان کیا کرتے تھے۔

مصطفٰے آفندی شروع ہی سے سیاسیات میں انہماک رکھتے تھے۔ وہ میڈیکل کالج کے آخری سال میں ابھی زیر تعلیم تھے۔ کہ گرفتار کر لئے گئے تھے۔ اور انہیں تین سال قید با مشقت

کی سزا ملی تھی۔ رہائی کے بعد وہ دمشق چلے آئے۔ اور یہاں ایک دکان کھول کے بیٹھ گئے۔ تاکہ ان کے سیاسی مشاغل پر پردہ پڑا رہے۔ ان کے ساتھ بھی چند ہم خیال شامل تھے۔ جو سب کے سب خفیہ انجمن سازی میں دلچسپی لیا کرتے تھے۔ لیکن ہنوز کامیابی کسی کو حاصل نہ ہوئی تھی۔ تعارف کے بعد مصطفےٰ کمال اور مصطفےٰ آفندی میں گہرے تعلقات قائم ہو گئے۔ اور مصطفےٰ کمال ان کی زیر ہدایت کام کرنے لگے۔ یہی مصطفےٰ آفندی بعد میں ترکی کی قومی مجلس وطنی میں اقوام قوزاق کے نمائندے بنے۔ اور مصطفےٰ ایک کے لقب سے ملقب ہوئے

شام میں مصطفےٰ کمال کی سرگرمیاں :

مصطفےٰ کمال نے دمشق میں "جمعیت حریت" کے نام سے ایک خفیہ انجمن قائم کی جس میں دوسرے لوگ بھی شامل ہونے لگے۔ مصطفےٰ کمال نے فوج کو جنگی قواعد سکھانے کے بہانے سے علاقہ شام کا دورہ شروع کر دیا۔ اور بیروت، یافہ اور بیت المقدس میں جا کر اپنی خفیہ انجمن کی شاخیں قائم کر دیں۔ مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایسی سیاسی کارروائی کے لئے مقدونیہ کا علاقہ موزوں تر ہے کیونکہ وہاں کے لوگ جمہوریت کے خیالات کو بہت جلد جذب کر سکتے ہیں۔

مصطفےٰ کمال کو علاقہ شام سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ وہ ایک مجرم کی حیثیت سے فوجی افسر کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ پھر یہ بھی بہت کم امید تھی۔ کہ سعی و سفارش سے ان کی سزا منسوخ یا کم ہو گی۔ وجہ یہ تھی۔ کہ سلطان المعظم نے مصطفےٰ کمال کو سزا دہی کے موقع پر یہ الفاظ لکھ دیئے تھے۔ کہ "اس شخص کو کسی ایسے دُور دراز مقام پر جلاوطن کیا جائے جہاں سے بآسانی واپس نہ آ سکے" بایں ہمہ مصطفےٰ کمال مایوس نہ ہوئے۔ اور موقع کے منتظر رہے۔

تبدیل لباس سالونیکا میں :

خدا کا کرنا ایسا ہوا۔ کہ انہیں ایام میں مایوسی کی تاریکی میں امید کی ایک روشن کرن نمودار ہو گئی۔ مصطفےٰ کمال کے پاس ایک سرکاری چٹھی پہنچی۔ جس میں شام سے سمرنا جانے کی اجازت تھی۔ مصطفےٰ کمال اس سے بہت خوش ہوئے۔ اور سمجھے کہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے "جمعیت حریت" کی کوششیں بارآور ہو گئی ہیں۔ جس کی بہت سے مقامات پر شاخیں کھل گئی ہیں۔ اور اچھے اچھے معزز

آدمی ان میں شریک ہو رہے ہیں۔

اس زمانے میں شکری پاشا سالونیکا میں توپ خانے کے انسپکٹر جنرل تھے۔ مصطفےٰ کمال کو علم تھا۔ کہ پاشا موصوف کے سینے میں ایک دردمند دل ہے۔ وہ آزاد خیال اور محبِّ وطن ہیں۔ ضرور مدد کریں گے۔ اسی تمنّا میں مصطفےٰ کمال نے شکری پاشا کی خدمت میں ایک مفصل خط لکھا۔ اور تمام واقعات بیان کرنے کے بعد یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ تمام خوش آیند اطلاعات جو آپ کے متعلق مجھے پہنچی ہیں صحیح ہیں۔ تو مجھے یقین ہے کہ آپ کا وجود میرے مقصد تک پہنچنے کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

شکری پاشا حکومت کے ایک ذمہ دار رکن تھے۔ انہوں نے خط کا براہِ راست کوئی جواب نہ دیا۔ مگر کسی ذریعہ سے کہلا بھیجا "سالونیکا چلے آؤ۔ اطمینان کر لینے کے بعد دیکھا جائے گا"۔ پاشا موصوف کے اس پیغام سے مصطفےٰ کمال کی ڈھارس بندھ گئی۔ اور آپ نے سفر کا ارادہ کر لیا۔ سمرنا کا اجازت نامہ ساتھ لیا۔ اور یافہ پہنچ گئے۔ لیکن ٹکٹ سمرنا کی بجائے سالونیکا کا لیا۔ اور مزید احتیاط کی خاطر راستہ بدل کے پہلے مصر پہنچے پھر بندرگاہ ایتھنز میں اُترے۔ وہاں چند روز ٹھہرے۔ جب اطمینان ہو گیا۔ کہ راستے میں کوئی خطرہ نہیں تو آپ بھیس بدل کر سالونیکا پہنچ گئے۔

مصطفےٰ کمال کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ شکری پاشا سے ملیں۔ مگر باوجود کوشش کے ملاقات نہ ہو سکی۔ پاشا اس سے گھبراتے تھے۔ لیکن اس میں ان کا کوئی قصور نہ تھا جاسوسی کا جال ان دنوں اس طرح سے پھیلا ہوا تھا۔ کہ ہر شخص کے لئے اپنا آپ بچانا بہت ضروری تھا۔ شکری پاشا کی احتیاط بھی حق بجانب تھی۔ لیکن خیر اتنا ہوا کہ شکری پاشا مصطفےٰ کمال کی سرگرمیوں کا حال سنتے رہے۔ اور چشم پوشی سے کام لیتے رہے۔

سالونیکا میں رہ کر مصطفےٰ کمال کو اپنے پرانے دوستوں سے ملنے کا اتفاق ہوا جن میں طاہر بک مہتمم مدرسہ، اسمٰعیل آفندی مدرس، عمر ناجی آفندی شاعر، خسرو سامی آفندی حقی بہا آفندی وغیرہ شامل تھے۔ ان کے روبرو خیالات و مقاصد کا اظہار ہوتا رہا۔ اور سالونیکا میں "انجمن حریت" کی ایک شاخ قائم ہو گئی۔ کہ حکومت کے دَورِ استبداد کو ختم کیا جائے۔

سالونیکا سے فرار:۔ سالونیکا میں چار ماہ کے قیام اور مصطفیٰ کمال کی سرگرمیوں سے حکومت کے جاسوسوں کو بھی کچھ خبر لگ گئی جس کی اطلاع آستانے پہنچی۔ سالونیکا میں مصطفیٰ کمال کی تلاش شروع ہوئی۔ تو آپ کو بھی معاً خبر ملی۔ دوستوں نے یہی مشورہ دیا کہ سالونیکا سے نکل جانا بہتر ہے۔ چنانچہ مصطفیٰ کمال تبدیل لباس سے راتوں رات نکلے۔ اور جلد ہی یافہ جا پہنچے۔ ان دنوں عقبہ کا مسئلہ چھڑا ہوا تھا موقع شناس مصطفیٰ کمال جھٹ سرحد پر پہنچ گئے۔ جب سرکاری جستجو شروع ہوئی۔ تو آپ کی موجودگی سالونیکا کی بجائے سرحد عقبہ پر پائی گئی۔ جس سے جاسوسوں کی کرکری ہوگئی۔ اور مصطفیٰ کمال کے خلاف تمام شکوک زائل ہوگئے۔

تین سال تک مصطفیٰ کمال اسی طرح شام میں موجود رہے۔ بظاہر ان کا سیاسیات سے کوئی تعلق نہ رہا۔ جس سے حکومت کو یقین ہوگیا۔ کہ تمام فاسد خیالات مصطفیٰ کمال کے دل سے نکل گئے ہیں۔ اس کے بعد قسطنطنیہ میں انقلاب وزارت ہوا۔ اور حکومت کی حکمت عملی میں کچھ تبدیلی رونما ہوئی۔ مصطفیٰ کمال نے اس موقعہ سے پھر فائدہ اٹھایا۔ اور درخواست دے دی۔ کہ سالونیکا جانے کی اجازت ملنی چاہئے۔ چنانچہ خوش قسمتی سے یہ منظور ہوگئی۔

انجمن اتحاد و ترقی:۔ مصطفیٰ کمال ساڑھے تین سال کی مدت جلاوطنی ختم کر کے دوبارہ اپنے وطن سالونیکا پہنچے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ انجمن حریت کا نام بدل کر انجمن اتحاد و ترقی رکھ دیا گیا ہے۔ اس کے محرک ڈاکٹر ناظم بک تھے جو پیرس سے آئے تھے۔ انہوں نے زور دیا۔ کہ انجمن اتحاد و ترقی کا نام تاریخی شہرت رکھتا ہے۔ اس لئے انجمن کا نام یہی کر دینا چاہئے۔

مصطفیٰ کمال ابتدا میں اس نام سے کچھ گھبراتے رہے۔ مگر آخر کار دیگر ارکان انجمن کے فیصلے پر سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور انجمن مذکور میں گرمجوشی اور مستعدی سے کام شروع کر دیا۔ آپ کا تقرر سپہ سالار کے جنگی سٹاف پر ہوا۔ جس عہدے پر آپ ۱۳۲۶ھ تک فائز رہے۔

سلطان عبدالحمید خاں کی معزولی:۔ انجمن اتحاد و ترقی کی کوششیں

اب علانیہ رنگ لانے لگیں ۔ نوجوان ترک جو شخصی حکومت کو کسی طرح بھی ملک کے لئے پسند نہ کرتے تھے ۔ جوق در جوق انجمن کے حلقے میں داخل ہونے لگے ۔ آخر ۱۹۰۸ء اتوار کے دن انقلاب کا جھنڈا بلند ہوا جس میں مصطفیٰ کمال نے پوری پوری جدوجہد سے حصہ لیا ۔ آپ محمود شوکت پاشا کمانڈر فوج سوئم کے عملے میں تھے ۔ اس طوفان خیز انقلاب کا نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ سلطان عبدالحمید خاں کی شہنشاہیت انجمن اتحاد و ترقی کی نذر ہو گئی ۔

فوج کے متعلق مصطفیٰ کمال کا نظریہ :۔ انقلاب کا اصلی عنصر فوج تھی ۔ فوجی افسروں کا انقلاب میں زبردست ہاتھ تھا یہی وجہ تھی ۔ کہ آئے دن کی سیاسی سرگرمیوں میں انہماک کے باعث فوج کی حالت ابتر ہو چکی تھی ۔ آپ غازی محمود شوکت پاشا کے ساتھ اس امر میں متفق تھے ۔ کہ فوج کو سیاسیات داخلہ سے کوئی تعلق نہ ہونا چاہئے ۔ انقلاب کے بعد تمام وطن پرست ساتھی باہر نکل آئے تھے ۔ اور پوری صداقت اور خلوص کے ساتھ ملک و ملت کی خدمت کرنے لگے تھے مصطفیٰ کمال کی خواہش اور کوشش تھی ۔ کہ خود غرضی اور حب جاہ کا خاتمہ ہو جائے اور تمام کام بے لوث اور ملک و ملت کے لئے ہوں ۔ لیکن پھر بھی بعض ساتھیوں کے اعمال و افعال نکتہ چینی کے قابل تھے ۔ جن پر مصطفیٰ کمال کو اعتراض کرنا پڑتا تھا کہ اصلاح ہو جائے ۔

طرابلس الغرب کو روانگی :۔ اعلان حریت کے بعد مصطفیٰ کمال کو طرابلس الغرب بھیجا گیا ۔ کہ وہاں بعض ضروری انتظامات مکمل کر آئیں ۔ وہاں کی شاخ انجمن اتحاد و ترقی نے بار بار آپ کو اپنا نمائندہ منتخب کیا کہ پایہ تخت جا کر اس کی طرف سے بعض امور میں ترجمانی کریں ۔ مگر آپ ہمیشہ انکار کرتے رہے ۔ آخر ایک دفعہ مجبور ہو کے اس نمائندگی کے لئے قسطنطنیہ پہنچے ۔ جہاں آپ نے دوسرے مسائل کے علاوہ اس مسئلہ پر خاص زور دیا ۔ کہ فوج کو سیاسیات سے بالکل علیحدہ رہنا چاہئے ۔ انجمن نے اسے منظور تو کر لیا ۔ مگر اس پر عمل نہیں کیا ۔

فوجی تنظیم و طرابلس الغرب سے واپسی پر مصطفیٰ کمال بدستور سابق اپنے کام میں لگ گئے ۔ مگر انجمن کے ارکان میں سخت اختلاف رائے ہو گیا ۔ مصطفیٰ کمال کی

رائے کچھ تھی۔ اور بعض ارکان کی کچھ اور۔ یہ اختلاف اتنا بڑھا۔ کہ امتداد زمانہ کے باوجود دور نہیں ہو سکا۔ کچھ مدت کے بعد ترکی میں "جیش جدید" کی ترتیب و تنظیم شروع ہوئی۔ اس فوج کے جنگی سٹاف کے صدر عزت پاشا تھے مصطفےٰ کمال کو سالونیکا بھیجا گیا۔ جہاں آپ "نوین تنظیم" کے جنگی اسٹاف میں ایک رکن مقرر ہوئے۔ اور عہدۂ قول آغاسی پر فائز رہے۔ آپ فوج کی تعلیم و تربیت میں بے حد سرگرمی کا اظہار کرتے رہے۔ اور قابل اعتراض باتوں پر اعتراض سے بھی نہ چوکتے تھے۔ آپ کی نکتہ چینی کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ اعتراضات جنگی اصول قواعد پر ہوا کرتے تھے۔ آپ کی یہ جرأت بڈھے جرنیلوں کو ناگوار گذرتی تھی۔ مگر وہ کبھی معقول و مدلّل جواب نہ دے سکتے تھے آخر انہوں نے سزا کے طور پر آپ کو نمبر ۳۸ پیدل فوج کا جرنیل مقرر کر دیا۔ جہاں محنت و عمل کی ضرورت تھی۔ جرنیلوں کو یقین تھا۔ کہ آپ محض خیالی آدمی ہیں۔ اور آپ کی جنگی معلومات بھی خیالی نظریوں سے بڑھ کر حیثیت نہیں رکھتیں۔ نہ عمل سے انہیں واسطہ ہے۔

لیکن جرنیلوں کو بہت جلد معلوم ہو گیا۔ کہ مصطفےٰ کمال زبانی جمع خرچ کرنے والوں میں سے نہیں۔ نہ ان کے نظریے محض قیاسی نظریے ہیں۔ جو عمل میں نہیں آسکتے۔

سالونیکا میں رہ کر مصطفےٰ کمال اپنی انجمن کے ہفتہ وار اجلاس کیا کرتے تھے۔ جس میں تمام مقامی افسر بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ مختلف موضوعوں پر تقریریں ہوا کرتی تھیں۔ جس سے لوگوں میں عام بیداری پیدا ہو گئی۔ سالونیکا کے دوران قیام میں البانیا کی مہم میں بھی مصطفےٰ کمال کو شرکت کا موقع ملتا رہا۔ محمود شوکت پاشا اس مہم کے کماندار تھے۔ اور مصطفےٰ کمال کو اپنے جنگی سٹاف کا صدر بنا کر اپنے ہمراہ لے جاتے تھے۔

اس کے بعد مصطفےٰ کمال کو دارالخلافہ بلا لیا گیا۔ اور ارکان حرب کے عہدے پر ترقی دی گئی۔ جو محمود شوکت پاشا کی مہربانی کا نتیجہ تھی۔

جنگ طرابلس:۔ جب مصطفےٰ کمال سالونیکا سے قسطنطنیہ تبدیل ہوئے

تو اسی زمانہ میں اطالیہ نے طرابلس الغرب پر حملہ کر دیا۔ عربوں کی تنظیم و ترتیب ملک کی حفاظت اور دشمن کی مدافعت کے لئے ترک افسر قسطنطنیہ سے روانہ کئے گئے۔ ان میں مصطفےٰ کمال بھی شامل تھے۔ آپ بھیس بدل کر مصر کے راستے سے طرابلس الغرب پہنچے اور غازی انور پاشا کی ماتحتی میں عربوں کو جدید طریق جنگ کی تعلیم دیتے رہے۔ آپ کی چند روزہ کوشش سے عربوں کی ایک جرار فوج میدان جنگ میں پہنچ گئی۔ اس خدمت کے صلہ میں محاذ بن غازی پر آپ کو افواج طرابلس کا کماندار مقرر کیا گیا۔ جہاں ایک سال تک آپ کا قیام رہا۔

جنگ بلقان:۔ جنگ طرابلس ہنوز اختتام پذیر نہ ہوئی تھی۔ کہ بلقان میں شرارہ جنگ چمکا جس کے شعلے دور دور تک جا پہنچے۔ وزارت جنگ نے آپ کو طرابلس الغرب سے واپس بلا لیا۔ اس وقت بلغاری افواج گیلی پولی میں داخل ہو چکی تھیں۔ کہ آپ کو غازی محمود مختار پاشا کے ماتحت محاذ جنگ پر جانے کا حکم ملا۔ غازی موصوف اس تدبر اور بہادری سے لڑے۔ کہ دشمن نہ صرف اپنے اصلی خطوط تک پسپا ہونے پر مجبور ہوا۔ بلکہ آپ نے کئی مقامات واپس لے لئے۔ جب اس کامیاب پیش قدمی کا علم قسطنطنیہ میں ہوا۔ تو مصطفےٰ کمال کی بھی بہت تعریف و توصیف ہوئی۔ گیلی پولی میں جو فوج متعین تھی۔ اس کا نام "قوات مرتبہ" تھا جس میں مصطفےٰ کمال جنگی سٹاف کے صدر تھے۔ یہاں سے آپ کی تبدیلی بولائر ڈویژن کے جنگی سٹاف کی صدارت پر ہو گئی۔ یہ فوج ایڈریانوپل اور دیمتوکہ کی جانب بڑھی۔ اور فتح ہو گیا جس میں آپ کی سرگرم کوششوں کو بہت حد تک دخل حاصل تھا۔ غازی محمود مختار پاشا نے آپ کی خدمات کا کئی جگہ اعتراف کیا۔

اس کے بعد مصطفےٰ کمال قسطنطنیہ آ گئے۔ آپ کا قدیم دوست فتحی بک اب فوج سے مستعفی ہو چکا تھا۔ وہ قوات مرتبہ کے ارکان حرب کا صدر تھا۔ بعد میں انجمن اتحاد و ترقی کا جنرل سیکرٹری مقرر ہوا۔ جنگ بلقان کے اختتام پر جب مصطفےٰ کمال قسطنطنیہ پہنچے تو چند ہفتوں کے بعد پایہ تخت بلغاریہ میں آپ کو ترکی سفیر مقیم صوفیہ کا فوجی اتاچی مقرر کیا گیا۔ جہاں سال بھر تک آپ اسی خدمت پر مامور رہے۔

جنگ یورپ :- اتنے میں ۱۹۱۴ء آگیا۔ اور یورپ کی عالمگیر جنگ شروع ہو گئی۔ مصطفےٰ کمال صوفیہ سے واپس چلے آئے۔ آپ ترکی میں جرمن افسر کے مخالف تھے نیز آپ کی رائے تھی۔ کہ ترک اس عالمگیر جنگ میں حصّہ نہ لیں۔ مگر آپ کی توقع پوری نہ ہوئی۔ اور ترکی کو چار و ناچار جرمنی کا ساتھ دینا پڑا۔ مصطفےٰ کمال نے حالات کا گہرا مطالعہ کر کے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ کہ اس جنگ میں جرمنی کو شکست ہو گی۔ جس کے ساتھ ترکی کو بھی نقصان عظیم اٹھانا پڑے گا۔ آخر واقعات نے ثابت کر دیا۔ کہ مصطفےٰ کمال کی رائے کہاں تک صحیح و درست تھی۔

درہ دانیال کی جنگ :- جنگ طرابلس اور جنگ بلقان میں مصطفےٰ کمال کے کارہائے نمایاں کی یاد دلوں میں تازہ تھی۔ اس لئے آپ کو جنگ میں شامل کیا گیا۔ اور لفٹنٹ کرنل کا عہدہ عطا ہوا۔ جرمن جرنیل لیمان وان سانڈرس کے ماتحت ایک فوجی ڈویژن کی کمان آپ کے سپرد ہو گئی۔ برطانی فوجیں درہ دانیال پر حملہ آور تھیں۔ جن میں آسٹریلیا کی فوجوں کے علاوہ ہائی لینڈر، گورکھے اور سکھ فوجی بھی شامل تھے۔ حملہ آور فوج کا کچھ حصّہ جزیرہ نمائے گیلی پولی پر اتر چکا تھا۔ برطانیہ کے بڑے بڑے بیڑے ان کی پشت پر تھے۔ انفرہ کی پہاڑیوں پر قبضہ کے لئے جدوجہد جاری تھی۔ کیونکہ جو فوج ان پر قابض ہو جائے۔ وہی گیلی پولی اور قسطنطنیہ پر حکومت کر سکتی تھی۔ ترکی جمعیت کمزور تھی۔ غنیم کے جنگی جہازوں نے پہلے گولہ باری کی۔ اس کے بعد برطانی فوجیں خشکی پر اتر کر جزیرہ نمائے گیلی پولی کے جنوبی حصہ پر متصرف ہو گئیں جس سے جزیرہ نما کی کنجی برطانی فوجوں کے ہاتھ میں آ گئی۔

ترکی فوجیں اس یورش کی تاب نہ لا سکیں۔ ان کا پلڑا کمزور دکھائی دیا۔ تو جرمن کمانڈر نے کہہ دیا۔ کہ قسطنطنیہ خطرے میں ہے۔ آٹھ گھنٹے کے اندر اندر شہر خالی کر دینا چاہیئے۔ ایسی حالت میں مصطفےٰ کمال نے کہا۔ کہ درہ دانیال کی کمان مختار مطلق کے طور پر میرے حوالہ کر دو۔ جرمن افسروں نے سمجھا کہ مصطفےٰ کمال کو ذلیل کرنے کا اس سے بہتر موقع اور نہ ملے گا۔ چنانچہ درۂ دانیال کی کمان آپ کے سپرد ہو گئی۔ اس حیثیت سے

مصطفیٰ کمال جنگ انفرہ میں شامل ہوئے۔ جو درہ دانیال کی جنگوں میں مہیب ترین جنگ تھی۔ چند روز تک خندقوں میں جنگ ہوتی رہی۔ اور طرفین گولہ باری پر اڑے رہے۔ مگر برطانی فوجیں یہ دیکھکر کہ وہ انفرہ پر قابض نہیں ہو سکتیں پیچھے ہٹ گئیں لیکن درہ دانیال کے جنوبی حصے کی بلندیوں پران کا قبضہ بدستور رہا۔ مصطفیٰ کمال نے دیکھا کہ جب تک ترکی فوجیں برطانی فوجوں کو خشکی پر سے نہ دھکیل دیں خود محفوظ نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے آپ نے حکم دیا۔ کہ ان بلندیوں کو واپس چھین لینا چاہئے۔ اس مقام پر برطانی بیڑے کی توپیں مسلسل گولہ باری کر رہی تھیں۔ اور ترکی فوجیں شبانہ روز کی مسلسل جنگ سے بہت ماندہ ہو چکی تھیں مصطفیٰ کمال کو اطلاع ملی۔ کہ ترکی افواج خندقوں سے باہر نکلنے اور جارحانہ کاروائی کرنے کے قابل نہیں۔ تو آپ ان کا دل بڑھانے کو خندقوں میں تشریف لے گئے۔ اور بلند آواز سے کہنے لگے "بہادرو! تم بہت جلدی کر رہے ہو۔ جلد بازی اچھی نہیں میں خود آگے جاؤں گا۔ جب ہاتھ کھڑا کروں۔ تو سمجھ لینا کہ حملہ کا وقت آ پہنچا ہے۔ اس وقت خندقوں سے باہر آنا۔

ایک روز مصطفیٰ کمال کسی خندق میں کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ کہ ایک بم کا گولہ آپ سے ۲۵ فٹ کے فاصلہ پر پھٹا دوسرا گولہ دو منٹ بعد بیس فٹ پر اور تیسرا گولہ ۱۵ فٹ پر گرا۔ ایک افسر نے آگے بڑھ کر توجہ دلائی۔ کہ دشمن گولے پھینک رہا ہے۔ آپ پیچھے ہٹ جائیے۔ لیکن آپ بولے "میں پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ وقت نکل چکا ہے میں اپنے سپاہیوں کے سامنے بری مثال پیش نہیں کرنا چاہتا" اس کے بعد آپ نے منہ میں سگرٹ لے لیا۔ اور موت کا مردانہ وار انتظار کرنے لگے۔ گو چہرہ قدرے زرد تھا۔ مگر ملک وملت پر جاں نثار کرنے کا جذبہ بھی زوروں پر تھا۔ حساب کے مطابق چوتھا گولہ ٹھیک اسی جگہ گرنا چاہئے تھا۔ جہاں آپ کھڑے تھے۔ خندقوں کی فوج خوف وہراس کی حالت میں آپ کو دیکھ رہی تھی۔ اور بعض پر تو سکتہ طاری تھا۔ کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔ مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ برطانی فوجوں نے چوتھا بم نہ پھینکا۔ اور آپ صحیح سلامت رہے۔

اگلے روز مصطفےٰ کمال تنہا خندقوں سے باہر نکل آئے۔ اور جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔ تھکی ماندہ ترکی فوجوں کے حوصلے اس جراُت اور دلیری سے بڑھ گئے۔ سپاہی بھی جوش جراُت سے دیوانہ ہو کر خندقوں سے نکلے اور جنوبی بلندیوں پر چڑھ گئے۔ غنیم اس حملے کی تاب نہ لا سکا اور مورچے خالی کر گیا۔ اس حملے میں ایک گولی آپ کی گھڑی میں لگی اور وہ چکنا چور ہو گئی۔ بعد میں جب مصطفےٰ کمال اس عظیم الشان فتح و نصرت کی تفصیل جنرل لیمان وان سانڈرس کے سامنے پیش کر رہے تھے۔ تو ایک چھوٹے افسر نے بڑھ کر آپ کی شکستہ گھڑی پیش کر دی۔ جرمن جرنیل نے فوراً اپنی گھڑی اتار کر مصطفےٰ کمال کی کلائی پر باندھ دی۔

الغرض درۂ دانیال میں آپ نے وہ حربی استعداد و قابلیت دکھائی۔ کہ ہر ایک دنگ رہ گیا۔ ہر جگہ فتح و نصرت نے آپ کے قدم چومے۔ درہ دانیال اور گیلی پولی کے دوسرے حصوں سے بھی آپ نے دشمن کو نکال دیا۔ یہ خدمات اتنی قابلِ قدر تھیں۔ کہ آپ کو ان کے صلے میں پاشا کا خطاب عطا ہوا۔

گیلی پولی کے محاذ سے فارغ ہونے کے بعد ڈویژن جرنیل کی حیثیت سے آپ دیار بکر کے اطراف میں بھیجے گئے۔ جہاں روسی افواج کو شکست دے کر ترکی علاقے واپس چھین لئے گئے۔ یہ سولھواں ڈویژن دوسری فوج سے تعلق رکھتا تھا جس کے سپہ سالار احمد عزت پاشا تھے۔ ایک مدت تک آپ پاشا ئے موصوف کی نیابت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

مہم حجاز: اس اثنا میں شریف مکہ نے بغاوت کی۔ اور ایک ترکی مہم حجاز کے لئے تیار ہوئی جس کی سپہ سالاری مصطفےٰ کمال کے سپرد ہوئی۔ لیکن آپ دمشق پہنچے تو جنرل اسٹاف کے ارکان سے گفتگو کی۔ نیز انور پاشا اور ان کی جنگی کونسل سے بھی بات چیت ہوئی جس میں مصطفےٰ کمال نے زور دیا کہ حجازی مہم غیر مفید ہے۔ بالآخر بڑی رد و کد کے بعد مصطفےٰ کمال کا مشورہ تسلیم کر لیا گیا۔ اور قرار پایا گیا۔ کہ حجاز خالی کر دینا چاہیے۔ اور تمام جنگی قوت شام میں جمع کر دینی چاہیے۔ جہاں زیادہ خطرہ ہے

چنانچہ مصطفےٰ کمال حجاز نہ گئے۔ اور شام ہی میں رہ گئے۔
اس کے بعد طور سینا کے میدان میں مصطفےٰ کمال کو جانا پڑا۔ جہاں جرنیلوں سے ملاقات کی۔ اور تمام حالات معلوم کرلئے۔

مہم بغداد۔ واپسی پر مصطفےٰ کمال کو دوسری فوج کا سپہ سالار بنایا گیا۔ جس کا صدر مقام دیار بکر تھا۔ اسی فوج میں سے ایک اور فوجی جمعیت "جیش صاعقہ" کے نام سے مرتب کی گئی۔ اور اس کے ذمے بغداد کی تسخیر رکھی گئی۔ اس کی سپہ سالاری بھی مصطفےٰ کمال کے سپرد ہوئی۔ لیکن آپ حجازی مہم کی طرح اس بغدادی مہم کے بھی مخالف تھے۔ کیونکہ فوجی قوت ناکافی تھی۔ اور بغداد کی دوبارہ تسخیر ناممکن۔ مصطفےٰ کمال نے مشورہ دیا۔ کہ "جیش صاعقہ" کی ترتیب و اجتماع دیار بکر کی بجائے حلب کے اطراف میں ہو تاکہ ضرورت کے وقت وہ "ریزرو فوج" کا کام دے۔ اور ملک کو دشمن کے حملوں سے بچا سکے۔ بالآخر یہ بات بھی طے ہو گئی۔ اور بغدادی مہم کی بجائے ساتویں اور چھٹی فوج سے ملا کر ایک اور فوج مرتب کی گئی۔ اور اس کی قیادت جرنیل فاکن ہین کے سپرد ہوئی۔ جو جرمنی سے خاص اسی غرض سے آئے تھے۔

محاذ سینا۔ جب جرنیل فاکن ہین کو یقین ہو گیا۔ کہ بغداد پر حملہ ناممکن ہے۔ تو انہوں نے یہ تجویز پیش کر دی۔ کہ چوتھی فوج اور شام کی تمام افواج ان کے ماتحت کر دی جائیں۔ جو ساتویں فوج کے ساتھ مل کر حدود سینا پر ایک عام حملہ کر دیں۔ مصطفےٰ کمال نے اس تجویز کی مخالفت کی۔ آپ کی رائے میں ترکی افواج میں حملہ کی ہمت نہ تھی۔ اور ضروری تھا کہ بقیۃ السیف سپاہ کی حفاظت کی جائے۔ مدافعت کی طیاری ہو۔ اور طور سینا کے میدان کو ہر ممکن طریقے سے مضبوط بنایا جائے۔ لیکن مصطفےٰ کمال کی تجویزیں بے کار گئیں۔ اور کسی نے ان پر توجہ نہ کی۔ ناچار آپ نے فوجی قیادت سے استعفےٰ دے دیا۔ کیونکہ آپ کو پسند نہ تھا۔ کہ ملک و قوم پر دیدہ دانستہ کوئی مصیبت لائیں۔ چنانچہ آپ نے ایک تحریری یادداشت مرتب کی۔ جس میں تمام امور بالتفصیل درج کر دیئے اور اسے حکام بالادست کے پاس بھیج دیا۔ وزارت

جنگ نے استعفا منظور نہ کیا۔ مگر مصطفٰے کمال کی ثابت قدمی دیکھ کر آخر ماننا ہی پڑا۔

بعد ازاں مصطفٰے کمال سے خواہش کی گئی کہ دیاربکر جائیں۔ مگر آپ نے صاف صاف کہہ دیا۔ کہ جب تک ان امور کا فیصلہ نہ ہو۔ جو تحریری یادداشت میں درج ہیں۔ ممکن نہیں کہ کوئی مخلص آدمی سلطنت کی خدمت گذاری کے لئے تیار ہو۔ اس کا جواب نہیں ملا۔ نیز مصطفٰے کمال نے دیاربکر کی افواج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔

انور پاشا کی خدمت میں ضروری مکتوب:۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۷ء کو مصطفٰے کمال نے انور پاشا وزیر جنگ کی خدمت میں ایک مکتوب ارسال کیا جس میں موجودہ جنگی حالت کا نقشہ پیش کر کے جرمنی سے علیحدگی کا مشورہ دیا گیا تھا خط کے آخر میں فاکن ہین کی جانبدارانہ سرگرمیوں کا بھی تذکرہ تھا۔

سیاحت جرمنی:۔ انور پاشا نے اس کے جواب میں مصطفٰے کمال کو محاذ جنگ سے واپس بلا لیا۔ اور ولی عہد ترکی کی خدمت میں جو جرمنی جا رہے تھے رہنے کا حکم دیا۔ نیز محاذ فلسطین کی زمام قیادت فاکن ہین کے سپرد کر دی مصطفٰے کمال کو اب جرمن افواج اور فرانس کے جنگی میدانوں کے مشاہدے کا موقع ملا علاوہ بریں آپ نے مارشل ہنڈن برگ اور لوڈنڈراف سے طویل ملاقاتیں کیں جس سے آپ کو پوری طرح یقین ہو گیا۔ کہ جو کچھ آپ نے اپنی یادداشت میں لکھا تھا صحیح ہے اور اوائل جنگ کی یہ پیش گوئی بھی درست نکلے گی۔ کہ جرمنی اور اس کے تمام اتحادیوں کو شکست اٹھانا پڑے گی۔

دوران سفر میں مصطفٰے کمال بیمار پڑ گئے۔ مجبوراً قسطنطنیہ واپس آ گئے۔ جہاں دو ماہ تک علاج کراتے رہے۔ جب آرام نہ ہوا۔ تو وائنا چلے گئے۔ اور ایک مدت چشمہ کارلسباد ،، پر گذاری صحت کے بعد جب پھر قسطنطنیہ آ گئے۔ تو سیاسی حالت بہت خراب پائی۔ فوج اور شہر کی تمام آبادی بھوک سے مر رہی تھی۔ غذا کا کہیں وجود نہ تھا۔ اور خوفناک قحط سروں پر منڈلا رہا تھا۔ جرنیل فاکن ہین اپنی مہم میں ناکام رہنے

کے بعد جرمنی واپس جا چکے تھے۔ اور ان کی جگہ لیمان وان سانڈرس دوسرے جرمن جرنیل مقرر ہو چکے تھے۔

ساتویں فوج کی قیادت:۔ آسٹریا سے آئے چند روز ہی گذرے ہوں گے۔ کہ مصطفیٰ کمال کو وزارت جنگ میں بلایا گیا۔ جہاں دو جرمن جرنیلوں سے آپ کی ملاقات کرائی گئی۔ گفتگو سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کو ساتویں فوج کی قیادت کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ مصطفیٰ کمال جانتے تھے۔ کہ انتظامات مکمل نہیں۔ مگر چونکہ سلطنت خطرات سے گھر چکی تھی۔ قیادت منظور کر لینے کے سوائے کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ چنانچہ آپ نابلس روانہ ہو گئے۔ جہاں ساتویں فوج کی قیادت کے فرائض سر انجام دینے تھے۔ یہ وہی فوج تھی جس سے آپ کچھ مدت پہلے مستعفی ہوئے تھے۔

حلب کا خونیں معرکہ:۔ اس واقعہ کے دس روز بعد طور سینا و فلسطین کے محاذ پر دشمن کا عام حملہ شروع ہو گیا جس میں آٹھویں فوج کو شکست ہو گئی جو مصطفیٰ کمال کی فوج کے میمنہ پر تھی۔ ایسی حالت میں یہی مناسب سمجھا گیا۔ کہ تمام فوجیں پیچھے ہٹا لی جائیں اور شکست خوردہ سپاہ کو سنبھال کے واپس لے جائیں۔ چنانچہ اس میں بہت حد تک کامیابی حاصل ہوئی

اسی اثناء میں آپ کو ریاق جانے کا حکم ملا وہاں پہنچے۔ تو اتنی فوج نہ پائی۔ جو کسی بڑے معرکے میں لڑائی جا سکے۔ مجبوراً آپ پھر ساتویں فوج کے ہیڈ کوارٹر میں واپس آ گئے۔ اور اسے حلب کے اطراف میں جمع کر کے اچھی طرح تیار کیا۔ اس کے بعد حلب کا وہ عظیم الشان خونیں معرکہ پیش آیا جس میں اس فوج نے محیر العقول شجاعت ظاہر کی۔ اور دشمن کو بری طرح پسپا کر دیا۔

اس معرکہ کے اختتام پر جرنیل لیمان وان سانڈرس بھی پیچھے ہٹنے لگے۔ جس پر مصطفیٰ کمال کو دوبارہ ساتویں فوج سے جدا ہونا اور جیوش صاعقہ کی سپہ سالاری قبول کرنا پڑی۔ یہ فوجیں اطنہ میں تھیں۔ چنانچہ آپ وہاں چلے گئے۔

التوائے جنگ کا معاہدہ:۔ اس اثناء میں معلوم ہوا۔ کہ التوائے

جنگ کی تجویز ہو چکی ہے۔ اور رؤف بے حکومت عثمانیہ کی طرف سے عارضی صلح نامہ پر دستخط کرنے کو سیوراس جارہے ہیں۔ اس پیغام کا مطالعہ کرتے ہی مصطفےٰ کمال کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ اور نظروں میں سارا عالم تاریک ہو گیا۔ آخر ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو سلطنت عثمانیہ جنگ سے دست بردار ہو گئی۔ قوم پرست لیڈر قید یا جلاوطن کر دیئے گئے یا وطن سے خود بخود نکل گئے۔ اس معاہدے کے بعد ہی وزارت بھی ٹوٹ گئی مصطفےٰ کمال کی خواہش تھی۔ کہ نئی وزارت کی ترتیب و تشکیل اور دوسرے کاموں میں آپ سے صلاح و مدد لی جائے۔ لیکن اس کے بغیر ہی نئی وزارت بنالی گئی۔ اور آپ کو دارالخلافہ میں طلب کیا گیا۔ یہ بھی بہت دنوں تک قائم نہ رہی اور ٹوٹ گئی۔ اس پر مصطفےٰ کمال خود دارالخلافہ پہنچے کہ وہاں کے حالات بچشم خود دیکھیں۔

قسطنطنیہ میں اتحادی اثر:

قسطنطنیہ پہنچ کر دیکھا کہ ہر طرف اتحادیوں خصوصاً انگریزوں کا دور دورہ ہے اور سلطنت کے تمام سیاہ و سفید کے وہی لوگ مالک ہیں معززین ملک ارکان حکومت اور پارلیمنٹ کے ممبر جو پارلیمنٹ کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے بیکار ہو گئے تھے۔ سب کے سب بد حواس اور ناامید ہیں۔ اور ظلم و ستم کی کڑیاں جھیل رہے ہیں۔

مصطفےٰ کمال جیسا بہادر غیور اور آزاد شخص اس دور استبداد کو کیسے گوارا کر سکتا تھا۔ قوم کی پائمالی اور ذلت کو دیکھ کر بہت کڑھا۔ آخر ش یہ فکر دامنگیر ہوئی۔ کہ سلطنت کو کس طرح بچایا جائے۔ اور دارالخلافے کو اغیار کے اثر و تسلط سے کیسے نجات دلوائی جائے۔ دل و دماغ نے یہی صلاح دی کہ ملک کی عزت اور امن و امان کی بحالی کے لئے ایک زبردست نئی ترکی فوج تیار کرنی چاہئے۔ جو ترکی قوم کی آزادی کی روایات کو از سر نو تازہ کر دے۔ لیکن یاس انگیز ماحول میں لوگوں کو یہ تجویزیں خوابِ پریشاں سے زیادہ وقیع نظر نہ آتی تھیں۔

آپ کے علاوہ اور بھی بہت سے غیرت مند صاحب تھے جنہیں ملک و ملت کی آزادی کی فکر تھی۔ اور جنھوں نے اپنی اپنی علیحدہ کمیٹیاں بھی بنا رکھی تھیں۔ یہ لوگ اپنی

اپنی تجویزیں کرتے تھے۔ مصطفےٰ کمال ایسے بہت سے احباب سے ملے۔ ان کی تجویزیں معلوم کیں۔ مگر ان میں کوئی تجویز حسب دلخواہ یا کارآمد نہ پائی۔ آخر آپ کو یقین ہو گیا کہ صحاب مذکور سے کوئی امداد نہ ملے گی۔ اور ان میں سے کوئی بھی ساتھ نہ دیگا۔ بعض دوست اعتراض کرنے لگے کہ جب یہ تجویزیں اور یہ آدمی کام کے نہیں تو پھر آپ کو کیسے کامیابی ہو گی؟"

مصطفےٰ کمال انہیں کوئی جواب نہ دیتے۔ آپ کو یقین تھا۔ کہ ایک طاقت اور بھی ہے جو کامیاب بنا سکتی ہے اور وہ طاقت وہ ہے جسے قوم کہتے ہیں مصطفےٰ کمال کو اپنی قوم پر پورا بھروسہ تھا کہ وہ چاہے تو ملک کو اغیار کی دست برد سے بچا سکتی ہے مصطفےٰ کمال کے یہ خیالات بے بنیاد نہ تھے آپ اتحادیوں کی سرشت اور نیت سے واقف تھے۔ آپ جانتے تھے کہ انہوں نے ترکوں کی آزادی چھین لینے کا قطعی ارادہ کر لیا ہے اور قوم اس حقیقت سے بے خبر ہے دار الخلافہ کی سخت نگرانی کی جاتی ہے۔ اتحادیوں نے آزادی پسند لیڈروں کو یا تو نظر بند کر لیا ہے یا وہ حالات سے مجبور ہو کر از خود خیانت پر اتر آئے ہیں اس لئے قوم تک یہ حقیقت نہیں پہنچ سکتی۔

التوائے جنگ کے بعد جب مصطفےٰ کمال اطنہ سے قسطنطنیہ میں پہلی مرتبہ پہنچے ہیں۔ تو آپ کو کئی انگریز، فرانسیسی اور اطالوی ذمہ دار افسروں سے ملنے کا اتفاق ہوا تھا۔ ان کی گفتگو سے بھی مذکورہ بالا خیالات کی تصدیق ہوئی۔ مصطفےٰ کمال ان سے کہتے تھے "کہ جنگ میں ہماری شرکت ناگزیر تھی کیونکہ تم ہمیں غیر جانبدار رہنے نہ دیتے۔ پھر تمہارے ساتھ روسی زاریت تھی۔ ہم تم سے یہ بحث نہیں کرنا چاہتے۔ کہ شکست کی سزا ہمیں کیا ملنی چاہیئے لیکن جو مسئلہ کبھی کبھی معرض بحث میں نہیں آسکتا وہ ترکی قوم کی آزادی و استقلال کا مسئلہ ہے۔" غیر ملکی فوجی افسروں کی طرف سے ان باتوں کا جو جواب ملتا۔ وہ مبہم و مشتبہ ہوا کرتا تھا۔

ان لوگوں کی نیت ان کے اعمال سے صاف ظاہر تھی قسطنطنیہ میں اتحادی سپاہی اور افسر طرح طرح کی وحشیانہ حرکتیں کرتے تھے ترکوں کو ذلیل سمجھتے تھے اور بات بات میں یہ ظاہر کرتے تھے گویا وہ آقا اور ترک زرخرید غلام ہیں۔ اس وقت قسطنطنیہ

میں سلطان سے لے کر ادنیٰ ترک تک سب اتحادیوں کی قید میں تھے۔ اور سب کے سب شرمناک برتاؤ کے مستحق سمجھے جاتے تھے مصطفٰے کمال بھی اس نادر اسلوک سے مستثنیٰ نہ تھے۔ مگر کیا کرتے آپ کی یہی تمنا رہی کہ کوئی رفیق و معاون مل جائے۔ جو تذلیل و تحقیر کے اس دور کو جلد دور کرے قسطنطنیہ میں اس وقت بھی بہت سے غیرت مند ترک تھے جو آزادی کے لئے مضطرب نظر آتے تھے مگر ان کا خیال تھا کہ آزادی کی راہیں قسطنطنیہ میں ہی ملیں گی۔ چنانچہ وہ تجویزوں پر تجویزیں کرتے تھے جو سب ناکام رہتی تھیں یہاں تک کہ اکثر ناامید ہو کر تیار تھے کہ اجنبی حکم برداری قبول کرلیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک زندگی کی اور کوئی سبیل باقی نہ تھی۔ لیکن ایسا کرنا خود کو حلقہ بگوش غلام بنانا تھا۔

قسطنطنیہ سے ہجرت:۔ الغرض جب دارالخلافے میں اتحادیوں کے مظالم حد سے بڑھ گئے۔ اور بے روک ٹوک دراز دستیاں ہونے لگیں تو مصطفٰے کمال کے لئے وہاں ٹھہرنا ناممکن ہو گیا۔ اور آپ نے مصمم ارادہ کرلیا کہ اناطولیہ پہنچکر ترکی قوم کو تمام حالات سے آگاہ کر دیں اور ضرورت ہو تو ملک و ملت کی خدمت میں اپنی جان تک نثار کر دیں۔ کیونکہ اس کے بغیر ملک و ملت کی آزادی کی کوئی راہ نہیں۔

آپ نے اس ارادے کا اظہار بعض احباب سے کیا۔ اور ان کی سعی و اعانت سے آپ کو کامیابی ہوئی اناطولیہ جانے کی راہ نکل آئی۔ داماد فرید پاشا کی حکومت نے آپ سے درخواست کی۔ کہ اناطولیہ پہنچ کر فوج کے انسپکٹر جنرل کے فرائض انجام دیں۔

قصر خلافت میں دلسوز نظارہ:۔ رخصت ہوتے ہوئے مصطفٰے کمال قصر خلافت میں حاضر ہوئے سلطان وحیدالدین محمد سادس نے شرف باریابی بخشا۔ محل کی کھڑکیاں کھلی تھیں سمندر کی نیلگوں سطح سامنے تھی۔ اتحادی بیڑے اس کے سینے پر سوار تھے۔

ایک انگریزی ڈریڈناٹ اپنی توپوں کا رخ محل کی جانب کئے کھڑا تھا سلطان اس کی طرف انگلی سے اشارہ کرکے مصطفٰے کمال سے مخاطب ہوئے۔

"یہ دیکھتے ہو۔ آہ میرا دل خون ہوتا ہے۔ افسوس عظیم الشان ترکی قوم اب اس حالت

کو پہنچ گئی ہے۔ کہ اس کا سلطان دشمنوں سے گھرا ہوا ہے اور اس کی زندگی ان
نوجوں کے رحم پر ہے مصطفٰے تم اناطولیہ جا رہے ہو میری دعا ہے کہ خداوند تعالےٰ
تمہارا رفیق و مساعد ہو۔ ترکی قوم سے کہنا کہ تمہارا سلطان اس حال میں ہے۔
سلطان کی اس درد بھری گفتگو نے مصطفٰے کمال جیسے غیور کا دل پاش پاش کر
دیا۔ آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ اسی وقت یہ ارادہ اور محکم ہو گیا کہ خواہ کچھ بھی ہو ملک و
قوم کو ضرور آزاد کرنا چاہیئے۔

سمرنا پر یونانی حملہ:۔ سفر سے پہلے آپ باب عالی میں بھی گئے۔ اس روز سمرنا پر
یونانی حملے کی خبر آئی تھی۔ جس سے وزراء سخت بدحواس تھے۔ ان کا پرائیویٹ جلسہ ہو رہا
تھا۔ جونہی مصطفٰے کمال کی آمد کی اطلاع ہوئی جلسہ ملتوی کر دیا گیا۔ بعض وزراء نے بڑی پریشانی کر
پوچھا "اب کیا کرنا چاہیے؟"

مصطفٰے کمال نے جواب دیا "مضبوطی سے کھڑے ہو جاؤ"۔
وہ کہنے لگے "یہاں کیسے کھڑے ہو جائیں؟"
مصطفٰے کمال نے کہا "جو کچھ یہاں کر سکتے ہو۔ کرو پھر مجھ سے آملو"۔

قوم کی بیداری:۔ مصطفٰے کمال اناطولیہ پہنچے تو یہ دیکھ کر خوش ہوئے کہ ترکی
قوم سو نہیں رہی۔ ہر طرف بیداری کے آثار پائے جاتے ہیں۔ لوگ سرفروشی کے لئے مستعد
ہیں۔ اور جا بجا آزادی وطن کی خاطر انجمنیں بن رہی ہیں۔ آپ نے تمام فداکاران ملت
کو دعوت دی۔ جو لوگ دل میں ملک و قوم کا حقیقی درد رکھتے تھے۔ مدافعت وطن کے لئے
متحد ہو کر مصطفٰے کمال کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے۔ انجمنیں ایک سیاسی لڑی میں گوندھ
دی گئیں سب کا ایک ہی دستور العمل بنایا گیا۔ اس میں کامیابی کی زیادہ تر وجہ یہ تھی۔
کہ مصطفٰے کمال جنگی انسپکٹر تھے۔ اور عہدے کا اثر بہت ہوتا ہے۔
مصطفٰے کمال کا دل ان مظالم سے جو یونانی سمرنا پر توڑ رہے تھے خون ہو رہا تھا۔
اس لئے آپ نے قوم کی تنظیم میں کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ پراگندہ
قوتوں کو ایک مرکز پر جمع کیا۔ لوگوں کو اتفاق و اتحاد کے رشتہ میں جوڑا۔ ٹوٹی ہوئی

توپوں اور ناقص سامان حرب کی مرمت کی۔ اور بظاہر ایک شکست خوردہ بے سرو سامان اور مفلوک الحال قوم کو جس کی آخری تباہی پر مہر ثبت کرنے کے لئے دول یورپ قسطنطنیہ پر قابض تھیں۔ محیر العقول قوت کے ساتھ از سر نو تیار کر لیا۔ ترکی خواتین نے بھی اس قومی استعمار میں مردانہ وار حصہ لیا۔ اور فوج میں بھرتی ہو کے معمولی کاموں میں مردوں کا ہاتھ بٹانے کو یونانی حملہ آوروں کے مقابلے میں میدانِ جنگ میں جا پہنچیں۔

یونانیوں کا مقابلہ:۔ یونانی فوجیں سمرنا پر قبضہ کرنے کے بعد اندرونی علاقے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ جن کی تعداد تین لاکھ سے کم نہ تھی۔ یہ تازہ دم ہونے کے علاوہ بہترین اسلحہ اور سامانِ حرب سے مسلح تھیں۔ یونانی بھوکے درندوں کی طرح ٹوٹ کے گرتے تھے۔ ترکی آبادیاں ویران کرتے مکانوں کو آگ لگاتے۔ اور جوان و پیر کو نشانہ بندوق بنا رہے تھے۔ عسکی شہر پر ترکی فوجیں کچھ مدت تک اس بلائے عظیم کے مقابلہ میں اڑی رہیں۔ مگر آخر کار پسپائی پر مجبور ہوئیں۔ غازی مصطفٰے کمال عسکی شہر میں خود موجود تھے۔ ترکی فوج نہایت سلیقہ اور ہوشیاری کے ساتھ دشمن کی اطلاع کے بغیر پیچھے ہٹی۔ غازی موصوف سب سے آخری گاڑی میں سوار ہونے کے لئے پیچھے رہ گئے۔ رات تاریک تھی۔ عصمت پاشا آپ کے ساتھ تھے جو عسکی شہر چھوڑنے پر غمزدہ تھے۔ مصطفٰے کمال نے کہا "عصمت گھبرانے کی کیا بات ہے عسکی شہر ہو یا کوئی اور شہر۔ اس سے غرض نہیں۔ اصل غرض فوج سے ہے۔ جو بالکل محفوظ ہے۔"

ستر میل لمبا محاذ جنگ:۔ یونانی اپنی ابتدائی کامیابیوں کے نشے میں بڑھتے بڑھتے انگورا (دار السلطنت) سے چالیس پچاس میل دور رہ گئے۔ اور ان کے تقریباً تین لاکھ سپاہی ستر میل محاذ جنگ پر پھیل گئے۔ یہاں ترک بھی مقابلے میں جمے ہوئے تھے۔ بڑی خونریز جنگ تھی جو دنیا کی دس عظیم ترین جنگوں میں سے ایک سمجھی جاتی ہے۔ یونانی جارحانہ کارروائی کر رہے تھے۔ ترک صرف مدافعت پہ تلے ہوئے تھے یونانی حملہ شب و روز دو ہفتہ تک پورے زور کے ساتھ جاری رہا جس میں یونان کا قدم آگے ہی آگے سرکتا جاتا تھا۔ ترک اپنی تمام قوتوں اور اپنی تمام روایتی بہادریوں کے ساتھ چپہ چپہ

زمین کے لئے جنگ کر رہے تھے عصمت پاشا ترکی افواج کے کماندار تھے نہیں عسکی شہر چھوڑنے کا بے حد صدمہ تھا۔ چاہتے تھے کہ اس شکست کا بدلہ لیں فیضی پاشا چیف آف جنرل سٹاف تھے۔ جو غیر معمولی قابلیت کے تجربہ کار جرنیل تھے۔ یورپ کے نامہ نگار انہیں جن کہا کرتے تھے۔ کیونکہ فیضی پاشا کے کارنامے جنات کے افسانوں سے کم نہیں تھے فیضی پاشا کی شخصیت گرانڈیل ہیبت ناک اور پر رعب تھی۔ جو کسی ہنڈن برگ اور کسی لوڈنڈراف سے کم نہیں تھی۔

مصطفےٰ کمال کی رہنمائی: ۔ محفوظ ترکی فوج اور سامانِ جنگ رفعت پاشا کے زیر کمان تھا جن کی انتظامی قابلیت اور فوجی قیادت انہیں اس منصب جلیلہ پر لے آئی تھی۔ ان سب پر مصطفےٰ کمال پاشا رہنمائی کے لئے موجود تھے جو ایک کسان کے ٹوٹے پھوٹے ... پڑی میز پر نقشہ جنگ لئے بیٹھے رہتے بے سروسامانی کی یہ حالت تھی کہ ترکی فوج میں صرف ایک ہی گیس لیمپ تھا۔ جو اس کمرے میں موجود تھا۔ تاکہ نقشہ جنگ بخوبی ملاحظہ کیا جا سکے مصطفےٰ کمال کی غیر حاضری میں عارف بے نقشہ کا کام کرتے تھے۔ ان کی وضع قطع مصطفےٰ کمال سے بالکل ملتی جلتی تھی۔ وہی رنگ وہی ڈھنگ وہی آنکھیں وہی کھنویں۔ انہوں نے جرمنی میں فوجی تعلیم پائی تھی مصطفےٰ کمال پاشا نے انہیں اس لئے نقشہ پر نشان لگانے کو مقرر کر رکھا تھا۔ کہ ان کی غیر حاضری میں کام مسلسل چلتا رہے۔ اور اس کا اچھا اخلاقی اثر پڑے۔

مصطفےٰ کمال بہت کم سونے کے عادی تھے دن رات میں بمشکل چار پانچ گھنٹے سوتے اور برابر ۱۹۔۲۰ گھنٹے کام کرتے رہتے تھے۔ خندقوں میں جا کر سپاہیوں کا حوصلہ بڑھاتے، خود مشین گنیں، توپیں اور بندوقیں اپنے ہاتھ سے چلاتے۔ تمام چھوٹے چھوٹے افسروں کو احکام دیتے۔ دشمن کی ہر حرکت کا مطالعہ کر کے جوابی تدبیر سوچتے۔ اور اسی قسم کے بہت سے فرائض انجام دیتے تھے۔ جو صرف ایک ان تھک انسان ہی کا خاصہ ہے۔

یونانیوں کو شکست: ۔ پندرہ روز کے بعد نصف شب کے وقت فیضی پاشا نے مصطفےٰ کمال کو ٹیلیفون کیا۔ کہ دشمن کا حملہ کمزور ہو رہا ہے مصطفےٰ کمال نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ہمارا اندازہ صحیح نکلا"!

اسی وقت مصطفےٰ کمال ترکی لائنوں میں پہنچ گئے۔ اور مدافعت کی بجائے جارحانہ پہلو اختیار کر لیا۔ یونانی اس ترکی حملہ کو صرف پانچ روز تک روک سکے۔ اس کے بعد ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ شکست کھا کے بھاگے۔ تو عسکی شہر پر جا دم لیا۔ یہاں پھر دوسری جنگ شروع ہوئی جس میں ترکوں کا بول بالا ہوا۔ اور یونانی سمرنا سے بھی بھاگ گئے۔ اس فتح عظیم میں ترکوں کو سات سو بڑی میدانی اور کوہستانی توپیں۔ دو ہزار مشین گنیں گیارہ ہزار ہوائی جہاز ساڑھے نو سو موٹر گاڑیاں، اسی ہزار بندوقیں اور لاکھوں فوجی خیمہ خرگاہ وغیرہ ہاتھ آئے۔ یونانی قیدیوں کی تعداد بھی ساٹھ ہزار سے کم نہ تھی۔ مصطفےٰ کمال اب فاتح سپہ سالار کی حیثیت سے بڑھتا بڑھتا سمرنا کی پہاڑیوں پر پہنچا۔ تو دیکھا کہ ترکی قلعہ آگ کے شعلوں سے گھرا ہوا ہے۔ یونانیوں نے بھاگنے سے پہلے قلعہ کو آگ لگا دی ہے۔ ادھر سمرنا کے سمندر میں ساحل سے ایک میل پرے انگریزوں کے شکست خوردہ سپاہی "ملکہ الزبتھ" جہاز پر کھڑے ہوئے حسرت آمیز نگاہوں سے ترکی کا دور جدید دیکھ رہے تھے۔

آستانہ میں طلبی :۔ اناطولیہ پہنچ کر مصطفےٰ کمال اس لئے بھی شب و روز تنظیم قوم کے کام میں مشغول تھے۔ کہ ان سرگرمیوں کی اطلاع جوں ہی پایہ تخت پہنچے گی۔ ان کے چلتے کام میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالی جائیں گی۔ اس لئے آپ کے نزدیک وقت کا ایک ایک لمحہ بہت قیمتی تھا۔ چنانچہ آپ کا خیال صحیح نکلا۔ اور دارالخلافہ میں یہ بات جلد ہی مشہور ہو گئی۔ کہ آپ اناطولیہ کے اندر اتحادیوں کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ اس پر آپ کو دارالخلافہ میں طلب کیا گیا مصطفےٰ کمال نے نہ صرف جانے سے انکار کر دیا۔ بلکہ اپنا استعفیٰ بھی بھیج دیا۔ پھر آپ پر بہت زور ڈالا گیا طمع دلائی گئی۔ ڈرایا گیا کہ کسی طرح آپ پایۂ تخت میں پہنچیں۔ مگر آپ نے صاف انکار کر دیا۔ ناچار سلطان کی طرف سے پیغام آیا۔ "میری ذمہ داری پر چلے آؤ۔ جب چاہو گے واپس جا سکو گے"۔ لیکن آپ برابر انکار پر اڑے رہے۔ البتہ سلطان کو کہلا بھیجا۔ "میں ضرور حاضر ہوتا مگر ساحل تک پہنچنے کے لئے

میرے موٹر میں تیل نہیں ہے۔ مصطفیٰ کمال کا انکار اس وجہ سے تھا۔ کہ آپ کو دشمنوں کے ارادے کی اطلاع تھی۔ وہ بلا کر کبھی واپس نہ آنے دیتے۔ اور آپ کا بھی وہی حشر ہوتا جو اکثر محب وطن ترکی افسروں کا اتحادیوں کے ہاتھوں ہو چکا تھا۔

پہلی آزاد کانفرنس:۔ ملازمت سے مستعفی ہو کر مصطفیٰ کمال ارض روم پہنچے۔ اور جولائی ۱۹۱۹ء میں ایک آزاد فرد قوم کی طرح اس سیاسی کانفرنس میں شریک ہوئے جس میں آزاد ترکی سلطنت کی تمام تجویزیں طے ہو گئیں۔ اور قومی کارکنوں کے لئے دروازۂ عمل کھل گیا۔ اس مجلس میں یہ بھی قرار پایا کہ منظور شدہ تجاویز، ملک میں عام طور پر مشتہر کرنے کے لئے سیواس میں ایک اور کانفرنس کی جائے۔ اور اس کے لئے ایک علیحدہ مجلس منتظمہ بنا دی جائے۔ اس پہلی مجلس میں آپ کے ساتھ رفعت بے اور علی فواد پاشا بھی شامل تھے۔ اور مجلس کا دستور العمل ان تینوں اصحاب نے تجویز کیا تھا۔

قومی مجلس کے محرکات:۔ اس اثناء میں قسطنطنیہ کے اندر دوبارہ پارلیمنٹ بن گئی تھی۔ اور اس نے اپنے جلسے بھی شروع کر دیئے تھے۔ مگر پایۂ تخت اور پارلیمنٹ پر اجنبی اقتدار تھا۔ اور اس میں کوئی کارروائی آزادی سے نہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے مصطفیٰ کمال اور اس کے ساتھیوں نے ضروری سمجھا کہ اناطولیہ میں ترکی اقوام کی ایک علیحدہ قومی مجلس قائم کر دی جائے۔ جو ملک و قوم کی اصل نمایندہ ہو اور پوری آزادی سے کام کر سکے۔

اس زمانے میں مصطفیٰ کمال اور ان کے چند دوست شب و روز اسی فکر میں رہتے تھے۔ کہ ملک و ملت کو کس طرح غلامی سے نجات دلائیں۔ ملک کی اصل پوزیشن کیا ہے قوم میں کہاں تک ہمت و قوت ہے۔ اور وہ آزادی کی تحریک میں کہاں تک ساتھ دے سکتی ہے بعض اوقات ان لیڈروں کے دلوں میں امید کی یہ جھلک نمودار ہوتی تھی۔ کہ ملک میں گمراہی پھیلی ہوئی ہے۔ اگر وہ دور ہو جائے۔ اور لوگ اپنی صحیح پوزیشن کو محسوس کر لیں تو نجات و فلاح یقینی ہو سکتی ہے۔ ترکی قوم ازبس کہ شجاع اور باہمت ہے۔ اس کی صحیح رہنمائی کی جائے مخلصانہ مشورہ دیا جائے پھر زبردست قیادت بھی ہو جو صدیوں سے انہیں نہیں ملی۔ تو ترکی قوم اغیار کی دستبرد اور اجنبی اقتدار کے جوئے سے جلد

مخلصی پاسکتی ہے۔

دو انتظامی مرکز:۔ مصطفےٰ کمال پاشا جو سوچتے تھے۔ اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ مذکورہ بالا ادھیڑبن میں آپ عمل کی طرف سے غافل نہیں رہے۔ آپ نے فطری مستعدی اور چابکدستی سے نظم و نسق کے دو مرکز قائم کئے۔ ایک مرکز میں علاقہ ایدین کے باشندے اور وہ رضاکار شامل تھے۔ جو انگریزی اور یونانی فوجوں کے خلاف اپنی پوری طاقت سے لڑنے مرنے کو تیار تھے۔ دوسرا مرکز زیادہ مضبوط تھا۔ یہ مشرقی علاقوں کے ان استحکامات اور قلعہ بندیوں میں واقع تھا جہاں مجاہدین کی باقاعدہ فوج پناگزین تھی اور اس کے گردونواح میں طاقتور اور مضبوط باشندے آباد تھے۔

بندرگاہ صامسون کی حفاظت:۔ مصطفےٰ کمال نے اپنے رفیق کار رفعت بے کو جنہیں آج دنیا رفعت پاشا کہتی ہے۔ اور جو نہایت قابل افسر ہیں۔ یہ کام سپرد کیا کہ جس طرح بھی ہو سکے وہ صامسون کی حفاظت کریں۔ چنانچہ انہوں نے ایک سو بہادروں کی جمعیت کے ساتھ زبردست تدبر اور دُور اندیشی سے کام لے کر اپنا فرض، کامیابی کے ساتھ انجام دیا۔ انگریز کرنیل نے جو صامسون پر قابض تھا۔ رفعت بے اور ان کی جمعیت کو دیکھا۔ جو اصلی فوج کا انتظار کئے بغیر برابر بڑھے چلی آرہی تھی وہ موقع کی نزاکت اور وقت کی مصلحت کو سمجھ گیا اور صامسون سے دست کش ہو گیا۔ اس طرح صامسون پر خونریزی کئے بغیر ہی ترکانِ احرار کا قبضہ ہو گیا۔

سیواس کی مجلس:۔ ارضِ روم کی پہلی آزاد مجلس کو محض مقامی حیثیت حاصل تھی۔ جس میں احرار کے اصول و مقاصد کا اعلان کر دیا گیا تھا لیکن فیصلہ کن اصول و تجاویز سیواس کی کانگرس میں طے کرنے تھے اس لئے مصطفےٰ کمال اور ان کے رفقائے کار نے تمام ترکی علاقوں سے استدعائے شرکت کی اور جدید حکومت کے قیام کے لئے بعض جلیل القدر ترکوں سے استصواب کیا۔ علاوہ بریں یہ بھی جتایا۔ کہ ترکوں کی موجودہ وزارت قابل افسوس ہے۔ صلح کانفرنس میں داماد فرید پاشا کی شرکت قابل اعتراض ہے۔ وہ جس ملک کی نمایندگی کا مدعی ہے۔ وہ ملک اس کی

تباہ کن تدابیر سے نالاں ہے۔

چنانچہ وسط جولائی ۱۹۱۹ء میں ترکوں کی آزاد قومی مجلس بمقام سیواس منعقد ہوئی۔ جس میں جمہوری حکومت کے اصول طے کر لئے گئے۔ اس مجلس نے سلطان المعظم کی خدمت میں ایک دل سوز درخواست کی۔ جس میں مادر وطن کے نام پر خلیفۃ المسلمین سے استدعا تھی۔ کہ وہ اتحادیوں کے امور میں مداخلت کر کے ان سے کہیں کہ اپنے جذبات انسانیت کو فراموش نہ کریں۔

ارکان مجلس نے یہ پیغام بھی بھیجا :-

"ہم تار گھر میں آپ کے جواب کا بے صبری کے ساتھ انتظار کر رہے ہیں۔ ہمارے جائز و حق بجانب مطالبات پورے نہ کئے گئے تو اس کے بعد جو واقعات رونما ہوں گے ان پر آپ گہری نظر ڈال لیجئے ہم خود تمام معاملات سلطنت کا انتظام کریں گے ہمارے تمام افعال کی ذمہ داری کا بوجھ پایۂ تخت اور موجودہ وزارت پر پڑے گا ہم تمام دنیا پر ثابت کر دیں گے۔ کہ ترک اور عثمانی کس شجاعت و بسالت اور عزم و استقلال کا اظہار کر سکتے ہیں"

جب یہ قومی پیغام دوش برق پر سوار کر کے سلطان المعظم کی خدمت عالی میں بھیج دیا گیا۔ تو وہ اشخاص جنہوں نے اسے مرتب کیا تھا۔ آلۂ پیام رسانی کے پاس خاموش ٹھہرے رہے۔ ہر گذرنے والا لمحہ ان کے اور انگلستان کے "قیدی خلیفہ" کے مابین نفاق و شقاق کی خلیج وسیع کر رہا تھا۔ سلطان المعظم کی طرف سے جواب نہ آیا۔ مقررہ مہلت گذر گئی۔ اور ترک اٹھ کر چلے گئے۔ قسمت زبان حال سے گویا ہوئی کہ آزادی کے لئے حقیقی جد و جہد کی ساعت آ پہنچی ہے اور شب یاس کے بعد صبح امید نمودار ہونے کو ہے

پرانا دستوری نظام حکومت :- سلطان عبدالحمید کی معزولی پر دستوری حکومت کا ایک نظام مرتب کیا گیا تھا۔ مگر وہ صحیح معنوں میں دستوری نہیں تھا۔ کیونکہ وہ قوم کو حقوق دینے کے باوجود ایک مطلق العنان اور غیر مسئول فرمانروا کے قبضۂ اختیار میں دے دیتا تھا۔ جو چاہے تو آسانی سے ظلم و استبداد کر سکتا ہے۔ اگر

براہِ راست نہیں تو اپنے وندا، اور ارکانِ حکومت کے ذریعہ سے ہی جو عموماً ایسی دعوتوں پر لبیک کہنے کو تیار رہتے ہیں۔

پرانے دستور اساسی میں ملک کی زمام حکومت ایک فردِ واحد کے ہاتھ میں تھی۔ جو قانون سے مافوق تسلیم کیا جاتا تھا۔ پھر پارلیمنٹ کے انتخاب میں پوری پوری آزادی میسر نہ تھی۔ قوم کے خاص خاص حلقوں کو حق رائے دہندگی و انتخاب حاصل تھا۔ باقی سب محروم ہی رہتے تھے۔ اس وجہ سے پارلیمنٹ کے ممبروں کی تعداد کم ہوتی تھی۔ ممبر اپنے حلقے کے فوائد کا خیال کرتے تھے۔ باقی کو تباہ ہونے کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ نیز ممبری کی مدت طویل ہوتی تھی۔ ان سارے حالات کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ تھوڑے سے آدمی مل کر مدت تک ظلم و استبداد کا موقع پا جاتے تھے۔ اس قسم کی دستوری حکومتیں صحیح معنوں میں جمہوری حکومتیں نہیں کہلا سکتیں۔ اس وجہ سے مصطفےٰ کمال اور ان کے رفقاء نے جدید میثاق وطنی مرتب کیا جس میں تمام نقائص دور کر دیئے گئے۔ یہ بالکل صاف سادہ اور فطری ہے اس میں جتنی باتیں ہیں سب بالکل جائز اور حق بجانب ہیں۔ ترکی قوم نے اپنی آزادی کا مطالبہ کیا ہے وہ جہاں خود غلام بننے کو تیار نہیں وہاں دوسری قوموں کو بھی غلام بنانا نہیں چاہتی۔ اس کا زریں عقیدہ یہ ہے کہ ہر قوم کو اپنی حدود ملک میں آزاد و مختار رہنا اور خود اپنے اوپر حکومت کرنا چاہیئے۔

ترکی میثاق وطنی:۔ وہ مشہور و معروف میثاقِ وطنی جو اقوام ترکی کی جدید جمہوری حکومت کی اصل بنیاد ہے اور جس کے لئے ترکوں نے عظیم الشان اور بینظیر قربانیاں کی ہیں۔ حسب ذیل ہے۔ اس کی آخری ترتیب و قومی منظوری ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کو عمل میں آئی تھی:۔

دفعہ اوّل:۔ وہ عثمانی ممالک جن کی اکثر آبادی عرب ہیں۔ اور جن پر ۳۰ اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء کے معاہدہ التوائے جنگ کے بعد سے دشمن فوجوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ ان ملکوں کی قسمت کا فیصلہ ان کی آبادی کے ہاتھ میں ہے بشرطیکہ وہ پوری آزادی سے اپنی خواہشوں کا اظہار کر سکیں۔ لیکن وہ عثمانی ممالک جو اس خط کے سامنے

اور اس کے پرے واقع ہیں۔ جو التوائے جنگ کے معاہدے کی بنا پر قائم ہوا ہے۔ اور جن کی آبادی کا اکثر حصہ عثمانی مسلمان ہیں جنہیں باہم مذہب اور وطن کی وحدت ایک سلک میں منسلک کرتی ہے وہ اپنے قومی حقوق اور اجتماعی خصوصیات کی حفاظت کریں گے۔ اور کسی حال اور کسی شرط کے ماتحت اپنے تجزیئے و تقسیم کو گوارا نہ کرینگے

دفعہ دوم:۔ قارص اردہان اور باطوم کے علاقے جن کے باشندوں نے اپنی آزادی کے بعد نہایت صاف اور صریح طور پر خواہش کی ہے۔ کہ اپنی ماں یعنی ترکی کی آغوش میں پھر واپس آ جائیں۔ اس لئے اس میثاق وطنی پر دستخط کرنے والے کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ کہ ان علاقوں کے باشندوں کی پوری آزادی سے پھر رائے حاصل کر لی جائے۔

دفعہ سوم:۔ مغربی تھریس کا قانونی بندوبست جو صلح پر طے ہوگا ضروری ہے کہ باشندوں کی رائے کے مطابق ہو۔ بشرطیکہ انہیں اس کے اظہار کی پوری آزادی دی جائے۔

دفعہ چہارم: قسطنطنیہ کی سلامتی جو کہ ترکی سلطنت کا پایہ تخت اور دارالخلافہ ہے نیز بحر مرمرہ کو پوری طرح محفوظ اور دشمن کی دسترس سے بالکل باہر ہونا چاہیئے۔ اگر اس بنیادی امر کو تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس میثاق پر دستخط کرنے والے ہر اس تجویز کے ماننے کے لئے آمادہ ہیں جو آبناؤں میں بین الاقوامی تجارت اور آمد و رفت کی آزادی کے متعلق سلطانی حکومت اور دول متعلقہ کے مابین اتفاق رائے سے قرار پا جائے۔

دفعہ پنجم:۔ اس میثاق پر دستخط کرنے والے ان اصول کو تسلیم کرتے ہیں۔ جو اجنبی سلطنتوں کی رعایا کے حقوق کے بارے میں ان معاہدوں میں قرار پا گئے ہیں۔ جو دول اتحاد اور ان کے دشمنوں اور ان کی شریک حکومتوں کے مابین طے ہوئے ہیں لیکن ساتھ ہی ضروری ہے کہ دوسرے پڑوسی ممالک میں مسلمان آبادیاں بھی ایسے ہی حقوق سے متمتع ہوں۔

دفعہ ششم:۔ اس میثاق پر دستخط کرنے والے کامل استقلال اور مکمل آزادی

کو اپنی وطنی زندگی اپنے ملک کی اقتصادی و قومی آزادی اور سلطنت کے استحکام و مضبوطی کے لئے ایک ناگزیر شرط سمجھتے ہیں۔

بنابریں اس میثاق پر دستخط کرنے والوں نے عزم کر لیا ہے کہ ہر اس قانونی اور مالی پابندی کا مقابلہ کریں گے جو قومی ترقی کی راہ میں حائل ہوتی ہو۔ بہر حال یہ ضروری ہے۔ کہ ترکی پر کوئی ایسی شرط عائد نہ کی جائے۔ جو اس میثاق کی دفعات کے خلاف ہو"

مخالفت کی خلش:۔ اس میثاق کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مصطفٰے کمال اور اس کے رفقا نے جمہوری حکومت کی داغ بیل ایسے اصول پر رکھی تھی۔ جن میں انصاف پسندی، نصفت شعاری اور حریت و آزادی کا حصہ وافر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ترکان احرار نے تمام ترکی اقوام کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ تاکہ ملک و ملت کو اجنبی اثر و اقتدار سے بچائیں۔ اور غلامی کی زنجیروں سے باہر ہو جائیں۔ لیکن اس مشہور قول کے بموجب کہ روشنی کے ساتھ تاریکی، راحت کے ساتھ رنج اور گل کے ساتھ خار لگا رہتا ہے مصطفٰے کمال بھی مخالفت کے کلیہ سے مستثنیٰ نہ رہے۔ جب کبھی آپ تحریک وطنی یا اپنی ذات کی مخالفت میں کوئی کارروائی سنتے تو بہت کڑھتے تھے۔ چنانچہ ان خیالات کو آپ نے خود ہی بیان کیا ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"وہ زمانہ بھی عجیب تھا۔ بہت سے لوگ جن کا پیشہ یہ ہو گیا تھا۔ کہ ملک کو گمراہ کریں۔ اور بیرون ملک کو برا فروختہ کریں میرے خلاف سرتوڑ کوششیں کر رہے تھے۔ وہ ایک طرف قوم سے کہتے تھے دوسری طرف حکومت آستانہ سے کہ مصطفٰے کمال کی حیثیت مت تسلیم کرو۔ اور نہ اس پر کوئی بھروسہ کرو کیونکہ اتحادی سلطنتیں خاص اسی کی سرکشی کی وجہ سے تمہاری مخالفت کر رہی ہیں ان لوگوں کا خیال تھا کہ میرے گرتے ہی قومی تحریک کا خاتمہ ہو جائے گا قوم ہتھیار رکھ دے گی۔ اور اتحادی سلطنتیں مہربان ہو جائیں گی میں ان کی تمام کوششوں کو دیکھتا تھا۔ اور خاموش رہ جاتا تھا۔ البتہ جب خیال گذرتا کہ ملک میں شاید ایسے لوگ ہوں گے۔ جو مجھی کو ان تمام مصائب و نوائب کا ذمہ دار سمجھتے ہوں گے تو میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ بارہا میں اس خیال سے اس وجہ سے متاثر ہوا کہ قومی تحریک سے دستبردار ہو جاؤں اور کسی کو اپنا قائم مقام بنا کے کہیں چلا جاؤں لیکن ہر مرتبہ بعض مخلص

دوستوں نے مجھے ایسا کرنے سے باز رکھا اور کہا کہ تم نے جس مہم کا بیڑا اٹھایا ہے وہ ایک عظیم الشان تاریخی مہم ہے۔ اگر کامیابی نہ ہوئی۔ تو اس راہ میں جان دے دینی چاہئیے۔ تاکہ آیندہ نسلیں معذور سمجھیں ورنہ کامیابی یقینی ہے۔ پھر اس راہ میں اتر کر منہ موڑنا نامردانگی کے علاوہ ہے۔

مصطفےٰ کمال جب اناطولیہ میں جنگی انسپکٹر کے عہدے پر مامور تھے۔ تو آپ نے تحریک وطنی کے باعث اور آستانہ کی تنبیہ سے تنگ آکر اپنا استعفےٰ حکومت میں بھیج دیا تھا۔ جسے داماد فرید پاشا وزیر اعظم ترکی نے چھپا لیا تھا۔ اور آپ کو باغی قرار دے کر مطعون کیا تھا۔ سلطان المعظم کی خواہش تھی۔ کہ مصطفےٰ کمال کو شائستہ طور پر معزول نہ کیا جائے۔ مگر انگلستان نے برہم ہو کے مطالبہ کیا تھا۔ کہ مصطفےٰ کمال کو برسر عام باغی قرار دینا چاہئیے۔ اس اجمال کی تفصیل ان دستاویزات میں موجود ہے۔ جو تحریک وطنی کی مخالفت میں سلطان المعظم اور وزیر اعظم کی طرف سے شائع ہوئیں اور یہاں بھی نقل کی جاتی ہیں۔

داماد فرید پاشا کا تقرر۔ سلطان وحید الدین نے داماد فرید پاشا کے نام جو فرمان تقرر بھیجا تھا۔ وہ حسب ذیل ہے:۔

میرے معزز وزیر معالی فرید پاشا!

چونکہ تمہارے پیشرو صالح پاشا نے استعفےٰ دے دیا ہے۔ اس لئے منصب وزارت پر تمہیں فائز کیا جاتا ہے۔ کیونکہ تم اس منصب کے پورے اہل ہو۔ نیز شیخ الاسلام کے عہدے پر دری زادہ عبداللہ آفندی، کو مقرر کیا جاتا ہے۔ نیز ہم اس مجلس وزارت کو جو تم نے ترتیب دی ہے منظور کرتے ہیں۔

ہماری سیاسی حالت جو التوائے جنگ کے بعد سے بتدریج درست ہو رہی تھی۔ اس بے چینی کی وجہ سے پھر خراب ہو گئی ہے۔ جو تحریک وطنی کے نام سے رونما ہوئی ہے۔ وہ تمام تدابیر جو اس حرکت کے روکنے کے لئے کی گئی تھیں ناکام ثابت ہوئی ہیں۔ پس اگر یہ سرکشی خدانخواستہ برابر جاری رہی۔ تو نہایت خراب نتائج کا موجب ہوگی۔ لہٰذا ہم حکم دیتے ہیں۔ کہ ان تمام اشخاص کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے جنہوں نے یہ فساد برپا کیا ہے۔ اور جو مشہور و معروف ہے ہم ان لوگوں کے لئے عام معافی کا اعلان کرتے ہیں۔ جو

غفلت اور دھوکے سے ان کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں۔ ہم حکم دیتے ہیں کہ امن و امان کی بحالی کے لئے انتہائی تدابیر اختیار کی جائیں۔ اور ہمارے تمام شاہی مقبوضات کو اچھی حالت میں کرنے اور مقامِ خلافت سے وابستہ کرنے کے لئے تمام ممکن تدابیر فوراً اختیار کی جائیں۔ نیز معزز دول اتحاد سے مضبوط روابط قائم کرنے اور حق و انصاف کے ساتھ ملک و قوم کے حقوق کی حفاظت اور جلد سے جلد مستقل صلح حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور جب تک یہ ہو تمام مالی و اقتصادی تدابیر کے ذریعہ سے مالی تنگی کے دور کرنے کی سعی کی جائے۔ میری خدا سے دعا ہے کہ تمہیں اس کی توفیق و اعانت حاصل ہو۔"

کمال کے خلاف فتویٰ بغاوت:۔ تحریک وطنی کو دبانے اور ترکان احرار کو باغی قرار دینے کے لئے جو تجاویز کی گئی تھیں۔ ان میں ایک مذہبی فتویٰ بھی شامل ہے جس کے الفاظ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

"کیا فرماتے ہیں مولانا شیخ الاسلام اور مفتی عصر اس بارے میں کہ بعض شریر لوگوں نے خلیفۃ المسلمین کے اسلامی ممالک میں متفق ہو کر اپنے علیحدہ سردار بنا لئے ہیں۔ اور وفادار شاہی رعایا کو مکر و فریب سے دھوکہ دیتے اور گمراہ کرتے ہیں۔ بغیر حکم شاہی کے فوجیں جمع کرتے ہیں۔ شرع شریف کے خلاف مخلوق کا مال غصب کرتے ہیں۔ وہ اس قدر بے باک ہو گئے ہیں۔ کہ شاہی مقبوضات کے اندر بعض دیہاتوں پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ انہیں جلا دیا ہے۔ بافندوں کو قتل کیا ہے۔ اور خلیفۃ المسلمین کے متعدد عمال اور عہدہ داروں کو معزول کر دیا ہے۔ ان کی جگہ اپنے آدمی مقرر کئے ہیں۔ دار الخلافہ اور ممالک محروسہ کے مابین راستے مسدود کر دیئے ہیں۔ سلطنت کی طرف سے جو احکام صادر ہوتے ہیں۔ انہیں ان علاقوں تک پہنچنے نہیں دیتے۔ اور ان ممالک کو قصرِ خلافت سے علیحدہ کرنے سے ان کا مقصود خلافت کی عظمت کو شکست کرنا امام المسلمین کے دبدبہ کو توڑنا۔ اور ملک میں فتنہ و فساد کی آگ روشن کرنا ہے۔

پس اگر یہ مذکورہ بالا سرگروہ اور ان کے ساتھی اور پیرو اپنی گمراہی سے نہ ہٹیں اور سلطانی احکام کے صادر ہونے کے بعد بھی منتشر نہ ہوں۔ تو کیا ان کا قتل کرنا اور ان سے مقاتلہ کرنا

اور ممالک و بلاد کو ان کی خیانت سے پاک کرنا واجب ہوگا۔ اور کیا یہ بموجب نص قرآنی فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ۔ فرض ہوگا۔ یا نہیں؟ بیّنوا وتؤجروا۔

جواب:۔ ہاں واللہ اعلم

اسی طرح کیا ممالک محروسہ میں رہنے والے اور حرب و ضرب کی قدرت رکھنے والے مسلمانوں پر واجب ہوگا۔ کہ امام عادل خلیفۃ المسلمین سلطان محمد وحید الدین کی دعوتِ جنگ کو لبیک کہیں۔ اور مذکورہ بالا باغیوں سے لڑائی کریں یا نہیں؟

جواب:۔ ہاں۔ واللہ اعلم۔

اور کیا اس صورت میں جو سپاہی خلیفہ مذکور ان باغیوں سے جنگ کرنے کیلئے بھیجے گئے جنگ سے انکار کریں یا بھاگ جائیں۔ تو ان کا یہ فعل گناہ کبیرہ ہوگا۔ یا نہیں۔ کیا وہ دنیا میں سخت سزا کے مستحق ہوں گے۔ اور آخرت میں عذاب الیم کے یا نہیں؟

جواب:۔ ہاں۔ واللہ اعلم۔

اور کیا اس صورت میں ان سے جنگ کرنے والے خلیفہ کے سپاہی غازی ہوں گے یا نہیں؟ اور جو ان میں سے باغیوں کے ہاتھ مارے جائیں گے شہید ہوں گے یا نہیں؟

جواب:۔ ہاں واللہ اعلم۔ (کتبہ الفقیر دری زادہ السید عبداللہ عفی عنہ)

زخموں پر نمک پاشی:۔ تحریک وطنی کی مخالفت میں فقط فتوے پر اکتفا نہیں کی گئی۔ صدر اعظم داماد فرید پاشا نے بھی اپنی طرف سے ایک اعلان شائع کیا۔ جو زخموں پر نمک پاشی سے کم نہیں تھا۔ اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

دولت سلطنتِ عثمانیہ اس وقت ایک ایسے سخت زمانے سے گذر رہی ہے۔ جس کی نظیر اس کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ سلطنت اس وقت شدید خطرے میں ہے

ضروری تھا کہ قوم اس وقت عقل و دانائی اور سلامتی کی راہ اختیار کرتی اور جنگ عظیٰ کے مصائب سے عبرت حاصل کرتی۔ وہ جنگ میں اپنے ارادے کے بغیر

زبردستی دھکیل دی گئی۔ جس نے اسے بالکل برباد کر دیا۔ اور جو بالآخر اس کی شکست اور دول اتحاد کے سامنے گرنے پر ختم ہوئی۔ پس ضروری تھا۔ کہ قوم کو کچھ نصیحت ہوتی۔ اور وہ اب بھی اپنا نفع و نقصان سمجھتی۔

لیکن بعض اشخاص جو اس حقیقت سے پوری طرح واقف نہیں محض انانیت اور ذاتی اغراض سے وطنیت کا جھوٹا جامہ پہن کر کھڑے ہوئے ہیں۔ کہ فتنہ و فساد برپا کریں۔ ان کے اس طرز عمل نے ہماری سیاسی پوزیشن اور بھی زیادہ نازک کر دی ہے۔ اور ان زخموں کو اور بھی زیادہ گہرا کر دیا ہے۔ جو جنگ میں قوم کو پہنچے تھے۔

بعض افسوسناک واقعات ایسے رونما ہوئے ہیں۔ جن کی وجہ سے یورپ و امریکہ کی عام رائے ہمارے خلاف برانگیختہ ہو گئی ہے۔ اور صلح کی شرطیں پہلے سے بھی زیادہ کڑی ہو گئی ہیں۔ دول اتحاد نے شرائط التوائے جنگ کے مطابق آستانہ پر موقت جنگی قبضہ کر لیا ہے۔ عین اس وقت سرکش لوگ اٹھے ہیں۔ کہ اناطولیہ کو پایۂ تخت سے جدا کر دیں۔ درحقیقت یہ ایک بہت بڑی خیانت ہے۔

باغیوں کی اس حرکت نے جو وطنیت کی آڑ میں چھپی ہوئی ہے۔ اناطولیہ کو خوفناک اجنبی قبضہ و تسلط کے لئے پیش کر دیا ہے۔ اور سلطنت کو شدید مصائب و خطرات میں پھنسا دیا ہے۔ اس وقت عثمانی قوم کے سب سے بڑے دشمن وہ لوگ ہیں۔ جو قوم کو اپنی ذاتی اغراض پر وطنیت کا جھوٹا نام لے کر قربان کر رہے ہیں۔ اور اس نتیجے تک پہنچنے کے لئے جو ان کے پیش نظر ہے۔ جرائم کا ایک غیر منقطع سلسلہ شروع کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے سلطنت کے دستور اساسی اور قوانین کو پیروں کے نیچے مسل ڈالا ہے مسلسل جرائم کر رہے ہیں۔ باشندوں سے جبراً روپیہ وصول کرتے ہیں۔ زبردستی انہیں فوج میں بھرتی کرتے ہیں۔ جو انکار کرتا ہے۔ اسے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے اور قتل کرتے ہیں۔ دیہاتوں پر حملہ کرتے ہیں۔ لوٹتے ہیں۔ جلاتے ہیں۔ اور تمام برے کام کرتے ہیں۔

یہ افعال سخت مجرمانہ اور احکام شریعت کے بالکل خلاف ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا فتوے سے ثابت ہے۔ موجودہ حکومت تمام زمانوں سے زیادہ اس زمانے میں اپنا فرض سمجھتی

ہے۔ کہ سلطنت کی تمام رعایا کی جان ومال اور آبرو کی ہر ممکن ذریعے سے حفاظت کرے تاکہ قوم جلد اس قابل ہو جائے کہ ان نقصانات کی تلافی کر سکے۔ جو اسے جنگ عظیم میں پہنچ چکے ہیں۔

موجودہ حکومت اگرچہ امن وامان کی حامی ہے۔ اور بلا کسی خونریزی کے اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتی ہے۔ مگر وہ ایک لمحہ کے لئے ان سرکش باغیوں کی سرکوبی میں پس وپیش نہ کرے گی۔ بلکہ انہیں خلیفہ برحق کے فرمان اور فتوی شریف کے مطابق پوری سزا دے گی۔ تاکہ سلطنت و ملک کو اس خطرۂ عظیم سے بچا سکے۔ جس سے وہ گھرا ہوا ہے۔ لہٰذا حکومت اعلان کرتی ہے۔ کہ:۔

(۱) تمام وہ لوگ جنہوں نے نادانی یا خوف یا جہالت کی وجہ سے اس سرکشی میں حصہ لیا ہے۔ اگر وہ تائب و نادم ہو کر ایک ہفتہ کے اندر اندر بارگاہ سلطانی میں اطاعت پیش کریں۔ تو انہیں معافی مل جائے گی۔

(۲) حکومت ان تمام لوگوں کو شرع شریف اور قانون کے مطابق سخت سزائیں دے گی جنہوں نے یہ فتنہ اٹھایا ہے۔ جو اس کے کارکن ہیں۔ اور جو اپنی کج روی پر قائم ہیں۔ اور چونکہ حکومت اسے کسی حال میں جائز نہیں رکھتی۔ کہ سلطانی رعایا میں سے مسلمان اپنے ہم وطن عیسائیوں پر زیادتی کریں۔ یا عیسائی مسلمانوں پر۔ اس لئے جو کوئی اس قسم کی حرکت کرے گا۔ یا ترغیب دے گا۔ اسے شدید ترین سزا دی جائے گی۔"

ایسی مخالفتیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے بہت حوصلہ شکن اور روح فرسا ہوا کرتی ہیں۔ مگر جو لوگ عوام کی رہنمائی کے لئے پیدا ہوں ان کا خمیر کسی اور مٹی سے ہوا کرتا ہے۔ وہ ربڑ کی اس گیند کی طرح ہوتے ہیں۔ جسے زمین پر جتنا دبا کے مارو اتنا ہی اوپر کو اچھلتی ہے۔ یہی حال مصطفےٰ کمال کا تھا۔ اگر کبھی حکومت کی بے جا مخالفتوں سے جی گھبرایا بھی ہوا۔ تو دوسرے وقت میں طبیعت نے کہا۔ کہ قومی تحریک سے منہ موڑنا مردانگی کے خلاف ہے۔ اپنی دھن میں لگے رہیئے۔ اور نتیجہ اللہ کے سپرد کر دیجیئے

مجلس وطنی کا قیام:۔ اسی زمانے میں اناطولیہ کے اندر کوئی شورش برپا ہو گئی

فتنہ یہاں تک بڑھا کہ باغی انگورہ کے دروازوں تک پہنچ گئے۔ اس وقت مصطفےٰ کمال نہ رہ سکے۔ آپ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ خواہ کچھ بھی ہو۔ اب میدانِ عمل میں بڑھنے کا وقت آگیا ہے جب تک دشمن کو مار کر نہ بھگائیں گے اور اپنے قومی مطالبات پورے نہ کریں گے دم نہ لیں گے اس لئے مصطفےٰ کمال اور ان کے رفقاء نے تجویز کر کے مجلس وطنی کے قائم کر دینے اور قانونی طور پر تمام کام شروع کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ ۲۳ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء کو اس مجلس کا باقاعدہ افتتاح ہو گیا۔ جس کی کیفیت مصطفےٰ کمال کے اپنے الفاظ میں یوں ہے:۔

"دن جمعہ کا تھا۔ مجلس جمی ہوئی تھی۔ میں (مصطفےٰ کمال) اپنے مکان سے دیکھ بھال کے اس میں شرکت کے لئے روانہ ہوا۔ اس وقت میرے سینے میں خیالات کا ایک طوفان بپا تھا۔ اور رہ رہ کے اپنی مخالفت یا مایوسی کا خیال آتا تھا۔ لیکن جونہی میں نے ہال میں قدم رکھا۔ میری حالت بدل گئی۔ میں نے دیکھا کہ سب کی نگاہیں میری ہی طرف اٹھی ہوئی ہیں۔ اور ہر آنکھ دل کے مخفی اعتماد اور عزمِ راسخ کا پتہ دے رہی ہے۔ اس وقت میں نے دل ہی دل میں خدائے قدوس کا شکر ادا کیا۔ اور مجھے یقین ہو گیا۔ کہ ہماری کامیابی یقینی ہے۔"

اس مجلس وطنی کی تشکیل و ترتیب میں پرانے دستور اساسی کے نقائص موجود نہ تھے تمام قوم کو حق انتخاب دیا گیا۔ قومی نمائندوں کی تعداد پہلے سے بہت بڑھا دی گئی۔ مدت رکنیت کم رکھی گئی کسی شخص کو قانون سے مستثنیٰ نہ سمجھا گیا۔ تاکہ سب عمال اپنی اپنی حدود کے اندر رہ کے اپنے اپنے اعمال کے ذمہ دار اور جواب دہ ہوں۔ شخصیت کا دخل ہٹا دیا گیا۔ تمام اختیارات مجلس وطنی کے ہاتھ میں دے دیئے گئے۔ اور اسی کو سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا گیا۔ تاکہ صحیح دستوری یا جمہوری حکومت کے تمام لوازم پورے ہو جائیں۔

میدان کارزار کی سرگرمیاں: تنظیم قومی سے فارغ ہو کر مصطفےٰ کمال پاشا سرگرمِ عمل ہو گئے۔ اور اپنی جدوجہد کو وسیع کرنے کی فکر کرنے لگے۔ چھوٹے چھوٹے قومی دستوں کی حملہ آور جماعتیں آگے کو بڑھا دی گئیں۔ جو دیہاتی اور قصباتی مرکزوں میں گھس گئیں۔ تار دفاتر پر قبضہ کر لیا گیا۔ اور ان سے سرکاری حیثیت میں کام لیا گیا۔

پولیس کی جمعیت بھی ہر مقام پر قوم پسند ترکوں کے جھنڈے تلے جمع ہو گئی۔ اور ملک کے

انتظام و انصرام کے تمام محکموں اور شعبوں پر تصرف جما لیا گیا۔ چند ہفتوں میں مغربی اناطولیہ فتح کر لیا گیا۔ اور برطانی فوجیں خط بغداد پر پڑی منہ تکتی رہیں۔ لیکن مجبور ہو کر مقدم مورچے خالی کر گئیں۔ اپریل ۱۹۲۰ء میں چالیس ہزار برطانوی سپاہ کو جس میں دو تہائی ہندوستانی سپاہی بھی شامل تھے۔ علی فواد پاشا کے ڈیڑھ سو سرکشی سواروں نے بری طرح پسپا کر دیا۔ قوم پرستوں کی اس عجیب و غریب کامیابی و کامرانی نے اہل اناطولیہ کے حوصلے بڑھا دیئے۔ اس تحریک کے ابتدائی چند ماہ میں حسن انتظام نے اس بہادر و اولوالعزم قائد کی قابلیت کا اظہار کر دیا۔ اور دنیا کو پتہ لگ گیا۔ کہ کمال کس شخصیت کے مالک ہیں۔

مصطفےٰ کمال کی تقریر۔ انہیں دنوں آپ نے انقرہ میں ایک زبردست تقریر کی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے :۔

اللہ کی سرزمین پر ایسی کوئی قوم نہیں۔ جس نے دولت عثمانیہ کی طرح مذاہب غیر کے حقوق کا پاس و لحاظ رکھا ہو۔ میں بالیقین کہہ سکتا ہوں۔ وہ صرف ترکی قوم ہے۔ جس نے ہمیشہ دوسروں کی حفاظت میں اپنے آپ کو خطرے میں ڈالا ہے۔

سلطان محمد جب قسطنطنیہ میں داخل ہوئے۔ تو انہوں نے دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کو بہت سے حقوق اور وسیع آزادی دے کر اقوام عالم پر ظاہر کر دیا۔ کہ ترک مفتوح قوموں کے ساتھ کس قدر اخلاقی وسعت سے کام لیتے ہیں۔ سلطان مرحوم نے غیر اقوام کے احساسات اور مذہبی روایات کا پورا پورا احترام کیا۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میرے پاس صرف یہی ایک دلیل ہے۔ بلکہ اسی قسم کی شاندار روایات سے ترکی تاریخ کے اوراق بھرے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ صلح کانفرنس نے ہمارے دشمنوں کے بیانات کو درست مان لیا ہے۔ جن میں ہم پر طرح طرح کے الزام تراشے گئے ہیں۔ لیکن دوستو یاد رکھو۔ صداقت کو ہمیشہ فتح ہے۔ ترکی سرحدات کے متعلق فرید پاشا نے اپنے سرکاری بیان میں جو کچھ کہا ہے۔ اسے ہم کبھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ کیا انہیں یاد نہیں۔ کہ فارس کے جنوبی علاقوں کی عربی بولنے والی آبادی اور فارس سے انطاکیہ تک تمام ترکی آبادی کی رگوں میں قریباً

دس صدیوں سے ترکی خون پیوست ہوچکا ہے۔ مانا کہ ہم پر الزام لگا کر اپنا انوسیہ چھا گیا گیا ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے۔ کہ یہ بہادر قوم معاہدۂ سمرنا کے بعد اب کمر بستہ ہوگئی ہے۔ کہ اپنے پامال شدہ حقوق کی حفاظت بزورِ شمشیر کرے۔ منت سماجت سے جس قدر عرضداشتیں کی گئیں۔ وہ سب حقارت کے ساتھ مسترد ہوئیں"

اپنی تقریر کے دوران میں آپ نے ارضِ روم اور سیواس کی کانفرنسوں کا ذکر کیا۔ اور فرمایا کہ :۔

"ان کے انعقاد کی بھی یہی غرض تھی۔ کہ قسطنطنیہ کی آزادی اور قومی خودمختاری کی حفاظت کا سامان بہم پہنچایا جائے جو قوم ہر قسم کی سخت سے سخت قربانیوں سے اپنے عزیز وطن کی حفاظت نہیں کرتی۔ وہ قوم درحقیقت ذلت و نکبت کی گہرائیوں سے کبھی نکل نہیں سکتی۔ اگر افراد اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنے فرائض کی بجا آوری ضروری تصور نہیں کرتے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت انہیں منتشر کرکے جس رخ پر چاہتی ہے لگا دیتی ہے۔ اور اس طرح ہر شخص کی قسمت اس کے اپنے ہاتھ میں ہو جاتی ہے۔ جس سے قوم کے شیرازہ کو سخت ترین نقصان اٹھا کر فنا ہو جانا پڑتا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اپنی قوم و سلطنت کی بقا و آزادی کے لئے سر بکف ہو کر میدان میں نکلیں۔ کوئی آج ہماری تباہی و بربادی کے بعد ہمارے موجودہ امن و امان انتظام و اہتمام کو دیکھے۔ اور پھر ہماری اس شرکتِ عمل کو دیکھے تو یقیناً وہ ایک عظیم الشان فرق معلوم کرے گا۔ اور درحقیقت یہی وہ وجوہ ہیں جن سے اتحادیوں کو ہمارے نیست و نابود کرنے کے منصوبے بدل کر انہیں اپنی زریں امیدوں پر پانی پھیرنا پڑتا ہے۔ اس وقت قوم کا فرض ہے۔ کہ وہ بے خوف و خطر اپنی راہ پر گامزن ہو۔ اور راستے میں جس قدر رکاوٹیں نظر آئیں نظر انداز کر دے۔ پارلیمنٹ کے ممبروں کو بھی اپنے فرائض کی بجا آوری میں کوشاں ہونا چاہئے۔ تاکہ ہماری کوششیں استحادِ عمل کے ساتھ عملی جامہ پہن سکیں۔ ورنہ حکومت کے ساتھ وہ بھی جوابدہ ہوں گے۔

ہم دنیا سے بار بار کہہ رہے ہیں۔ کہ ہمارا مقصد جنگ نہیں۔ صرف قوم اور سلطنت کی عزت کو محفوظ رکھنا ہمارے مدنظر ہے۔ مجھے خدا کی ذات سے پوری توقع ہے۔ کہ ہم اپنے ارادوں میں بہت جلد کامیاب ہوں گے۔ مگر کیا اس کے بعد ہمارا پروگرام ختم ہو جائے گا۔ نہیں! ہمیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ اس وقت ہمارے لئے اپنی اندرونی حالت کا درست کرنا بڑا ضروری ہوگا۔ تاکہ دنیا دیکھ لے کہ ترک ایک زندہ قوم ہے۔

حضرات! ان توقعات کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کروں گا۔ کہ جب ہمیں باعزت صلح حاصل ہو جائے گی۔ اور ہماری اندرونی پیچیدگیاں بھی سلجھ جائیں گی۔ تو اس وقت ہمارا مستقبل ماضی سے کہیں زیادہ شاندار ہوگا۔ کیونکہ وہ مسلم اقوام جو پہلے ہماری سلطنت میں شامل تھیں۔ اور جن سے اسلامی سلطنت کی نشوونما تھی اب ہماری سرحد سے باہر ہیں۔ اور شام عراق یمن میں اپنی آزادی کے لیے سرفروشانہ جدوجہد کر رہی ہیں۔

کیا آپ عالم اسلام کی خوش قسمتی کا اندازہ کر سکتے ہیں جب کہ تمام مسلمان آپس میں متحد ہوں گے۔ اور کیا آپ اس شوکت و رعب زمانہ کا تصور کر سکتے ہیں۔ جو ہم پر عنقریب آنے والا ہے میرے دل میں جب یہ خیال لہریں لیتا ہے۔ تو میں ہی جانتا ہوں۔ کہ مجھے اس سے کس قدر خوشی اور مسرت ہوتی ہے۔ اب میں آپ کے شکریہ کے بعد اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں"

مصطفےٰ کمال کے متعلق امریکی وفد کے تاثرات:۔ جنرل ہاربرڈ اس امریکن وفد کے سرکردہ تھے۔ جو مظالم آرمینیا کی تحقیقات کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ جنرل مذکور نے مصطفےٰ کمال پاشا کی حکومت کی بے حد تعریف کی اور لکھا کہ:۔

"غازی موصوف کی ملاقات سے مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ میں ان کی حب الوطنی کا اپنے دل میں گہرا اثر لے کر واپس آیا۔ عارضی صلح نامہ پر دستخط ہونے کے وقت ترکوں کو احساس تھا۔ کہ انہیں شکست ہوئی ہے۔ لیکن مستقل صلح نامہ میں ایک

برس کی تاخیر اور یونانی مظالم نے ترکوں پر عجیب اثر ڈالا۔ ہر ایک ترک وطن پروانہ جذبات سے دیوانہ ہو چکا ہے۔

مصطفیٰ کمال پاشا دنیائے سیاست میں کوئی معمولی آدمی نہیں۔ وہ نہایت جری اور تجربہ کار فوجی سردار ہیں جو ترکی کے کئی کروڑ مسلمانوں کو پراگندہ ہونے سے بچانا چاہتے ہیں۔"

فرانس اور مصطفیٰ کمال:۔ آرمینیا پر قبضہ کرنے کے بعد غازی موصوف نے فرانس کو تخلیہ سلیشیا پر مجبور کیا۔ ۲۸ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء کو ارفہ پر سخت خونریز جنگ ہوئی جس میں فرانس کی فوجوں کو شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ اس پہلی فوج کشی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ فرانس نے التوائے جنگ کی درخواست کی۔ جو چند شرائط کے ساتھ منظور کر لی گئی۔

فرانسی پلٹن کی حراست:۔ التوائے جنگ کی میعاد ختم ہونے کے بعد فریقین میں پھر جنگ شروع ہو گئی۔ ۱۷ جون سنہ ۱۹۲۰ء کو سلیشیا میں فرانسی پلٹن ترکوں نے گرفتار کر لی۔

فرانسیسیوں کو دو بار شکست:۔ ۱۳ دسمبر کو غناکیہ سے ۱۸ میل بجانب جنوب مشرق فرانسی اور ترکی فوج کے درمیان جنگ ہوئی۔ ترک حملہ آوروں نے سامان حرب پر قبضہ کر لیا اور بہت سے آدمی گرفتار کر لئے۔

ان پیہم شکست یابیوں کے بعد فرانس کو بھی ہوش آگیا۔ اور آخر کار سلیشیا کا علاقہ خالی کرنے پر فرانس اور ترکی کے درمیان جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ صلح کے بعد فرانس اور دولت انگورہ کے درمیان ایک معاہدہ لکھا گیا۔ جس کی رُو سے دونوں سلطنتوں کے درمیان سفارتی تعلقات قائم ہو گئے۔ چنانچہ فرید بے کو پیرس میں ترکی سفیر مقرر کر کے بھیجا گیا۔

مصطفیٰ کمال اور اٹلی:۔ دول متحدہ میں سب سے پہلے فرانس نے ترکوں کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کئے اس روشن مثال کی تقلید اٹلی نے کی۔ اور حکومت انگورہ کے ساتھ ایک معاہدہ کر کے ان کے سفیر جلال الدین عارف بے کو اٹلی میں قیام کی اجازت دی۔ اور محاذ چناق سے اپنی افواج کو واپس بلا لیا۔ اور برطانیہ کے جواب میں صاف اعلان کر دیا۔

کہ اٹلی ترکوں کے خلاف جنگ میں حصہ نہ لے گا۔

مصطفےٰ کمال اور بالشویک:- اس اثنا میں مصطفےٰ کمال پاشا بالشویک حکومت سے بھی غافل نہیں رہے۔ بلکہ آپ کے اور بالشویکوں کے درمیان سلسلہ نامہ و پیام و دوستانہ روابط میں ترقی ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ بالشویک اور انگورہ حکومتوں کے درمیان ایک معاہدہ ہو گیا جس میں فریقین نے ایک دوسرے کی امداد و اعانت کا وعدہ کر لیا۔

مصطفےٰ کمال اور ریاستہائے وسط ایشیا:- آپ نے آذربائیجان قفقاز۔ ترکستان اور وسط ایشیا کی دیگر اسلامی ریاستوں سے بھی تعلقات قائم کئے۔ ان کے سفراء کو انگورہ میں رہنے کی اجازت ہوئی۔ ترکی سفارتخانے ان تمام ممالک میں قائم کئے گئے۔

مصطفےٰ کمال اور افغانستان:- غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو ہمیشہ یہ خیال رہا۔ کہ تمام اسلامی سلطنتیں یگانگت اور اتحاد کے مضبوط سلسلہ میں منسلک ہو جائیں چنانچہ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی گئی۔ یہ اسی خیال کی برکت ہے۔ کہ آج داغستان، ایران، بخارا، مصر اور دوست انگورہ باہمی اتحاد و ارتباط سے عالم اسلام کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھا گئے ہیں افغانستان کو بھی آپ نے اس مبارک لڑی میں پرونا چاہا۔ چنانچہ **غازی جمال پاشا**[1] جو پہلے حکومت ترکی کے وزیر بحری تھے

---

[1] آپ ترکان احرار کی جماعت کے ایک سربرآوردہ رکن انور پاشا و کمال پاشا کے دست و بازو تھے۔ آپ نے عرب کی بغاوت فرو کرنے اور شریف مکہ کو خلافت سے وابستہ رکھنے کی بڑی کوشش کی تھی۔ جنگ یورپ میں آپ کے سپرد مغربی محاذ کی دیکھ بھال تھی۔ آپ نے جس کوشش اور محنت کے ساتھ اس ہولناک جنگ میں فرائض مفوضہ انجام دیئے۔ ان کو مخالف بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مصر پر جب ترکوں نے چڑھائی کی۔ تو وہ ان کے سپہ سالار تھے۔ اور بعد ازاں شام و فلسطین میں محافظ فوج کے قائد اعظم بنائے گئے۔ جب لڑائی ختم ہوئی۔ تو دیگر قوم پرستوں کی طرح انہیں بھی قسطنطنیہ چھوڑنا پڑا بولشویکوں کے ساتھ رہ کر انہوں نے حکومت انگورہ کو بہت کچھ فائدہ پہنچایا۔ پھر انہیں کابل بلا لیا گیا۔ جہاں افواج افغانستان کی تنظیم و ترتیب کا کام ان کے سپرد کیا گیا۔

سلطنت عثمانیہ کی سیاست ملکی میں آپ کا داخلہ دراصل ۲۳ جون ۱۹۰۹ء کے انقلاب سے ہوا اس وقت آپ محاذ سلجہ پر انسپکٹر جنرل تھے۔ لیکن غازی محمود شوکت پاشا جب وزارت عظمیٰ کے (باقی اگلے صفحہ پر)

اور جنگ یورپ میں صوبہ شام کی ترکی افواج کے سپہ سالارِ اعظم تھے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی طرف سے پیغام لے کر افغانستان تشریف لائے۔ امیر امان اللہ خان سابق شاہِ افغانستان

(بقیہ صفحہ ۶۰) عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ تو آپ کو قسطنطنیہ کی گورنری تفویض کی گئی تھی۔ دوسری جنگ بلقان میں بھی آپ کو شرکت کا موقع ملا۔ جہاں آپ بنفسِ نفیس میدان جنگ کی دیکھ بھال میں مصروف تھے جرمنی ترکی معاہدے کے لئے ترکوں کی طرف سے نمایندگی کے فرائض انجام دیئے اور حکومت کے حسب منشا معاہدے کو مرتب کرنے میں کامیاب ہوئے۔

غازی جمال پاشا افغانستان سے مونیخ اپنے اہل و عیال کے پاس آئے ہوئے تھے۔ سڑک پر شہید کر دیئے گئے۔ عصمت بے جو جمال پاشا کے باڈی گارڈ تھے۔ اس واقعہ سے ایک ہفتہ قبل انگورہ پہنچ گئے تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ پاشا نے موصوف پیرس بھی تشریف لے گئے تھے۔ اور فرانس کے وزیر اعلیٰ سے آپ نے ملاقات بھی کی تھی۔ آپ نے افغانستان سے وعدہ بھی کیا تھا۔ کہ پانچ سال تک افغانی سپاہ کو فوجی تعلیم دیں گے۔

"ارمنی اخبار عز کی جائی واقعہ قتل کی تفصیل اس طرح دیتا ہے کہ آپ نصرت بے کی بغل میں ہاتھ ڈالے ہوئے شہر میں گشت لگا رہے تھے آپ کے کچھ ہی آگے ثریا بے جا رہے تھے۔ آپ جس وقت جونکروسکی سٹریٹ کے ناکہ پر پہنچے۔ تو دشمنوں نے آپ پر گولی چلائی۔ جمال پاشا کے تین گولیاں لگیں۔ اور آپ فوراً گر پڑے۔ نصرت بے کے پانچ گولیاں لگیں۔ آپ کی روح بھی پرواز کر گئی۔ ثریا بے مولولاک اسٹریٹ کی طرف بھاگے۔ لیکن بدبخت قاتلوں نے پیچھا کیا۔ اور انہیں بھی شہید کر دیا۔ سوویٹ گورنمنٹ نے اب تک ۲۶۰ ارمنی گرفتار کئے ہیں۔ ان پر قتل کا شبہہ کیا جاتا ہے۔ مگر ارمنی اخبارات سوویٹ گورنمنٹ کے سر تھوپتے ہیں۔ انگورہ اور قسطنطنیہ میں جمال پاشا کی شہادت پر زبردست ماتم کیا گیا غازی ممدوح کی نعش اناطولیہ لائی گئی۔ جہاں فوجی اعزاز کے ساتھ دفن کی گئی"

غازی جمال پاشا نے ارمنوں کی ایک بڑی جماعت کو قتل سے بچا لیا تھا۔ اور زمانۂ جنگ میں برطانوی قیدیوں کی ایک معقول تعداد کو صرف انہیں کی سفارش کی وجہ سے رہائی ملی تھی۔ لیکن اس کا معاوضہ انہیں جو کچھ دیا گیا۔ وہ یہی ان کا قتل ہے۔ بعض حلقوں میں خیال ہے کہ غازی موصوف جرمنی میں افغانستان کے واسطے ہتھیار خریدنے آئے تھے۔ اور جب وہ طفلس کے قہوہ خانہ میں تھے۔ تو انہیں شہید کر دیا گیا۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ آپ روسی علاقے میں شہید کئے گئے۔

نے آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ چند روز کے بعد دولت افغانیہ اور دولت عثمانیہ کے درمیان ایک عہد نامہ لکھا گیا جس میں افغانستان نے ترکوں کے حقِ خلافت کو اور ترکوں نے افغانستان کی آزادی کو تسلیم کر لیا۔

اس معاہدہ کی رو سے افغانستان اور انگورہ کے درمیان سفارتی تعلقات کا قیام بھی معرضِ ظہور میں آیا۔ چنانچہ فخری[1] پاشا دولت انگورہ کی طرف سے سفیر بن کر ۲۶ر جون ۱۹۲۲ء کو افغانستان تشریف لے گئے۔

[1] جناب فخری پاشا وہ قابلِ تعظیم بزرگ ہیں۔ جو اعلائے اسلام کے مقابلہ میں ایک سال تک مدینہ منورہ میں مدافعانہ جدوجہد کرتے رہے۔ اور آخر آپ نے سلطان المعظم کے حکم سے ہتھیار ڈال دیئے۔ سلطنت برطانیہ نے انہیں دھوکہ سے گرفتار کر کے مالٹا میں نظر بند کر دیا۔ مگر اس شیر اسلام کو کہاں چین آسکتا تھا۔ دشمنوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر چند ہمراہیوں سمیت صاف نکل گئے۔ اور اٹلی و جرمنی سے ہوتے ہوئے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے پاس انقرہ پہنچ گئے۔ پھر آپ کو فوج میں ایک عہدہ دے کر یونانیوں کے مقابلہ میں بھیجا گیا۔ آپ بڑی کامیابی کے ساتھ انہیں پسپا کرتے رہے۔ پھر انہیں محاذ جنگ سے واپس بلا کر افغانستان میں سفیر بنا کر بھیج دیا گیا۔

فخری پاشا میانہ قد کے انسان ہیں۔ مگر نہایت مضبوط اور تنومند۔ آپ کے چہرے سے ہیبت و جلال ٹپکتا ہے۔ انقرہ کے ترکی جرنیلوں میں سب سے زیادہ مسن ہیں۔ نہایت متدین اور (باقی اگلے صفحہ پر)

(باقی اگلے صفحہ پر)

با اخلاق بزرگ ہیں۔ کچھ عرصہ کی بات ہوئی۔ کہ آپ بسلسلۂ سیاحت لاہور تشریف لائے تھے۔ اس موقع پر آپ نے نماز جمعہ یہاں کی مسجد وزیر خاں میں ادا فرمائی۔ اس رفیع الشان مسجد۔ اس کے بلند مینارا اور اس کے خوش منظر جائے وقوع کو دیکھ کر پاشا موصوف اس کی فوٹو لینا چاہتے تھے۔ جس پر مسجد کے امام صاحب بگڑ گئے۔ اور آپ کو فوٹو لینے سے منع کر دیا گیا۔ آپ خاموش ہو گئے۔

نماز کے بعد خطیب صاحب وعظ کے لئے کھڑے ہوئے جس میں انہوں نے ترکوں کی موجودہ بے دینی کا راگ الاپنا شروع کیا۔ فخری پاشا زبان اردو سے ناآشنا تھے۔ اس لئے سمجھ نہ سکے کہ واعظ صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔ البتہ جب ترکوں کا ذکر بار بار گوش زد ہوا۔ تو آپ نے اپنے پرائیویٹ سکرٹری سے پوچھا۔ کہ ترکوں کا یہاں کیا ذکر ہے۔ پرائیویٹ سکرٹری نے حقیقت حال سمجھا دی۔ اس پر پاشائے موصوف کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور غصہ سے تمتما اٹھا فرمایا حاضرین سے کہہ دیجئے کہ میں بھی تقریر کروں گا۔ چنانچہ خطیب کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور فارسی میں نہایت شستہ تقریر فرمائی۔ جس کا ماحصل یہ تھا کہ:۔ ترکوں پر بے دینی کا جو الزام لگایا جاتا ہے یکسر غلط ہے۔ اسلام کا حقیقی منشا وہ نہیں جو واعظ صاحب نے بتایا ہے۔ بلکہ

اس معاہدہ سے مشرق وسطیٰ اور مشرق قریب کی تمام طاقتوں کی ایک برادری بن جائے گی اور اس میں شامل ہونے والے اغیار کی دست درازیوں سے محفوظ ہو جائیں گے۔

مصطفےٰ کمال کے قتل کی سازش:۔ مصطفےٰ صغیر[۱] جو ایک مدت سے انگورہ میں قیام پذیر تھا۔ بظاہر اس کی روش نہایت دوستانہ تھی۔ احرار کی حکومت کو اس پر شبہ ہو گیا۔ اور اسے فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے اس طرح قید ہونے پر برطانیہ نے ترکوں کو دھمکی دی۔ کہ اگر مصطفےٰ صغیر کو رہا نہ کیا جائے گا۔ تو اس کے نتائج کی حکومت انگورہ ذمہ دار ہوگی۔

وہ ہے جسے ہم کچھ بھی سمجھے ہیں۔ میں حرمین شریفین میں مدتوں رہا ہوں۔ ان کی حفاظت میں اپنا خون تک بہایا ہے اسلام کے ان عظیم الشان مرکزوں میں رہنے اور اسلام کی مدافعت میں مسیحیوں کے ساتھ جنگ آزما ہونے بلکہ سینہ سپر کرنے میں ہمیں اسلام کا صحیح مفہوم واضح ہو گیا ہے۔ ہمارے واعظ صاحب کو جو اس مسجد کی چار دیواری سے باہر نہیں نکلے۔ ان حقائق کا کیا علم ہو سکتا ہے۔ ہاں ہم نے اتنا ضرور کیا ہے۔ کہ ملاؤں کے جال سے نکل گئے ہیں۔ جن کے تار و پود ضعیف الاعتقادیوں سے بنائے گئے تھے۔ میری خدا سے دعا ہے۔ کہ ہندوستانی مسلمان بھی جلد سے جلد ان کے جوئے کو اپنی گردنوں سے اتار پھینکیں۔ اس پر حاضرین نے غلغلہ تحسین بلند کیا۔ اور فخری پاشا زندہ باد کے نعروں سے مسجد گونج اٹھی۔ اب امام صاحب بھی اپنی جگہ سے اٹھے اور غازی موصوف سے اپنے الفاظ پر معذرت خواہ ہوئے۔ (عتیقی)

[۱] ابھی غازی ممدوح ملک کے اندرونی مخمصوں میں گرفتار تھے۔ کہ ایک ہندوستانی مصطفےٰ صغیر نامی انگورا میں جا دھمکا۔ انگورا پولیس کو اس کے آنے کی غرض و غایت کا پہلے ہی پتہ چل چکا تھا۔ مگر وہ ارادتاً خاموش رہی۔ مصطفےٰ صغیر نے یہ ظاہر کیا۔ کہ وہ ہندوستان کی خلافت کمیٹی کا نمائندہ ہے۔ اور دس لاکھ پونڈ ترکوں کو پہنچانے کے لئے آیا ہے دس لاکھ پونڈ عنقریب انگورا پہنچ جائینگے ترکوں نے ظاہرا طور پر اس کا نہایت احترام کیا۔ اور بطور شاہی مہمان کے ٹھہرایا۔ مگر پولیس اس کی خط و کتابت کی جانچ پڑتال کرتی رہی۔ اس کے کئی ایک خط انگورا پولیس کو دستیاب ہوئے۔ جن سے پتہ چلتا تھا۔ کہ وہ برطانوی محکمہ جاسوسی کا ممبر ہے۔ وہ کچھ عرصہ انگورا میں مقیم رہا۔ اور مصطفےٰ کمال سے شرف باریابی چاہا۔ مقررہ وقت پر

برطانیہ کی یہ تہدید سنتے ہی ہندوستانی مسلمانوں میں ہیجان پھیل گیا۔ رئیس الاحرار مولانا محمد علیؒ نے لکھنؤ میں آل انڈیا خلافت کمیٹی کا فوری اجلاس طلب کیا۔ جس میں مندرجہ ذیل مفہوم کی قرارداد منظور کی گئی:-

"مسٹر مصطفےٰ اصغیر ہندوستان کی خلافت کمیٹی کا نمائندہ نہیں ہے۔ نیز اس نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی

وہ مقام متعینہ پر آپہنچا۔ جب وہ اس کمرہ میں داخل ہوا تو اس نے پتلون کی جیب سے ریوالور نکال کر چلایا۔ مصطفےٰ کمال کے بجائے وہاں ایک اور شخص بیٹھے تھے۔ جو صاف بچ گئے۔ چونکہ حکومت کو اس تمام ماجرا کا حال معلوم تھا۔ اس لئے کرسی اس قسم کی مہیا کی گئی تھی۔ کہ نشانہ کا خطا ہونا ضروری تھا۔ پولیس نے اسے فوراً حراست میں لے لیا۔ اس نے حسب ذیل الفاظ میں جرم کا اقبال کیا:-

"میں ایک معزز شریف ہندوستانی خاندان کا فرد ہوں۔ بنارس کا رہنے والا ہوں جب میں دس برس کا تھا۔ تو مجھے انگلستان تعلیم کے لئے بھیجا گیا۔ میرے تمام مصارف کی ذمہ دار سلطنت تھی۔ میں نے آکسفورڈ یونیورسٹی سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے معاوضہ میں میں نے قرآن پر حلف لیا تھا۔ کہ میں انگلستان کے لئے اپنی جان قربان کردوں گا۔ مجھے شاہی خرچ پر تمام دنیا کی سیر کرائی گئی۔ اور کچھ وقت ہائیڈرل برگ کے دارالعلوم میں ہندوستانی طلبا کی جاسوسی کے لئے مقرر کیا گیا۔ پھر مجھے بطور ملازم مصر اور افغانستان میں بھیجا گیا۔ کچھ وقت بطور سفیر ایران میں کام کرتا رہا۔ اور دوران جنگ عظیم سوئٹزرلینڈ میں بسلسلہ جاسوسی خدمت انجام دیتا رہا۔ عارضی صلح کے بعد مجھے قسطنطنیہ میں متعین کیا گیا۔ سلطان وحید الدین اور وزیر اعظم داماد فرید پاشا کو میرے مشن کا حال معلوم تھا۔ وہ میری سکیم کو بنظر استحسان دیکھتے تھے۔ مجھے انگورا برطانوی محکمہ جاسوسی نے بھیجا تھا۔ کہ میں مصطفےٰ کمال کا کام تمام کردوں۔ مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ اس کام کے عوض پندرہ لاکھ روپیہ کا گراں بہا عطیہ مجھے پیش کیا جائے گا۔"



والدهٔ مصطفى كمال ـ متعلق صحيفه ١٧



لطيفه خانم متعلق صحيفه ٦٨



متعلقہ صفحہ ۴۴

جان لینے کی شرمناک کوشش کی ہے ہم اس بات کو نظرِ حقارت دیکھتے ہیں۔ اس جُرم کی پاداش میں اگر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ تو ترک حق بجانب ہوں گے۔"

مصطفےٰ کمال پاشا کو اس قرارداد کی اطلاع دی گئی۔ اور ہندوستان کے طول و عرض میں جلسے کرکے بتایا گیا۔ کہ مصطفےٰ صغیر کون تھا۔ اور اس کے اقدام کو ہندوستانی حقارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ترکوں کو اسے فی الفور قتل کر دینا چاہیئے ہندوستانیوں کے اس دانشمندانہ اقدام سے ترک مصیبتِ عظمٰی سے بچ گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی ترک اور ہندوستانی اس عظیم غلط فہمی سے محفوظ رہے جس کے مصطفےٰ صغیر کے اقدام کے باعث پیدا ہو جانے کا قطعی امکان تھا۔ لیکن اس سے اتنا ضرور ہوا کہ ترک ہندوستانی مسلمانوں کے معاملے میں ضرورت سے زیادہ محتاط ہو گئے۔ ان تمام باتوں کے باوجود مصطفےٰ کمال کا دردمند اور محبّت اسلامی سے لبریز دل ہندوستانیوں کی ہمدردی کے لئے وقف رہا۔ اور بارہا انہوں نے ہندوستانیوں سے کہا۔ کہ ترکی اور عالم اسلام کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ وہ اپنے ملک کو آزاد کرائیں۔

امیر کابل کا قاتل:۔ مصطفےٰ صغیر پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ اس موقع پر عدالت میں دول یورپ کے تمام سفراء کو دعوت دی گئی تھی۔ فرانس کی ایک سیاح خاتون کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ برطانوی سفیر کے سوا تمام حکومتوں کے سفراء مقدمہ کی روداد سننے کے لئے کمرہ عدالت میں موجود تھے۔ دورانِ مقدمہ میں اس کے حواس درست تھے۔ اس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ اور بتایا کہ کس طرح اس نے وزیرِ ہند کے سامنے برطانیہ کی امداد حسد و فاداری کا اقرار کیا تھا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ مصطفےٰ کمال کے قتل کا نازک اور اہم کام اس لئے میرے سپرد کیا گیا تھا۔ کہ میں نے امیر حبیب اللہ خاں شاہ کابل کے قتل کی سازش کا کام بڑی جانفشانی سے انجام دیا تھا۔ ملزم نے ان انگریز افسروں کے نام بتائے جو اس کی امداد و اعانت کے لئے انگورہ میں موجود تھے جرم ثابت ہونے پر عدالت نے مجرم کو پھانسی کی سزا دے دی یہ خس کم جہاں پاک !!

جب مصطفےٰ کمال کو یہ بتایا گیا۔ کہ اس کے سر کی قیمت پندرہ لاکھ روپیہ تھی۔ تو وہ

ہنسے اور فرمایا۔ واللہ! میں نے تو کبھی جان کو اس قدر قیمتی نہیں سمجھا۔

جدید ترکی اور مسٹر سٹریٹ:۔ امریکہ کے مشہور اخبار نویس مسٹر سٹریٹ نے سیاحت ترکی کے دوران میں مصطفےٰ کمال اور حکومت انگورہ کے بعض چشم دید حالات اس طرح بیان کئے ہیں:۔

"نئی ترکی حکومت غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے طفیل ظہور میں آئی ہے۔ اور وہی آجکل اس کے صدر بھی ہیں"

غازی موصوف ایک چہل سالہ خوبصورت اور قوی الجسم انسان ہیں۔ ان کی پیشانی بلند ہے۔ جس سے ذہانت اور فراست ٹپکتی ہے۔ ان کے دہان و ذقن سے جوانمردی و نبرد آزمائی مترشح ہوتی ہے۔ ان کے چہرے اور آنکھوں میں خصوصاً تخیل پرستی کی کسی قدر جھلک پائی جاتی ہے۔ لیکن ان کی تخیل پرستی صحیح و درست نتائج پیدا کرتی ہے۔ وہ صحیح معنوں میں پورے پورے شریف النفس، مہذب مہمان نواز اور سلیقہ شعار شخص ہیں۔ ہمیشہ خوش پوش رہتے ہیں۔ وہ ہر مغربی سے ملاقات کرنے میں بےتکلفی سے کام لیتے ہیں۔ فرانسیسی ان کی زبان پر پانی کی طرح رواں ہے۔ ان کی ولادت ترکی کی ہے۔ میں ان کہانیوں کو جو ان کے یہود ہونے کی مؤید و مظہر ہیں۔ بے بنیاد سمجھتا ہوں۔ اگر ان کے جسم میں کسی قسم کا غیر ملکی خون موجود ہے۔ تو وہ قوم سلاد کا خون ہے۔ وہ سالونیکا کے ایک مشہور گھرانے میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے خاص ترکی میں تعلیم حاصل کی۔ اگرچہ بعد میں انہوں نے یورپ بھر کا سفر کیا۔ اور آج وہ اپنی ذاتی قابلیت کی وجہ سے ترکی میں بلند ترین منصب پر فائز ہیں۔ انہوں نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ ایسے ہی بے عدیل اور آزاد خیال مدبر ہیں۔ جیسے کہ ایک بے مثل جرنیل"

غازی کا ممتاز خطاب:۔ جو قوم راہ خدا میں جہاد کرتی ہے۔ اس کا ہر فرد غازی کہلانے کا مستحق ہے۔ اس لحاظ سے ترکوں کا بچہ بچہ غازی ہے۔ لیکن، سلطنت ترکی میں مدت مدید سے یہ رواج چلا آتا ہے۔ کہ جو ترکی جرنیل میدان جنگ

میں فوق العادۃ شجاعت و شہامت کا اظہار کرتا ہے۔ اسے ترکی حکومت کی طرف سے سرکاری طور پہ بھی "غازی" کا خطاب باقاعدہ عطا کیا جاتا ہے۔ ناظرین کرام آگے پڑھیں گے کہ جب ۱۹۱۳ء میں شکری پاشا مدافع ایڈریا نوپل نے چھتیس گھنٹہ کی خونریز جنگ کے بعد بلغاریوں کو شکست فاش دی تھی۔ تو اس موقع پر جلالت مآب سلطان المعظم نے انہیں غازی کا خطاب مرحمت کیا تھا۔ اب ترکان احرار کی حکومت نے مصطفٰے کمال پاشا کو مارشل اور غازی بنا دیا۔ ترکوں میں ایسے خوش نصیب فوجی افسر بہت کم ہوتے تھے جنہیں حکومت کی طرف سے یہ خطاب ملتا تھا۔

شیخ سنوسی اور مصطفٰے کمال پاشا:- سقاریہ میں جہاں ترکوں نے ۱۹۲۲ء میں یونانیوں پہ ایک عظیم الشان فتح حاصل کی تھی۔ شیخ سنوسی ۱۹۲۳ء میں تشریف لائے۔ اور آپ نے غازی مصطفٰے کمال پاشا کی خدمت میں ایک طویل مکتوب بھیجا جس میں غازی موصوف کی سرفروشانہ خدمات کی تعریف کی۔ اور ترکوں کو جو اپنی آزادی حاصل کرنے کی آخری جدوجہد کر رہے تھے۔ یقین دلایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو فراموش نہیں کرتا جو تمام خود غرضانہ خیالات سے الگ ہو کر قومی حقوق کے تحفظ کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔

برطانی تحائف:- ایک زمانہ تھا۔ کہ غازی مصطفٰے کمال پاشا کو دول یورپ سب سے بڑا دشمن سمجھتی تھیں۔ اور آپ کو اپنے آہنی چنگل میں پھنسانے کے لئے طرح طرح کی حیلہ جوئی سے کام لیتی تھیں۔ یہاں تک کہ مصطفٰے صغیر جیسے ناپاک شخص کو آپ کے قتل کا مامور بھی کر دیا جاتا ہے۔ لیکن خدا کی شان دیکھئے کہ دشمنی اور جاں ستانی کا یہ پلڑا کس طرح زیروزبر ہوتا ہے۔ اور دشمنوں کے لئے کوئی چارہ کار نہیں رہ جاتا۔ کہ وہ مخالفت کے ناپاک منصوبے ترک کر کے مصطفٰے کمال پاشا کی طرف مودت و محبت کا ہاتھ بڑھانے کو مجبور ہو جاتے ہیں حتےٰ کہ برطانیہ کی جانب سے ایک مرصع تلوار اور گذشتہ جنگ عمومی کی انگریزی تاریخ غازی ممدوح کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کی جاتی ہے۔ سچ ہے۔ جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔

مصطفےٰ کمال کی شادی:- مصطفےٰ کمال جب اناطولیہ کی معرکہ آرائیوں میں مصروف اور ملک کو دشمنوں سے پاک کر رہے تھے تو سمرنا کی پہاڑیوں پر ایک شگوفۂ محبت کھلا۔ ایک نوعمر خاتون سے آنکھیں دو چار ہوگئیں۔ وہ قوی دل جو کڑی سے کڑی مصیبت میں بھی ثابت قدمی کا خوگر تھا۔ اب سرکار حسن کے روبرو ہوتے ہی محل گیا۔ مصطفےٰ کمال جیسے شخص کو جو ملکی و ملّی خدمت میں ہمیشہ سرکف رہا ہو اتنی فرصت کہاں کہ آرام سے بیٹھے اور ہوتے ہوئے محبت کی پینگیں بڑھائے۔ مبادیات عشق و محبت کو بالائے طاق رکھ کر نازنین سے ماجرائے دل کہہ سنایا۔ عشق کے دیوتا کا یہ وار دو گونہ تھا۔ خاتون بھی آپ پر دل و جان سے فریفتہ تھی۔

خاتون کا نام لطیفہ خانم ہے۔ آپ سمرنا کے دولتمند زمیندار ماموں رشید بے کی صاحبزادی ہیں۔ سن انیس برس کے قریب تھا۔ باپ نے اعلےٰ تعلیم کے زیور سے عالی حوصلگی کے ساتھ آراستہ و پیراستہ کیا تھا۔ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت کی بھی کمی نہ تھی۔

مصطفےٰ کمال نے اس موقع پر بھی عظیم الشان مردانگی دکھائی۔ اپنی ذاتی خواہش اور دلی راحت کو قوم کے مفاد عظیمہ اور ملک کے کارنامہ پر قربان کیا۔ ساتھ ہی حلف اٹھایا۔ کہ "جب تک اپنے ملک کی حیات تازہ نہ دیکھوں گا۔ شادی نہ کروں گا۔"

لطیفہ خانم بھی اس فیصلہ سے مردانہ وار متفق ہوگئیں، اور مصطفےٰ کمال وہاں سے رخصت ہوگئے۔ چندماہ کے بعد جب مصطفےٰ کمال کو اپنی مصروفیتوں سے کچھ فراغت ہوئی اور اطمینان کا سانس لینا نصیب ہوا۔ تو ایک روز آپ اچانک سمرنا جا پہنچے۔ اور لطیفہ خانم سے کہنے لگے "آدھ گھنٹے میں تیار ہو جاؤ۔ میں تمہیں لے جانا چاہتا ہوں۔"

الغرض یوں ۲۹ جنوری ۱۹۲۳ء کو مصطفےٰ کمال کی سادہ رسم نکاح عمل میں آئی۔ دوسرے روز ترکی کو پتہ لگا۔ کہ آپ نے شادی کر لی ہے۔ لطیفہ خانم کے باپ نے ایک لاکھ تیس ہزار پونڈ کا جہیز دیا۔ مگر مہر شرعی کل اڑھائی روپیہ مقرر ہوا۔

بیگم کمال کا دورہ:- بیگم کمال شادی کے وقت سے متواتر غازی مصطفےٰ کمال

کے ساتھ ہر مقام پر جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ وہ محاذ جنگ پر افواج وغیرہ کا معائنہ بھی کرتیں اور دعوت وغیرہ کی تمام رسوم میں شریک ہوتی رہیں۔

بیگم کا حلیہ:۔ آپ کا رنگ پاکیزہ ہے۔ اور لمبی سیاہ پلکوں میں سیاہ آنکھیں رسیلے پن سے چمکتی ہیں۔ ہنستے وقت آپ کے دہان مبارک میں خوشنما دانتوں کی پوری قطار نظر آتی ہے۔ آپ معمولی سیاہ ساٹن کا ترکی لباس زیب تن کرتی ہیں۔ اور برقع نہیں اوڑھتیں۔ دو کلائیوں پر پہونچیاں۔ اور انگلیوں میں صرف دو انگشتریاں رکھتی ہیں۔ جس میں ایک پلاٹینم کی چار قیراط ہیرے کے رنگ کی ہے۔ اور دوسری وہ انگشتری ہے۔ جس کو ایک ملاقات کے دوران میں غازی عصمت پاشا نے یونان سے لاکر دیا تھا۔

بیگم پر الزام جاسوسی:۔ یونانی فوج نے قبضۂ سمرنا کے بعد آپ کو اس الزام میں گرفتار کر لیا تھا۔ کہ آپ ترکوں کی جاسوسی کرتی ہیں۔ تین مہینے کے بعد جب مصطفےٰ کمال کی فوج نے سمرنا پر دوبارہ ہلالی پرچم اڑایا۔ تو آپ کو آزادی نصیب ہوئی اور آپ کے والد بھی رہا کئے گئے۔

بیگم کمال کو طلاق:۔ افسوس ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا کی محبت کا باب جس طرح دفعتہً کھلا تھا۔ اسی طرح چند برس کے بعد یکایک بند ہو گیا۔ مصطفےٰ کمال اور لطیفہ خانم کے درمیان بعض ایسے اختلافات رونما ہو گئے۔ جن سے نوبت طلاق تک پہنچی۔ وہ دو دل جو سمرنا میں مقناطیس محبت کی زبردست کشش سے آپس میں مل گئے تھے۔ انکو رہ میں علیحدگی پر مجبور ہو گئے۔

ترکی کی داخلی تعمیر اور مصطفےٰ کمال پاشا

خارجہ حکمت عملی:۔ مصطفےٰ کمال نے جہاں ملک کی اقتصادی خوشحالی اور ہر قسم کی ارتقائی نشوونما کی جانب توجہ دی۔ وہاں دوسری سلطنتوں سے خوشگوار مراسم و روابط کے استحکام سے بھی غافل نہیں رہے۔ انہوں نے جہاں روس۔ جرمنی۔ فرانس، اٹلی برطانیہ اور یورپ کی دیگر چھوٹی چھوٹی سلطنتوں سے دوستانہ تعلقات پیدا کئے۔

عہدناموں کے ذریعے دولِ غربیہ کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کی۔ وہاں دولِ شرقیہ اور خصوصیت سے دولِ اسلامیہ کی جانب بھی ان کی توجہ مبذول رہی۔ ایک عرصے سے وہ اس امر کے آرزومند تھے کہ کوئی ایسا حل سوچا جائے۔ جس سے تمام اسلامی ممالک ایک ہی رشتۂ محبت میں منسلک کئے جا سکیں۔ آخر کار انہوں نے ڈھونڈ نکالا۔ ترکی اور ایران کے مابین "تنازعہ سرحدات" چلا آتا تھا۔ مگر اسے غازی مصطفٰے کمال کا تدبر کہئے۔ کہ ایران نے تسلیم کر لیا۔ کہ متنازعہ سرحدی علاقہ ترکی کی ملکیت ہے۔ ایران کے وزیر خارجہ ترکی تشریف لائے۔ ترکی حکومت نے بڑی دھوم دھام سے ان کا استقبال کیا۔ اور اس طرح محبت اور خلوص کے اس بے پناہ مظاہرے سے دوستی کا غیر فانی نقش ان کے دل پر مرتسم کر دیا۔ افغانستان سے بھی ایک معاہدہ کیا گیا۔ جس کی رُو سے قرار پایا۔ کہ ترک افسر افغانی افواج کی جدید اصولوں پر فوجی تربیت کریں گے۔ نیز افغانی خواتین کو ترکی میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ ابن سعود سے بھی آپ شفقت و محبت سے پیش آئے۔ یمن مصر اور دیگر اسلامی ممالک سے بھی عہدنامے ہوئے سابق شاہ ایڈورڈ جب سرکاری طور پر ترکی کے مہمان ہوئے۔ تو اُن کا عظیم الشان استقبال کیا گیا۔ اور جب وہ تاج و تخت کو ٹھکرا کر دوبارہ ترکی میں آ کر ٹھہرے تو بھی ان کے اعزاز میں وہی رسوم ادا کی گئیں۔

ہندوستانی مسلمانوں سے انہوں نے ہمیشہ اظہارِ ہمدردی کیا۔ اور جب بھی کوئی وقت آیا انہوں نے یہی پیغام دیا۔ کہ اسلام اور ترکی کے لئے ہندوستانی مسلمانوں کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے۔ کہ وہ اپنے وطن کو آزاد کرائیں مسلمانوں کے کعبۂ اول فلسطین میں برطانوی انتداب نے ظلم و ستم کا جو ہنگامہ بپا کر رکھا ہے۔ سب سے پہلے مصطفٰے کمال نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ اور انہیں ہر قسم کی امداد و ہمدردی کا یقین دلایا۔ یہ ان کے بے مثل تدبر و فراست کا زندہ جاوید ثبوت ہے۔ کہ ایک طرف تو تمام دولِ غربیہ ترکی کے رشتۂ محبت میں بندھے کھڑے ہیں۔ دوسری جانب جملہ اسلامی ممالک کے منتشر اجزاء ترکی کے اجزائے لاینفک معلوم ہوتے ہیں۔ ایک طرف لیگ آف اسلام کے نام سے ایک جماعت بنائی گئی ہے جس میں عراق مصر ترکی اور افغانستان کو شامل کیا گیا ہے۔ تو دوسری طرف ریاستہائے بلقان کو متحد کر کے لیگ آف بلقان کا نام

دے دیا گیا ہے۔ اور آج وہی لوگ جو ترکی خون کے پیاسے تھے۔ ترکی کی خدمت کے مواقع ڈھونڈ رہے ہیں۔

جدید اصلاحات

گذشتہ صفحات میں غازی مصطفےٰ کمال کی قومی اور عسکری سرگرمیوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ذیل میں ہم آپ کو ان کی اس انقلاب آفریں اصلاحی سکیم سے روشناس کرانا چاہتے ہیں۔ جس کی بدولت بیمار ترکی کو ایک بار پھر پیراہن شفا ملا۔ زندگی بخشی گئی اور وہ تمام طاقتیں، لطف اور ضروریات عطا ہوئیں جو بالعموم زندہ اور تندرست انسانوں کو عطا ہونی چاہئیں۔ ملک میں ہر طرف آزادی کا دور دورہ ہوا۔ پرانے طور طریقے اور غلامانہ رسمیں بدلی گئیں۔ حتٰے کہ انگورہ جیسا دقیانوسی شہر بھی یورپ کے بہترین شہروں کے لئے وجہ رشک و چشمک بن گیا۔

۱۔ انگورہ کی پہلی حالت:۔ ترکی کا دارالخلافہ انگورہ یونانیوں کے عہد میں انکیریا کہلاتا تھا۔ امیر تیمور کے طوفانی حملوں کی دستبرد سے تباہ ہوا۔ ۱۹۲۴ء میں اس کے مکان، گلیاں اور سڑکیں کچی اور نہایت مہیب و بدنما منظر کی حامل تھیں۔ قسطنطنیہ سے ۳۰۶ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس فاصلہ کو طے کرنے کے لئے کوئی خاص انتظام نہ تھا۔ ۱۹۳۰ء میں ریلوے لائن تیار ہوئی۔ سلسلہ رسل و رسائل کی تجدید سے اب یہ سفر ۱۲ گھنٹوں میں طے ہوتا ہے۔

۲۔ جدید انگورہ:۔ جدید انگورہ کے ہر نقش میں مصطفےٰ کمال کی داخلی اصلاحات کی برکات مسکرا رہی ہیں۔ انگورہ کو از سر نو تعمیر کرایا گیا ہے۔ غربا کو حکومت کی طرف سے نہایت عالی شان مکانات تفویض ہوئے ہیں۔ شہر کے وسط میں عجیب و غریب مصنوعی جھیل ہے۔ اور جھیل کے چاروں طرف کتب خانہ، قومی بنک۔ پولیس کا دفتر اور چیمبر ہال واقع ہیں۔ جھیل کے عین وسط میں مصطفےٰ کمال کا مجسمہ نصب ہے۔ شہر کی سڑکیں گلی کوچے صاف اور کشادہ ہیں۔ پبلک باغات، عجائب گھر، چڑیا گھر، جمہوریت کے دفاتر، یونیورسٹی کی

عمارتیں۔ تفریح گاہیں۔ کچہری۔ ہائیکورٹ۔ سپریم کورٹ۔ غریب گھر، ہسپتال، ہوٹل اور دیگر سر بفلک و حسین عمارتیں شہر کے مختلف حصص کے حسن و جمال میں چار چاند لگا رہی ہیں۔ راستوں پر پچاس پچاس گز کے فاصلے پر بجلی کے قمقمے رات کو بقعہ نور بنا دیتے ہیں خوبصورت باغوں میں حسین فوارے چاندی اگلتے ہیں میونسپل کمیٹی کی طرف سے شام کو باجہ نوازی بھی ہوتی ہے۔ روشوں پر بنچ بچھے ہوئے ہیں۔ اور آزادی کے نشے میں سرشار ترک رتبہ اور حیثیت کے امتیاز سے بے نیاز ہو کر زندگی کا لطف اٹھاتے ہیں۔

۳۔ ترکی پولیس:۔ ہر چوک میں پولیس کے سپاہی کمربستہ موجود رہتے ہیں۔ اور شہریوں کے جان و مال کی پوری پوری حفاظت کرتے ہیں۔ اسپ سوار اور پیدل پولیس ہر وقت گشت کرتی رہتی ہے۔ اور بقول سر ونیلنٹائن چیرل عوام کی سہولتوں اور خدمت میں کبھی کوتاہی نہیں کرتی۔ کسی زمانے میں لنڈن کی پولیس دنیا بھر کی پولیس سے بہتر سمجھی جاتی تھی۔ مگر ترکی کی پولیس لندن کی پولیس سے بھی بازی لے گئی ہے۔ انگورہ میں پولیس کالج بھی قائم کیا گیا ہے۔ جہاں ترکی سپاہیوں کو ان کے فرائض سلوک اور سراغرسانی کے قواعد کی تعلیم دی جاتی ہے۔

۴۔ ترکی سپاہی:۔ ترکی سپاہی کس درجہ محب وطن، دیانتدار اور فرض شناس ہوتے ہیں۔ یہ آپ کو ذیل کی مثال سے معلوم ہو گا۔ ایک شب مصطفیٰ کمال۔ سوداگر کے بھیس میں رات کو پھر رہے تھے۔ کہ ایک سپاہی کے پاس پہنچے۔ جو صرف بیس روپے ماہوار پر ملازم تھا۔ اور وہ ایسے راستے پر متعین تھا۔ جسے حکومت نے مسدود قرار دیا تھا۔ آپ نے اسے ۰۰ اروپیہ کا نوٹ دکھاتے ہوئے۔ گزرنے کی اجازت طلب کی۔ مگر اس غیور اور فرض شناس سپاہی نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا "میں اپنی جان دے دوں گا مگر روپیہ لے کر ملک سے دغا نہیں کروں گا"

۵۔ یونیورسٹیاں:۔ سمرنا۔ سمنا، قسطنطنیہ اور انگورہ میں عظیم الشان یونیورسٹیاں قائم ہیں۔ انگورہ کی مہتم بالشان یونیورسٹی میں ہر قسم کی تعلیم دی جاتی ہے مصطفیٰ کمال نے طلبا اور حکام اعلیٰ کی تفاوت اور غیر ضروری وحشت کے استیصال کے لئے وزراء کو

حکم دیا ہے کہ وہ ہفتہ میں تین بار انگورہ یونیورسٹی میں طلبار کے سامنے انقلاب ترکی پر لیکچر دیں۔ اسی طرح دوسری جگہوں کی یونیورسٹی کے طلباء کے لئے وہاں کے گورنروں کے نام اسی قسم کے احکام نافذ کئے گئے ہیں۔ غازی مصطفیٰ کمال خود بھی ہفتہ میں تین بار لیکچر دیتے تھے عصمت پاشا بھی جب تک وزیر اعظم رہے۔ باقاعدہ پڑھاتے رہے استنبول کے موجودہ وزیر حکمت ملیے پروفیسر ہیں جو مہینہ میں چھ بار لیکچر دیتے ہیں۔

۶۔ ہسپتال :۔ انگورہ کا کوئی محلہ ہسپتال سے خالی نہیں اور ترکی میں تو ہسپتالوں کی بہت بھرمار ہے۔ مگر انگورہ کا وہ عظیم الشان ہسپتال جو غازی مرحوم کے نام نامی سے منسوب ہے۔ اپنی شان وشوکت حسن انتظام اور فیض رسانی کے باعث دنیا کے چند ہسپتالوں میں شمار ہونے کے قابل ہے۔ اس میں پانچ ہزار آدمیوں کی گنجائش ہے مریضوں کے آرام و آسائش کے سامان مہیا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی۔ غربا کو نہایت عمدہ اور نفیس غذا مفت بہم پہنچائی جاتی ہے۔ امراء کے لئے علیحدہ علیحدہ کمرے بنائے گئے ہیں۔ ہر وارڈ چھ کمروں پر مشتمل ہے۔ کرایہ فی ست صرف چھ روپیہ یومیہ کے حساب سے لیا جاتا ہے۔ ہسپتال کے ساتھ ہی میڈیکل کالج ہے جس میں تین ہزار سے زائد ترک لڑکے طبی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

۷۔ بنک :۔ انگورہ میں ایک شاندار بنک کا افتتاح کیا گیا۔ اور اس کی شاخیں تمام شہروں اور دیہاتوں میں کھول دی گئیں۔ ہر ترک مرد اور عورت کو نہایت قلیل منافع پر قرض مل سکتا ہے۔ اور یہ منافع برائے نام رہ جاتا ہے۔ بشرطیکہ تجارتی کاموں کے لئے قرض لیا جائے۔ تجارتی کمپنیوں کے حصے حکومت خود بھی خریدتی ہے۔ اور بعض اوقات انہیں اپنی سرپرستی میں لے لیتی ہے۔ غیر ملکی بنکوں سے قرضہ لینے کی سخت ممانعت ہے۔ خلاف ورزی کرنے والوں کو اسی قدر منافع قومی بنک میں دینا پڑتا ہے جس قدر وہ بیرونی ملکوں کو بھیجتا ہے۔ اور اگر وہ چھپانے کی کوشش کرے۔ تو اس کی جائداد کی ضبطی کا بھی حکم صادر ہو جاتا ہے۔

۸۔ زراعت :۔ ترکی میں زراعت سائنس کے اصولوں کے مطابق ہوتی ہے

کسانوں کو جدید آلات زراعت قسطوں پر دیئے جاتے ہیں۔ تقاوی فراخدلی سے تقسیم ہوتی ہے۔ غریب لوگ اگر حاکم ضلع سے مفلسی کا سرٹیفکیٹ حاصل کر سکیں۔ تو انہیں مشینیں وغیرہ مفت مل سکتی ہیں۔ ماضی کی نسبت سہ گنا پیداوار بڑھ گئی ہے۔

۹۔ کارخانے:۔ ترکوں میں صنعت و حرفت کی ترویج کے لئے سینکڑوں کارخانے کھولے گئے ہیں۔ ہوائی جہاز بنانے کے لئے پانچ عظیم الشان کارخانے قائم ہیں۔ جن میں فرانسیسی اور روسی انجینیئر ترک بچوں کو جہاز بنانے کا کام سکھاتے ہیں۔ تین کارخانے بحری جہاز بنانے کے ہیں۔ کپڑا بننے کے لئے روس سے مشینیں منگوائی گئی ہیں۔ چینی اور تانبے کے برتن بنانے کے لئے جاپان سے کاریگر بلوائے گئے ہیں۔ ریشمی کپڑا بنانے کے لئے چینی اہل حرفت کو دعوت دی گئی۔ دیا سلائی بنانے کے لئے سویڈن سے ماہرین طلب کئے گئے۔ کپڑا سینے کی مشینوں کے لئے امریکہ سے کاریگر آئے۔ انہیں کارخانوں کی بدولت ملک میں ریل، ٹیلیفون، وائرلیس اور ٹیلیگراف کا جال بچھ گیا ہے۔ اور آج ضرورت کی کوئی ایسی چیز نہیں جو ملک میں تیار نہ ہوتی ہو۔

حکومت نے فورڈ کمپنی امریکہ سے معاہدہ کر کے ترکی میں ۳۰ سال تجارت کرنے کی اجازت اور کارخانوں کے لئے زمین مفت دی ہے۔ اور محصول بھی معاف کر دیا ہے۔ لیکن کمپنی سے اس کے عوض میں مندرجہ ذیل مطالبات کئے گئے ہیں:۔

(۱) ہر ماہ ایک ملین منفعت دے۔ (۲) ترکوں کے سوا کسی کو ملازم نہ رکھے۔ (۳) اختتام میعاد پر تمام کارخانے حکومت کے حوالے کر دیئے جائیں۔

۱۰۔ لازمی تعلیم:۔ ملک میں تعلیم لازمی ہے۔ جابجا سفری سکول کھولے گئے ہیں۔ تاکہ کوئی شخص جاہل نہ رہے۔ انجینیرنگ، قانون، طب، پولیس، اور دوسرے تجارتی کالج و تمام سکول دار العلوم کے ماتحت نہایت خوش اسلوبی سے چل رہے ہیں۔ سب سے قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان تمام شعبوں کی تعلیم صرف قومی زبان یعنی ترکی میں ہوتی ہے۔

۱۱۔ فوجی تنظیم:۔ افواج کی تنظیم میں جدید طریقوں کو خصوصیت سے ملحوظ رکھا گیا

ہے۔ ملک میں پانچ ملٹری کالج ہیں۔ فوجی ایکٹ علیحدہ ہے۔ ہر ترک بچے کو دس سال کی عمر سے پندرہ سال کی عمر تک دوسری تعلیم کے علاوہ جبری فوجی تعلیم دی جاتی ہے۔ افواج کو رسالوں، رجمنٹوں، توپ خانوں اور کمپنیوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ملٹری پولیس بھی علیحدہ ہے۔

۱۲۔ جنگلات کی حفاظت :۔ ترکی میں بے شمار گھنے جنگلات ہیں۔ ترکی کے دورِ جدید سے قبل یہ تمام جنگلات وحشی قبائل اور لٹیروں کی کمین گاہیں بنی ہوئی تھیں۔ غازی مصطفےٰ کمال نے جنگلات کا ایک محکمہ قائم کیا۔ جنگلات کی پیداوار اور رقبہ کی پیمائش کرائی۔ اور پھر ایسے طریقے رائج کئے۔ جن سے ملک کی آمدنی میں کروڑوں پونڈ کا اضافہ ہوسکتا تھا۔ ۱۹۲۰ء میں اس کی ابتدائی تیاریاں مکمل کی گئیں۔ ۱۹۲۱ء میں مصارف ادا کرنے کے بعد ایک کروڑ تین سو ساٹھ پونڈ بچت ہوئی۔ جس کا ۵۰ فی صدی ملکی سڑکوں کی تعمیر اور ۴ فیصدی اس محکمے کی سرسبزی پر خرچ کیا گیا۔ فارسٹ کالج کھولا گیا۔ معدنیات جمادات۔ نباتات کے محکمے علیحدہ علیحدہ قائم کئے گئے۔ اور آج ان محکموں کے قیام کی بدولت لاکھوں ترکوں کی زندگیاں سنور گئی ہیں۔

۱۳۔ فروغِ ادب :۔ ادب کے فروغ اور ترکوں کو علوم حاضرہ سے بہرہ ور کرنے کے لئے۔ ترجمے اور تصنیف کے لئے محکمے قائم کئے گئے۔ جن میں ہزاروں قابل علما اور فاضل ادیب دن رات عمدہ اور مفید کتابوں کے تراجم و تالیف میں مصروف رہتے ہیں تصنیف و تالیف کی یہ سرگرمیاں اس حد تک ترقی پذیر ہیں کہ مغربی ممالک میں جو اعلےٰ کتابیں چھپتی ہیں ترکی میں دو مہینہ کے بعد ترجمہ ہو کر دستیاب ہوسکتی ہیں۔

مصطفےٰ کمال کی محبوب شخصیّت

ترک مصطفےٰ کمال سے بیحد محبت کرتے تھے۔ ان کے معمولی سے معمولی حکم کی تعمیل کی جاتی تھی۔ اس لئے نہیں کہ وہ ڈکٹیٹر ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ اُن کے محبوب و محترم رہنما ہیں۔ انہوں نے ترکی کے لئے عظیم الشان قربانیاں کی ہیں قسطنطنیہ کا تاریخی محل "قصر یلدیز" جس نے اکثر ترکی سلاطین کے عروج و زوال کا تماشا کیا تھا۔ مصطفےٰ کمال کو رہائش کے لئے

پیش کیا گیا۔ مگر انہوں نے اسے قسطنطنیہ کی میونسپل کمیٹی کے حوالے کر دیا۔ اور ان کے حکم کے مطابق یہ گھر [illegible] بنا دیا گیا۔ اسی طرح انہیں انگورہ میں ایک محل پیش کیا گیا۔ مگر انہوں نے اسے بھی قبول نہ کیا اور اسے ایک مدرسے کے لئے وقف کر دیا۔ انہوں نے اپنی تمام جائداد جو لاکھوں روپیہ کی مالیت کی تھی، بلا معاوضہ قوم کے حوالے کر دی۔ اور خود سادہ زندگی پر قانع ہو گئے۔ ایک فرانسیسی مصنف نے ان کی سادہ زندگی کو مندرجہ ذیل پیرائے میں بیان کیا ہے۔

"وہ چانکایا میں ایک معمولی سے گاؤں میں شاہانہ دماغ لئے رہتا ہے۔ چابک اور تختہ سیاہ آج کل اس کے دو بڑے ہتھیار ہیں۔ تنہا انسان جس کا کوئی دوست نہیں، کنبہ نہیں، اولاد نہیں۔ اس نے ترکی کے تمام لوگوں کو اپنی طاقت اور جائداد کا وارث قرار دیا ہے۔ وہ ایسا انسانی ڈکٹیٹر ہے کہ ترکی میں دوبارہ کسی ڈکٹیٹر کا ہونا ناممکن ہو گیا ہے۔"

ان ناقابل فراموش قربانیوں کے باعث قوم نے انہیں "غازی"، "محسن وطن"، "سازندۂ ترکی"، "نجات دہندہ ترکی" اور "اتاترک" ایسے بلند القاب و خطابات پیش کئے۔ ایک انگریز سیاح انگس تول نامی اپنی سیاحت قسطنطنیہ کے حالات میں رقمطراز ہے:-

"میں قسطنطنیہ کے ایک ہوٹل میں آرام کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک ترکی افسر اپنے بوٹ کی ایڑی زمین پر مارتے ہوئے میرے سامنے آ کھڑے ہوئے اور مجھ سے یوں ہم کلام ہوئے "تم انگریز ہو؟ انگس تول"! میں نے اثبات میں سر ہلایا ...... "سمرنا سے تم آج یہاں پہنچے ہو؟" ------ "ہاں"، "اور تم چودہ دن تک یہاں قیام کرو گے؟" میں نے ہنس کر جواب دیا۔ "تم تو میرے متعلق سب کچھ جانتے ہو" لیکن ان کے چہرے پر مسکراہٹ تک بھی نمودار نہ ہوئی۔ "تمہارے لئے یہ اشد ضروری ہوگا کہ ہر روز پولیس تھانہ میں جا کر اپنی حاضری کی اطلاع دو۔ ورنہ تمہارا پاسپورٹ ضبط کر دیا جائے گا" میں نے کچھ عذر کرنا شروع کیا...... "لیکن یہ کس کے حکم سے؟" "مصطفیٰ کمال پاشا کے حکم سے ...... ترکی ڈکٹیٹر"

"موجودہ انقلاب کے استواکا انحصار صرف ایک شخص پر ہے میں نے ترکی کی گلیوں میں دیکھا کہ عوام الناس ہیٹ پہنے پھرتے ہیں۔ میں نے ایک شخص سے پوچھا۔ "وہ سرخ ٹوپی کیا ہوئی؟" پہننے کی ممانعت ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کو سزائے موت ہے۔

"یہ کس کا حکم ہے؟" مصطفٰے کمال میں درویشوں کا مذہبی تاج دیکھنا چاہتا تھا لیکن میرے رہنما نے مجھے بتایا کہ مصطفٰے کمال کے حکم سے ہر قسم کا تاج منسوخ ہو چکا ہے۔ حکم عدولی کی سزا موت ہے۔ میں جس دکان میں گیا۔ سب سے پہلے ایک شخص کی تصویر پر نظر پڑی جس کے بال خوبصورت تھے۔ آنکھیں نیلگوں اور تجسس آمیز تھیں۔ وہ حسین تھا لیکن تندی چہرے سے ٹپک رہی تھی یہ شخص کون ہے؟ میں نے ایک دکاندار سے پوچھا۔ "غازی مصطفٰے کمال"

محولہ بالا بیانات ان کی ہر دلعزیزی اور ایثار پسندی کی روشن مثالیں ہیں۔ ترکی کے تمام بڑے بڑے شہروں میں اُن کے مجسمے نصب ہیں۔ پچھلے دنوں ترکی کو ہوائی جہاز بنانے کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی مصطفٰے کمال نے اپنی قوم سے مندرجہ ذیل الفاظ میں اپیل کی۔

"میں جانتا ہوں کہ میری قوم غریب ہے مگر میں قوم سے بھیک مانگتا ہوں"

چنانچہ دو گھنٹے کے قلیل عرصہ میں ہی ۳۰ کروڑ روپیہ جمع ہو گیا۔ جب غازی مصطفٰے کمال کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی۔ تو انہوں نے کہا۔

"الحمدللہ! میری قوم زندہ ہے"

غازی مصطفٰے کمال اور اسلام

متذکرہ بالا اصلاحات کے انقلابی تاثرات سے یورپ کے سیاسی ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی۔ انہوں نے "بیمار ترکی" کو اپنے پاؤں کے سہارے اٹھتے دیکھا۔ اس کی شان و شوکت اُس کا جلال اور اس کی سج دھج اس غضب کی تھی۔ کہ صلیبی طاقتوں کے پیٹ میں درد پیدا کئے بغیر نہ رہی۔ بڑی سوچ بچار کے بعد انہوں نے ایشیائی مسلمانوں میں پروپیگنڈا شروع کیا کہ مصطفٰے کمال نے مذہب اسلام کی بیخ کنی کر کے الحاد و بے دینی کو رواج دے دیا ہے ترک پکا زندیق اور کافر ہو گیا ہے۔ اس نے نماز کو منسوخ کر دیا ہے۔ قرآنی تعلیم میں ردوبدل

کیا ہے اور احکام شرعی کا حلیہ تک بدل دیا ہے۔ یورپ کے اس آخری کارنامے کے سلسلے میں رپوٹر نے بہت خدمات انجام دیں۔ تاروں کا تانتا باندھ دیا۔ اور ایشیائی اخبار ہر روز اتاترک کی بے دینی کی خبروں سے لبریز نظر آنے لگے لیکن سچائی پر زیادہ دیر تک پردے نہیں ڈالے جا سکتے۔ بہت جلد اسی رپوٹر نے اطلاع دی کہ مصطفٰے کمال حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات لکھنے میں مصروف ہیں۔ اور ان کا خیال ہے کہ ترکی زبان میں ایسی مبسوط سوانح حیات نہیں لکھی گئی۔ مشہور مؤرخ ڈاکٹر براؤن جنہوں نے ماہ جنوری ۱۹۳۴ء میں غازی مرحوم سے ملاقات کی تھی، امریکن فورٹ نائٹلی ریویو کے صفحہ ۷۲ ۵ پر رقمطراز ہیں "غازی موصوف کو رسول اللہ سے خاص محبت و عقیدت ہے۔ ان کا نام سے کر آبدیدہ ہو جاتا ہے۔ اور بارہا کہہ چکا ہے کہ دنیا نے ایسا عظیم الشان انسان ابھی تک پیدا نہیں کیا۔ اور نہ کر سکے گی" پھر ایک جگہ رقمطراز ہے:-

"ان کی آنکھیں آنگوں تھیں۔ چائے کی پیالی کو انہوں نے میز پر رکھ دیا اور کہا "یورپ اور امریکہ رسالت مآبؐ سے اس لئے متنفر ہیں۔ کہ حضور کی زندگی کے اصلی حالات ان تک نہیں پہنچائے گئے" انہوں نے اپنا ہاتھ میرے بائیں کندھے پر رکھ دیا۔ اور کہا "یورپ کو قطعی طور پر اس پروپیگنڈے سے فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ کہ میں اسلام سے بیزار ہوں۔ لیکن آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے دل میں اسلام کی محبت اچھل رہی ہے۔ میرا ایمان ہے کہ اگر خدا کا زمین پر انسان کے لباس میں مبعوث ہونا ممکن ہو سکتا ہے۔ تو وہ صرف حضورؐ کے لباس میں ہی ہو سکتا ہے۔ اسلام دنیا کا مکمل ترین مذہب ہے۔ البتہ ہم اس کی تفسیر اپنے نقطۂ نگاہ سے کرتے ہیں۔ وہ صرف اختلافی مسائل ہیں آج سے قبل بہت لوگوں نے قرآن کی تفسیر اپنے زاویۂ نگاہ کے مطابق کی۔ میں نے جو اصلاحات اپنے ملک میں نافذ کی ہیں شریعتِ اسلام کے عین مطابق ہیں۔ یورپ چاہے کچھ کہے لیکن اہل بصیرت سے پوشیدہ نہیں کہ میں ہر قدم آقائے نامدار کی متابعت میں رکھ رہا ہوں"

مشہور انگریزی خاتون گریس ایلن اپنی تصنیف "ترکی آف ٹوڈے" میں قمطراز ہے "تامجی پاشا وزیر تعلیمات جمہوریہ ترکیہ جب سرکاری مہمان کی حیثیت سے انگلستان تشریف

لائے۔ تو اُن کے انگریز میزبان نے پوچھا۔ کہ آپ نے ترکی میں مذہب کا کیوں خاتمہ کر دیا؟ غازی پاشا نے برجستہ کہا "ہم نے ہرگز مذہب کا خاتمہ نہیں کیا۔ یہ بات ایسی ہی غلط ہے۔ جیسے یہ کہا جائے کہ کرامویل نے انگلستان میں مذہب کا تیا پانچا کر کے رکھ دیا تھا"

روسی سیاح ڈاکٹر ونڈراوف اپنے سفرنامہ ترکی میں لکھتا ہے۔ "میں نے ہیرا ل میں سنگ مرمر کے ایک ٹکڑے پر قرآن مجید کی چند آیات دیکھ کر ترجمہ دریافت کیا۔ تو مجھے بتایا گیا۔ کہ اس کے معنے یہ ہیں۔ ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

میں نے غازی سے ڈرتے ڈرتے استفسار کیا۔ کہ یورپ تو بڑے زور سے کہہ رہا ہے۔ کہ آپ مذہب سے بیزار ہیں۔ غازی موصوف کچھ دیر خاموش رہے پھر ہنسے۔ اور فرمایا یورپ ہمارے خلاف کیا کچھ نہیں کہتا"

جنرل چارلس ایم شیرل جنہیں ایک سال تک غازی کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا ہے فرماتے ہیں۔

"غازی مصطفےٰ کمال کے الحاد اور بے دینی کی داستانیں سب ان کے دشمنوں کی تصنیف کی ہوئی ہیں۔ میں ان کے ساتھ ایک سال تک رہا ہوں اور اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں۔ کہ خدا اور مذہب پر ان کا پورا ایمان ہے۔ ان کی رائے میں خدا پر ایمان لانا اور اس واجب الوجود کے آستانہ پر جھک جانا لازمۂ بشریت ہے اپنے معبود کو یاد کرنا اور اس سے امداد مانگتے رہنا انسان کا فرض ہے پیغمبر عربؐ کو وہ نہ صرف پیغمبر آخرالزماں بلکہ دنیا کا عظیم ترین انسان مانتے ہیں۔ ملاؤں کی طرح تنگ خیال نہیں ہیں۔ اور مذہب اسلام سے اوہام کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں"

عید الفطر ۱۹۳۵ء کی تقریب جس شان و شوکت سے انگورہ میں منائی گئی اور نماز کے وقت غازی کمال نے جو خطبہ دیا تھا۔ اس سے بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ ترک اب بھی مذہب اسلام پر اسی پختگی سے قائم ہیں۔ اور رسول اللہ کے ارشادات اور مذہب اسلام کی روایات انہیں جان سے

زیادہ عزیز ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ مسلمانو! اسلام کی حفاظت کرو۔ اپنی شاندار ثقافت کو برقرار رکھو۔ اور اپنی سیزدہ صد سالہ روایات پر حرف نہ آنے دو۔"

علامہ شیخ رزاق ازہری (مصری) اپنی سیاحت کے دوران میں استنبول اور قونیہ ہوتے ہوئے انگورہ پہنچے۔ ترکی کے متعلق آپنے اپنے تاثرات یوں قلمبند کئے ہیں:۔

"انگورہ کے مشرقی حصہ میں ایک شاندار مسجد ہے جس میں مغرب کی نماز کے وقت غیر معمولی ہجوم ہوتا ہے۔ جب مؤذن مغرب کی اذان دیتا ہے۔ تو یہ "لا مذہب" ترک ذوق و شوق کے ساتھ مسجد میں آتے ہیں۔ اور خدا ئے قدوس کی بارگاہ میں سر جھکاتے ہیں اکثر اوقات غازی مصطفیٰ کمال پاشا بھی اس مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ ان جیسے مجاہد مسلمانوں کو کس طرح لامذہب قرار دیا جاتا ہے!"

غازی مصطفیٰ کمال کی حمیت دینی اور محبت اسلامی کی تازہ مثال تلاش کرنی ہو۔ تو یہ واقعہ بتا دینا کافی ہے کہ عید الفطر ۱۹۳۲ء کی تقریب پر غازی مرحوم نے مجلس وطنی میں تقریر کی تھی اور قرآن شریف ہاتھ میں لے کر فرمایا تھا "اے قوم! یہی ایک کتاب ہے۔ جس پر عمل کرنے سے دین اور دنیا میں سرفرازی حاصل ہو سکتی ہے"! آنسو آپ کی آنکھوں سے رواں تھے۔ اور حاضرین پر رقت طاری تھی۔ ملک نے انہیں مجبور کیا۔ کہ وہ جمہوریت کے لائف پریذیڈنٹ ہو جائیں لیکن انہوں نے انکار کیا۔ پھر خلفائے راشدین کی مثال ان کے سامنے پیش کی گئی۔ کہ وہ لائف پریذیڈنٹ تھے۔ آپ ہنسے اور کہنے لگے:۔

"اگر میرا ایمان، میری قوت ارادہ ان جیسی مضبوط ہوتی۔ میری ضمیر ایسی ارفع ہوتی۔ اور مجھے اشرف المخلوقات کے پاؤں کی خاک کو آنکھوں پر رکھنے کا فخر حاصل ہوا ہوتا۔ تو میں یقیناً اس فخر کو فخر کے ساتھ قبول کر لیتا۔ مگر "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"! من آنم کہ من دانم۔" میں قوم کا ادنےٰ خادم ہوں اور جب تک میں نیک نیتی سے اپنے فرائض انجام دے رہا ہوں ہر پانچ سال کے بعد مجھے منتخب کیا جائے۔ اور اگر میری نیت میں خلل ہو۔ ملک و ملت کا فرض ہے۔ کہ مجھے ایک ذلیل انسان کی طرح ٹھوکریں مار مار کر ملک سے باہر کر دیا جائے"!

پروفیسر آمین آفندی مدیر المقید مصر لکھتے ہیں "مصطفیٰ کمال نے میرے ایک سوال کے

جواب میں کہا ہم اسلام کے سچے پرستار ہیں۔ ہمارے قلوب میں اسلامی تعلیم کا احترام جاگزین ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے یہ کافی ہے۔ کہ ہم پر اعتراض کرنے والے اسلام کی خاطر میدان میں کبھی نہیں نکلے۔ ہم نے اسلام کی عزت کے لئے مسلسل جہاد کیا۔ اور اب بھی اگر اسلام پر کوئی نازک وقت آجائے۔ تو یہ اعتراض کرنے والے مع اپنے جبہ و دستار کے حجروں میں جا چھپیں گے۔ اور ہم تلواروں کے سائے میں اسلام کی حمایت کریں گے۔ اسلام ہماری عزیز ترین متاع ہے وہ اسلام نہیں جو ملاؤں کے پاس ہے۔ بلکہ وہ اسلام جو قرآن میں موجود ہے۔ ان بیہودہ صفت ملاؤں کے پاس چند ظاہری مراسم، چند ریاکارانہ مظاہرے اور چند شکم پروری کے اصولوں کے سوا کچھ نہیں۔ اور ہمارے نزدیک اسلام نام ہے اپنے تمام تولے کے ساتھ خالق عرش و فرش کے حضور میں جھک جانے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا اسلام کسی خاص لباس کا نام نہیں اسلام نام ہے صرف خدا کی آواز پر لبیک کہنے۔ اپنی ہر حرکت کو اس کی رضا و منشا کے مطابق بنانے کا۔ ہم مجلس وطنی کے تمام ارکان قرآن و حدیث سے واقف ہے ہم فرائض کے پابند ہیں اور فریب کار پیشواؤں کے دشمن۔ اس وجہ سے ہم کو ہدفِ ملامت بننا پڑا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ ہم ان کے اثر و اقتدار سے بالاتر ہیں۔"

ڈاکٹر رانڈرن ۱۹۳۲ء کے موسم سرما میں انگورہ تشریف لے گئے۔ تو مصطفیٰ کمال پاشا کے ہاں ٹھہرے۔ ان کا بیان ہے:۔

" غازی ممدوح کے دل میں اسلام کی تڑپ ہے اور ترکوں میں اسلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ وہ ایک بہت بڑا مسلمان اور محب وطن ہے۔ اس کی روزمرہ کی زندگی میں خلیفہ ابوبکر صدیق رضؓ اور خلیفہ عمرؓ کی زندگی کی جھلک نظر آتی ہے۔ وہ ان کے نقشِ قدم پر چلنا باعث افتخار سمجھتا ہے۔ مساجد پہلے سے زیادہ آباد ہیں۔ ان کے ساتھ دارالندوہ اور لائبریریاں ملحق ہیں۔ قوم آزادی کے نشے میں سرشار ہے۔ اور یورپ کا پروپیگنڈا کہ ترک مسلمان نہیں رہے۔ حرفِ غلط کی طرح مٹ جانے والا ہے۔"

غرض مصطفیٰ کمال کا وجود نہ صرف ترکوں کے لئے بلکہ اسلامیانِ عالم کے لئے سرمایۂ صد ہزار ناز و مباہات تھا۔ ہر چند خلافت عثمانیہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ لیکن ان کھنڈرات پر

غازی مرحوم نے جو قصر جمہوریت تیار کیا۔ اس کے نقیب پکارتے ہوئے سنے جاتے ہیں۔ کہ اسلام اب بھی دنیا کے فیصلہ کا جزو لاینفک ہے۔ قوم نے اس محبوب ترین رہنما کو تین بار جمہوریہ ترکیہ کا صدر منتخب کیا۔ اور آخری ایام میں بھی جبکہ آپ کی صحت جواب دے چکی تھی آپ ہی کو اپنا سرتاج تسلیم کرکے آپ کی خدمات کا اعتراف کیا۔ اسی اسرار انسان نے جسے آج بھی دنیا مختلف طریقوں اور مختلف ناموں سے یاد کرتی ہے اٹھارہ سال سے کم عرصہ میں اپنی اصلاحی سکیم کے ذریعہ بیمار مفلوج ترکی کی کایاپلٹ دی۔ آج ترکی صرف یورپ ہی نہیں بلکہ دنیا کی مقتدر سلطنتوں میں شمار ہوتی ہے۔ حکومتیں اس سے معاہدہ کرنا فخر سمجھتی ہیں اور خداوندان لندن و سیاستین فرنگ ہر لمحہ اس کی جنبش ابرو کے منتظر رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ کس کی بدولت ہے۔! غازی مصطفےٰ کمال اتاترک مرحوم کی بدولت!!

غازی مصطفےٰ کمال بستر علالت پر۔ کثرت کار کے باعث آپ کچھ عرصہ سے علیل رہتے تھے۔ ۳۸ء میں آپ کی حالت بہت خراب رہنے لگی۔ نومبر ۳۸ء میں جب مجلس کبیر ملی کا افتتاح ہوا۔ تو علالت کے باعث آپ اس کا افتتاح بھی خود نہ کرسکے۔ اور اپنی تقریر لکھ کر بھجوا دی۔ جسے غازی جلال بایار (وزیر اعظم) نے پڑھکر سنایا۔ اور ریڈیو کے ذریعے تمام دنیا میں نشر کی گئی۔

فالج ایسی شدید و خطرناک بیماری کے باوجود آپ خدمت ملک و قوم کے والہانہ جذبہ سے سرشار تھے۔ اور ڈاکٹروں کے اس امتناع کے باوصف کہ اتاترک چالیس دن تک دماغی کام نہ کریں۔ آپ سرکاری کام اسی طرح سرانجام دیتے تھے۔ دورۂ مرض سے افاقہ کے بعد پہلے سے بھی زیادہ تندہی سے کام کرنے لگے۔ بحری فوج کے جدید انتظامات کا تمام پروگرام خود مرتب کیا۔ اور منع کرنے پر کہتے "بیکار بیٹھنے سے تو یہ بہتر ہے کہ میں ملک و ملت کی خدمت انجام دے کر مر جاؤں"

۸ نومبر کو یمن و حجاز کا ایک وفد عبداللہ مزروع کی زیر سرکردگی بظاہر عیادت کے لئے حاضر ہوا۔ لیکن دراصل وہ یمن، شام اور نجد و حجاز کی میثاق سعد آباد میں شرکت کے مسئلہ پر گفتگو کے لئے آیا تھا۔ اتاترک دن بھر ان سے بات چیت کرتے رہتے۔ اور اسلحہ جنگ وغیرہ کی تیاری کے متعلق انہیں مشورہ دیتے رہے۔

رشدی آراس (وزیر خارجہ) نے عرض کیا کہ ذرا آرام فرما لیجیے۔ تو جواب ملا "زندگی کا ہر لمحہ قیمتی ہے۔ نہ معلوم کب سانس رک جائے" چنانچہ معاہدہ مرتب کیا گیا۔ اور مغرب کے بعد معاہدہ کی کاپی صاف ہو کر اس پر دستخط ہو گئے۔ غازی مصطفےٰ کمال نے اس وقت فرمایا:۔

"خدا کا شکر ہے۔ کہ آج اتحاد اسلامی کا پروگرام مکمل ہو گیا۔ جو خدا نے میرے سپرد کیا تھا"

اللہ اللہ بیماری ہیں اور زندگی کے آخری لمحات میں بھی اتحاد اسلامی کا یہ جذبہ!

معاہدہ پر دستخط ہونے کے بعد آپ دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ اور ایک انگڑائی لی۔ اس کے ساتھ ہی چکر آیا۔ آپ کرسی پر گر پڑے اور تشنج کا دورہ شروع ہو گیا۔ ۹ نومبر کی شام کو اس خبر نے تمام عالم اسلام کو مضطرب کر دیا کہ غازی کمال اتاترک کی حالت نازک ہو گئی ہے اور بیماری نے دوبارہ حملہ کیا ہے۔

غازی کمال موت کے دروازے پر:۔ علالت کے آخری لمحات آپ نے قصر شاہی کی بجائے وطلہ باغچہ کے یتیم خانہ میں بسر کئے۔ آپ کے خاص اردلی اور عزیز ترین خدمتگذار ہاشم کا بیان ہے:۔

"اتاترک کو تشنج کے دورے ہو رہے تھے۔ آپ کے خاص ڈاکٹر کے علاوہ کئی ماہر معالج موجود تھے۔ سب نے اس کو فالج تجویز کیا۔ جلال بایار اور توفیق رشدی آراس کے سوا کسی کو آپ کے کمرے میں جانے کی اجازت نہ تھی۔ یتیم خانہ کی چار لڑکیاں باری باری سے آپ کی تیمارداری کر رہی تھیں۔ سہ پہر کے قریب تشنج کے دورے بہت بڑھ گئے۔ جس وقت دورہ پڑتا تھا۔ تو جسم کی بوٹی بوٹی پھڑکنے لگتی تھی۔ ڈاکٹر ٹیکے اور مالش کرتے تھے۔ لیکن کچھ افاقہ نہ ہوتا تھا آخر جب ڈاکٹروں نے زندگی سے مایوسی کا اظہار کیا۔ تو توفیق رشدی آراس فرط رنج و غم سے اشکبار ہو گئے۔ غازی کمال نے انہیں روتے دیکھ کر کہا: "پیارے دوست تم فکر نہ کرو۔ میں راضی برضائے حق ہوں۔ اگر خدائے بزرگ و برتر کو مجھ سے کام لینا منظور ہے۔ اور ملت اسلامیہ کی خدمت کرنا میری قسمت میں ہے۔ تو میں ہرگز نہ مروں گا۔ اور اگر میرا وقت آگیا ہے تو میں خوشی سے دنیا کو خیرباد کہنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر میں مر جاؤں۔ تو تم دنیائے اسلام کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا۔ کہ زندگی حرکت کا نام ہے مسلمانوں کو اگر زندہ رہنا ہے۔ تو رسول عربیؐ کے نقش قدم پر

چلیں - سادہ زندگی اختیار کریں۔ محنت و مشقت کو اپنا شعار بنائیں۔ فضول ٹیپ ٹاپ نمود و نمائش اور تضیع اوقات سے پرہیز کریں۔ اور فوجی ضبط و نظام سے رہیں جس طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عسکری نظام کی تاکید کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مطابق علم حاصل کریں۔ عقل سے کام لیں اور زندگی کا کوئی لمحہ بھی بے کار نہ جانے دیں "۔

تمام رات بے چینی سے بسر ہوئی۔ صبح ہوتے ہوتے گھنگھرو بولنے لگا۔ آپ پر غنودگی طاری ہو گئی۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ آپ نے آہستہ سے کلمہ شہادت پڑھا اور خاموش ہو گئے ۔۔۔۔۔ سورج کی پہلی کرن کے ساتھ دنیائے اسلام و عالم مشرق کا آفتاب جہانتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا ٭

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ط

غازی کمال اتاترک کے انتقال پر تمام عالم اسلام بلکہ تمام دنیا میں رنج و غم کی لہر دوڑ گئی۔ اور دنیا کے کونے کونے میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ ہندوستان نے بھی اس ہوش رُبا خبر کو انتہائی غم واندوہ سے سُنا۔ اور تمام طول و عرض ہند میں غازی مرحوم کی وفات پر اظہارِ افسوس کے لئے جلسے کئے گئے۔ اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کی گئی۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو آپ کے لئے اشکبار نہ ہو۔ اور کوئی دل نہ تھا۔ جو نوحہ گر نہ ہو۔

تجہیز و تکفین:- آپ کی میّت کو شاہی لباس پہنا کر تین دن تک آپ کا تابوت دولمہ باغیچہ کے کھلے محل میں رکھا گیا۔ تاکہ زائرین آخری بار چہرہ دیکھ سکیں۔ اور دعائے خیر کہہ سکیں اور جمہوریہ ترکیہ کے چھ مشہور اصولوں کی رعایت سے وہاں چھ خوبصورت و شاندار مشعلیں روشن کی گئیں۔ چند ترکی جرنیل پہرے پر متعین تھے۔

جب تیسرے دن تابوت اٹھایا گیا۔ تو تقریباً پانچ لاکھ انسانوں کا سوگوار اجتماع ہُوا۔ اور اس بے پناہ ہجوم میں ۲۰ آدمی دم گھٹ کر مر گئے۔ تابوت پر ہر جانب سے پھولوں کی بارش کی گئی۔ اور بیرونی ممالک کے سفیروں نے ستر ہزار پھولوں کی چادریں پیش کیں۔ اور سوگوار مردوں، عورتوں اور بچوں کے جگر دوز گریہ و فغاں کے درمیان تابوت کو انگورہ لے جایا گیا۔

تدفین:۔ ۲۱ نومبر کو انگورہ میں آپ کی عارضی تدفین کی رسم ادا کی گئی۔ عمارت پارلیمان سے آپ کا جنازہ شاہانہ تزک و احتشام سے اٹھایا گیا۔ غازی عصمت پاشا انونو (جانشین اتاترک) ترکی وزارت کے ارکان، اعلیٰ فوجی افسر، سول افسر، علماء و مشائخ۔ نمایندگان رسائل وجرائد۔ بری، بحری اور فضائی فوج کے دستے اور تمام ترک شہری جنازہ کے ہمراہ تھے شہنشاہ برطانیہ جارج ششم کے نمایندہ خاص فیلڈ مارشل لارڈ برڈ وڈ اور ان کے ہمراہ امیر البحر سر ڈوڈ ے پاؤنڈ برطانوی بحری فوج کے چار سو سپاہی۔ تمام حکومتوں اور ملکوں کے خاص نمایندے بھی جنازے کے ساتھ موجود تھے۔ لوگ زار و قطار روتے جارہے تھے۔ عورتیں چلا چلا کر کہہ رہی تھیں "اتاترک! اتاترک!! آپ کہاں ہیں" صدر جمہوریہ کی ہمشیرہ جو تابوت کے پیچھے پیچھے آرہی تھیں زار و قطار رو رہی تھیں۔ جنازے کے اوپر فضائے آسمانی میں ہوائی جہاز اڑ رہے تھے۔ توپیں داغ کر جنازے کی روانگی کا اعلان کیا گیا۔ نماز جنازہ کے بعد ملک کے طول و عرض میں تین منٹ تک خاموشی منائی گئی۔ اور آپ کی نعش انتھو گرافک میوزم میں عارضی طور پر دفن کی گئی

آپ کے دائمی آرام کے لئے اناطولیہ میں ایک عالیشان مقبرہ تیار کیا جا رہا ہے۔ جہاں آپ نے پہلی فتح حاصل کی تھی۔

جمہوریہ ترکیہ نے سرکاری طور پر اعلان کیا ہے۔ کہ ۲۱ نومبر کا دن ہر سال قومی ماتم کے طور پر منایا جایا کرے گا۔

ہندوستان بھر میں بھی ۲۱ نومبر کو عوام نے اظہار غم کے لئے ہڑتال کی۔ گورنمنٹ آف انڈیا کے اعلان کے مطابق ہندوستان بھر کی سرکاری عمارتوں کے جھنڈے بھی جھکا دیے گئے۔ بلکہ اکثر نجی عمارتوں کے جھنڈے سرنگوں کر دیے گئے۔

غازی عصمت انونو کا پیغام:۔ غازی کمال اتاترک کی تدفین کے بعد ترکی قوم کے نام پیغام دیتے ہوئے غازی عصمت انونو (جدید صدر جمہوریہ ترکیہ) نے کہا:۔

"اتاترک کے جسم خاکی کو تابوت میں، ان کی قوم کے قابل احترام کندھوں پر رکھ کر ابدی آرام گاہ تک پہنچا دیا گیا۔ اس قوم کے کندھوں پر جس سے انہیں محبت تھی اور جس کی خدمت کے لئے

انہوں نے اپنی ساری زندگی وقف کر دی تھی۔

اتاترک اس دن نمودار ہوئے تھے۔ جب ہمیں ایک ایسے حملے کا شکار بنایا جا رہا تھا۔ جو تاریخ میں نہایت ظالمانہ و غیر منصفانہ تھا۔ انہوں نے ترکی قوم کی بے گناہی اور اس کے مفاد سے انصاف کا اعلان کیا۔ ان کی بلند آواز جس کی اہمیت پہلے پہل ذہن نشیں نہیں کی گئی ہم اپنی بات ساری دنیا کی ضمیر سے ایک ایسی قوت کے ساتھ منوا کر ختم ہوئی۔ جو کمزوری سے کبھی نا آشنا نہ تھی عظیم الشان فتوحات حاصل کرنے کے بعد اتاترک نے اپنی زندگی ترکی قوم کے حقوق کے تحفظ پر مرکوز کر دی۔ جس سے نوع انسانی نے استفادہ کیا۔ اور ان خصوصیات کا مظاہرہ ہوا۔ جو خود نوع انسانی نے تاریخ پر ثبت کر دی ہیں۔

انہیں ترکی قوم کی عظمت، اس کی قوت، اس کے فضائل اور تہذیب سے اس کی مناسبت نیز انسانی فرائض پر جو اس کے دوش پر عائد ہیں۔ غیر متزلزل اعتماد تھا۔ انہیں خاص فکر اس بات کی تھی کہ ترکی سوسائٹی کو جو برے تصورات اور نظم و نسق کے باعث پیچھے رہ گئی ہے۔ ایک جدید مملکت میں تبدیل کر دیا جائے۔ جو مکمل اور انسانیت کے خالص ترین تصورات سے مالا مال ہو۔ قوم پرستانہ جمہوری اور انقلابی مملکت وہ سب سے بیش قیمت ورثہ ہے جو اتاترک نے ہمارے لئے چھوڑا۔ ترکی قوم نے اتاترک کے ساتھ جس محبت و احترام کا اظہار کیا۔ اس سے ساری دنیا پر ظاہر ہو جائے گا کہ کیوں ترکی اتاترک جیسے فرزند پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔"

کمال اتاترک زندہ ہیں:۔ پچھلے دنوں توفیق رشدی آراس نے جو اُن دنوں برطانیہ میں سفیر ترکی مقرر ہوئے تھے۔ لندن میں مسلمانان مقیم لندن کی جانب سے دی ہوئی دعوت میں تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

"کون کہتا ہے۔ کہ اتاترک مر گئے؟ وہ زندہ ہیں۔ مرے نہیں۔ شہید کبھی نہیں مرتے۔ ان کی روح اپنے کردگار کے حضور میں ہے۔ ان کے کام زندہ ہیں ان کی پالیسی زندہ ہے۔ اور وہ ترکی قوم کے قلوب میں ہمیشہ زندہ رہیں گے +

"زندہ باد غازی مصطفےٰ کمال۔ پائندہ باد ترکی"

غازی عصمت پاشا

ولادت:۔ عصمت پاشا ۱۸۸۲ء میں بمقام سمرنا پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد ایک دولتمند زمیندار ہونے کے علاوہ ایک با اثر بزرگ بھی تھے۔

تعلیم و تربیت:۔ باپ اگرچہ وسیع زمین کے مالک تھے۔ مگر کاشتکاری اُن کا پیشہ نہ تھا۔ وہ حکومت کے شعبۂ مال میں ایک بلند حیثیت رکھتے تھے۔ عصمت بے طبعاً دیہاتی زندگی سے متنفر تھے۔ انہیں قسطنطنیہ کی زمین سے بڑی محبت تھی۔ چنانچہ باپ سے علیحدہ ہو کر یہیں سکونت اختیار کی۔ تعلیم سے اگرچہ فراغت جلد حاصل ہو گئی۔ لیکن آپ کی علمی پیاس نہ بجھی۔ فرانس پہنچے، پھر جرمنی گئے۔ اور علم و فضل میں وہ نام پایا۔ کہ باید و شاید۔

عملی زندگی کا آغاز:۔ قسطنطنیہ واپس آکر وہاں کے مشہور فوجی کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ اور اپنی عمر کے دو سال یہیں صرف کر دئے۔ پھر مختلف مقامات پر جنگی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۰۸ء کے مشہور انقلاب میں آپ نے انور پاشا کے دوش بدوش سرگرم حصہ لیا۔ جنگ طرابلس اور جنگ بلقان وغیرہ میں بھی بڑا نام پیدا کیا۔ ۱۹۱۶ء کی جنگ یورپ میں آپ جرمنی کے مشہور جنرل وان سانڈرس کے ماتحت کام کرتے رہے۔ ۱۹۱۵ء میں قفقاز سٹاف کے سردار رہے۔ جنرل مذکور نے آپ کی محنت و جرات کی ہمیشہ داد دی۔ غازی کمال پاشا کی طرح ترکی معاملات میں جرمن اثر کو آپ بھی بہت بُرا خیال کرتے تھے۔ چنانچہ اپنی ماتحت فوج میں جرمن سپاہیوں کو شامل کرنے سے آپ نے ہمیشہ احتراز کیا۔ اس منحوس جنگ کے اختتام کے قریب ۱۹۱۷ء میں آپ بیت المقدس میں تھرڈ آرمی کور کے سالار تھے۔ اور انگریزی سپاہ کی پیشقدمی کے وقت جب ترکی فوج کو پسپا ہونا پڑا۔ تو آپ نے کمال دانائی سے اپنی فوج کو پیچھے ہٹا کر بیکار قتل و خون سے بچا لیا۔

فوجی تجربہ:۔ غازی انور پاشا جنگ سے قبل جب مختلف فوجی استحکامات گیلی پولی

وغیرہ کا معائنہ فرمانے لگے۔ تو اس وقت غازی ممدوح کی نگاہ میں جو ہستی سب سے زیادہ مفید جو نظر سب سے زیادہ باریک بیں۔ جو دماغ سب سے زیادہ نکتہ رس معلوم ہوا وہ آپ ہی تھے۔ اس اہم فرض کے لئے آپ کا انتخاب عصمت پاشا کو چار چاند لگا گیا۔

نائب وزیر جنگ:۔ عارضی صلح کے موقعہ پر جب وزارتِ جنگ کی کرسی عزت پاشا کے حصہ میں آئی۔ تو آپ کو نائب وزیر جنگ کا عہدہ پیش کیا گیا۔ مگر عزت پاشا زیادہ دیر تک وزیر جنگ کی خدمات انجام نہ دے سکے۔ اور ان کے ساتھ ہی آپ بھی مستعفی ہو گئے

ڈائرکٹر جنرل کا عہدہ:۔ داماد فرید پاشا کے زمانے میں آپ کو ملٹری کونسل کا ڈائرکٹر جنرل مقرر کیا گیا۔ مارچ ۱۹۲۰ء تک آپ اسی جگہ متعین رہے۔ یکایک دل میں قومی درد نے جوش مارا۔ اور آپ اس عہدے سے دست بردار ہو گئے۔ خدمت قوم کے جذبہ نے انہیں مصطفےٰ کمال پاشا کی خدمت میں انگورہ جانے پر مجبور کیا۔

افواج انگورہ کے افسر اعلےٰ:۔ انگورہ میں آپ کی بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ مجلس ملیہ نے آپ کو افواج مقیم انگورہ کا افسر اعلےٰ بنا دیا۔ پھر کچھ مدت کے بعد مغربی افواج کی کمان ان کے سپرد کر دی۔

یونانیوں کو آخری شکست دینے کا فخر جس فوج کو حاصل ہے۔ اس کی کمان افسری آپ ہی کے ہاتھ میں تھی۔ آپ نے جس تدبر اور فراست سے یونانی مورچوں کو خالی کرایا وہ تاریخ میں ہمیشہ یاد رہے گا۔

کردوں کی بغاوت:۔ یورپ کے پراپیگنڈے کے باعث کردوں میں یہ مشہور ہو گیا تھا۔ کہ مصطفےٰ کمال پاشا ملحد ہو گئے ہیں۔ اور ترکی حکومت اسلام چھوڑ چکی ہے۔ اس خبر سے کرد بہت برافروختہ ہوئے۔ اور بغاوت کا اعلان کر دیا۔ عصمت پاشا فوج لے کر وہاں پہنچے اور ایک جان ضائع کئے بغیر بغاوت کا قلع قمع کر دیا۔ آپ نے پبلک جلسوں میں تقریریں کیں۔ اور بتایا کہ غازی مصطفےٰ کمال اور ان کے رفقائے کار اسی طرح سچے مسلمان ہیں۔

جنرل ٹاؤن شنڈ کا اعتراف:۔ آپ نہایت محنتی۔ مستقل مزاج اور غیرت مند



غازی عصمت پاشا
سالار عساکر انگورہ

تصویر متعلقہ صفحہ 87



تصویر متعلقہ صفحہ 103 غیر ملکی جہاز رفعت پاشا گورنر قسطنطنیہ کو سلامی اتار رہے ہیں



تصویر متعلقہ صفحہ 101 [illegible]

انسان ہیں۔ جنرل سانڈرس جیسے مدبر آپ کے معترف ہیں۔

جنرل ٹاؤن شنڈ سپہ سالار افواج برطانیہ لکھتے ہیں :-

عصمت پاشا جو افواج کے جنرل ہیں۔ جنگی چالوں اور حکمتوں سے خوب واقف ہیں۔ اور ان کے ماتحت افسر یورپ کے فوجی افسروں سے کم نہیں ہیں۔

حکومت انگورہ کی نمایندگی :- کانفرنس صلح منعقدہ مدانیہ میں آپ حکومت انگورہ کی طرف سے نمایندہ کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ آپ نے جس صاف بیانی اور خوش اخلاقی کے ساتھ اپنی حکومت کے مطالبات پیش کئے۔ جنرل ہیرنگٹن تک اس کے معترف ہو گئے۔

مگر افسوس یہ کانفرنس جس مقصد کے لئے منعقد ہوئی تھی۔ وہ پورا نہ ہو سکا۔ عصمت پاشا اپنی دھن کے پورے تھے۔ وہ اپنے مطالبات سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنا میثاق ملی کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور ادھر اتحادی ترکوں کے ساتھ کسی مزید "نوازش" کے لئے تیار نہ تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کانفرنس منتشر ہو گئی۔ اور ترکی نمایندے واپس آ گئے۔

منصب وزارت :- عصمت پاشا نے اپنی آتشیں مگر مدلل تقریروں کے باعث اپنے لئے بہت جلد ممتاز جگہ پیدا کر لی۔ خصوصاً ان کی وہ تقاریر اور یادداشتیں جو انہوں نے لارڈ کرزن کے مقابلے میں تحریر کیں۔ انہیں شہرت و عزت کے آسمان پر لے گئیں۔ انہوں نے دوستوں اور دشمنوں سے یکساں خراجِ تحسین وصول کیا۔ جنرل سانڈرس اور جنرل ہیرنگٹن تک ان کے اندازِ خطابت و فصاحتِ بیان کے مداح تھے۔ مدانیہ کی صلح کانفرنس سے مراجعت کے بعد انہیں منصب وزارت پیش کیا گیا۔ انہوں نے قبول فرما لیا۔ اور ایک عرصہ تک وزارت خارجیہ کے فرائض انجام دیتے رہے۔

لوزان کانفرنس :- یورپ کے امن و امان کو پھر خطرہ پیدا ہو چلا تھا۔ ترکی اور یونان کی جنگ طول اختیار کر رہی تھی۔ آخر اتحادیوں کی درخواست پر لوزان میں مجلس صلح کا دوبارہ اجلاس شروع ہوا۔ ترکی مندوبین میں حسن بے۔ رضا نور بے۔ شرف بے اور دیگر بہت سے جلیل القدر ترک شامل تھے۔ عصمت پاشا اپنے تدبر و فراست کے لحاظ سے اس وفد کے

رئیس وفد مقرر ہوئے۔ کانفرنس میں چھ ماہ تک مختلف امور مثلاً ترکی حدود۔ مسئلہ موصل قلیل التعداد آبادیوں کا تبادلہ۔ جنگی قرضہ آبناؤں کے مسائل۔ ترکی میں امتیازات دول وغیرہ پر دنیا بھر کے مدبرین کے درمیان بحث ہوتی رہی۔ آخر عصمت پاشا کے تدبّر و فراست نے سارا معاملہ ترکوں کے حسب منشاء طے کرالیا۔ اور ۲۰ نومبر ۱۹۲۲ء کو آپ نے معاہدہ لوزان پر دستخط کر کے ترکی کی طاقت و استقلال کو تمام دنیا سے منوا لیا۔

وزارت عظمےٰ اور محیر العقول کارنامے:۔ لوزان کانفرنس سے مراجعت کے بعد آپ کو وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی ضروری قرار دیا گیا۔ کہ آپ ترکی قانون کے مطابق ہفتہ میں تین بار انگورہ یونیورسٹی میں طلباء کے روبرو ترکی کے سیاسی مسائل پر لیکچر دیں۔ ایک عرصہ تک آپ نے انگورہ یونیورسٹی میں ترکی سیاسیات پر لیکچر دیئے۔ اور اس طرح ایک مفید قومی تربیت کے فرائض انجام دیئے۔ وزارت عظمےٰ کے اس اہم ترین عہد میں آپ کی تمام تر توجہ تعمیری کاموں کی طرف مبذول رہی۔ قسطنطنیہ اور انگورہ کے درمیان ۳۷۰ میل کا فاصلہ ہے۔ تجارتی مراکز ہونے کے باوجود رسل و رسائل اور آمد و رفت کا کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ ریلوے لائن نہ ہونے کے باعث تاجر اور عوام بے حد پریشان تھے۔ یورپ کی کوئی کمپنی ٹھیکے کے لئے تیار نہ تھی۔ اور خود ترکی حکومت کے خزائن اس عظیم کام کی انجام دہی کے متحمل نہ ہو سکتے تھے۔ ایسے آڑے وقت میں عصمت پاشا نے ایک ایسی سکیم نافذ کی جس سے نہ صرف قسطنطنیہ اور انگورہ میں ریلوے لائن قائم ہو گئی۔ بلکہ ترکی کے جملہ مراکز میں ریلوں کا جال پھیلا دیا گیا۔

صنعت و حرفت کی ترویج:۔ عصمت پاشا نے صنعت و حرفت کی طرف بھی توجہ کی۔ ملک میں ہر قسم کے کارخانے کھولے گئے۔ بارود سازی اور ہوائی جہاز بنانے کا بھی خاص اہتمام کیا گیا۔ اور ان کارخانوں میں وہ تمام اشیاء تیار ہوتی ہیں۔ جن کی کسی زندہ قوم کو ضرورت پیش آ سکتی ہے۔

زراعت کا فروغ:۔ ترکی میں زراعت کی حالت زیادہ تسلی بخش نہ تھی۔ کسانوں کے پاس وہی دقیانوسی آلات اور مریل بیل تھے۔ مگر عصمت پاشا نے جدید

آلات زراعت بنوائے۔ اور کسانوں کو ان کے استعمال کی ترغیب دی۔ یہ انہیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ کہ آج ترکی کی زراعت ۱۹۱۵ء سے سہ گنا بڑھ گئی ہے۔

محکمہ جنگلات کا قیام:۔ اس سے پیشتر جنگلات کی کوئی دیکھ بھال نہ تھی عصمت پاشا نے ملک کی اس قدرتی پیداوار کے مفاد کو بھی گنوانا مناسب نہ سمجھا۔ انہوں نے جنگلات کے مناسب انتظامات کے لئے محکمے قائم کئے۔ اور اس طرح ترکی کے خزائن میں کروڑوں پونڈ کی آمدنی کا اضافہ کر دیا۔

تجارت:۔ انہوں نے تجارتی کمپنیاں کھولیں۔ حکومت کا سرمایہ مفید کاموں میں لگایا۔ لوگوں کو حصے خریدنے کے لئے ترغیب دی۔ غیر ممالک سے ماہرین منگوائے گئے۔ تاکہ ترکی کی تجارت کے فروغ میں کوئی دقیقہ نہ رہ جائے۔ آج آپ ترکی میں جا کر دیکھئے۔ کہ کتنی ہی تجارتی کمپنیاں، لمیٹڈ فرمز اور ہزارہا قسم کے تجارتی ادارے کس عمدگی اور وقار سے چل رہے ہیں۔

تعلیم عوام و تعلیم نسواں:۔ آپ نے تعلیمی اداروں کی حالت سدھاری نصاب تعلیم میں مناسب اصلاحیں کیں۔ اور یہ انہیں کی کاوشوں کی کرشمہ سازیاں ہیں کہ آج ترکی میں ۹۵ فیصدی انسان تعلیم یافتہ ہیں۔ اور یہ وہ اعداد و شمار ہیں۔ جن کا یورپ کی کوئی قوم مقابلہ نہیں کر سکتی۔ عورتوں کی تعلیم میں انہوں نے کوتاہی نہیں کی۔ صدہا نسوانی مدارس قائم کئے۔ حکومت میں ذمہ وار عہدے دلوائے۔ اور ملک میں ایسے قوانین نافذ کئے۔ جن کی وساطت سے عوام کے رجحانات قومی، ملی اور مذہبی مقاصد کی تکمیل کی طرف مبذول ہو سکیں۔ کون اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے۔ کہ عصمت پاشا کی انہیں دماغ افروز تجاویز نے ترکی کو ایک عظیم الشان سلطنت میں بدل دیا ہے

کانیں:۔ عصمت پاشا نے ماہرین طبقات الارض کو زمینی اندوختوں کی تلاش و تجسس پر مامور کیا۔ تاکہ ترکی بھی دوسری سلطنتوں کی طرح اپنے معدنی ذخائر سے متمتع ہو سکے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں کوئلے، پٹرول، سونا چاندی اور ہیرے کی کانیں دریافت ہوئیں اس کے نتیجے کے طور پر ایک طرف تو ملکی کارخانے اپنی ضروریات کے سلسلے میں بیرونی ممالک سے بے نیاز ہو گئے

دوسری جانب کوئلہ اتنی افراط سے برآمد ہوا کہ یورپ سے اس کی تجارت ہونے لگی۔

عصمت انونو:۔ ۱۹۳۴ء میں جب ترکی پارلیمنٹ (مجلس کبیر ملی) نے تمام نام ترکی میں تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا۔ تو غازی مصطفےٰ کمال سے "اتاترک" اور عصمت "انونو" بنا دیئے گئے۔ "انونو" کا لقب ۱۹۲۱ء میں انونو کے مقام پر آپ کے مجاہدانہ کارناموں اور فتح حاصل کرنے کی یادگار ہے۔

وزارت سے استعفا:۔ بارہ سال تک وزارت عظمیٰ کی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے نبھانے کے بعد ۱۹۳۴ء کے آخر میں آپ خرابی صحت کی بنا پر مستعفی ہو گئے۔ ۱۹۳۵ء میں آپ پھر وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ لیکن ۱۹۳۷ء میں ترکی جمعیت اقوام کا رکن منتخب نہ ہو سکا۔ اس لئے غازی مصطفےٰ کمال وزارت کی خارجہ حکمت عملی سے غیر مطمئن تھے۔ نیز بعض قدیم اختلافات اور تازہ صورت حالات نے مل جل کر کچھ ایسی شکل اختیار کر لی۔ کہ غازی مصطفےٰ کمال نے وزارت کو مستعفی ہونے کا حکم دے دیا۔ توفیق رشدی آراس وزیر خارجہ مستعفی ہوئے۔ اور ساتھ ہی اکتوبر ۱۹۳۷ء میں عصمت انونو کو بھی مستعفی ہونا پڑا۔ آپ نے آخری اعلان میں استعفیٰ کی وجوہ بیان کرتے ہوئے کہا "میری خارجہ پالیسی سے مصطفےٰ کمال کو اختلاف تھا۔ ہر چند یہ اختلاف معمولی اور غیر اہم تھا۔ اور باہمی تبادلہ خیالات کے بعد غلط فہمیاں رفع بھی ہو گئی تھیں۔ تاہم میں مستعفی ہو رہا ہوں۔ محض اس لئے کہ ملک کے دوسرے بہترین دماغوں کو بھی ملک و ملت کی خدمات کا موقع نصیب ہو۔" اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ موصوف کی وزارت عظمیٰ سے علیحدگی بھی ان کے جذبہ حب وطن اور ایثار کی ایک روشن مثال ہے۔

مجلس کبیر ملی کی صدارت:۔ وزارت عظمیٰ سے الگ ہونے کے بعد انہیں، مجلس کبیر ملی کی صدارت تفویض کی گئی۔ اور غازی جلال الدین پاشا کو آپ کی جگہ وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز کیا گیا۔

صدارت جمہوریہ:۔ ۱۹۳۸ء میں غازی مصطفےٰ کمال اتاترک کے انتقال پر ملال کے بعد مجلس کبیر ملی نے آپ کو غازی مرحوم کا جانشین اور جمہوریہ ترکی کا صدر منتخب کیا۔ اس منصب کے لئے تین امیدوار تھے۔ ترکی کے لئے یہ وقت نہایت نازک تھا۔ اور یہ خطرہ پیدا ہو گیا

تھا۔ میاد اصدارت کے مسئلہ پر مختلف پارٹیاں بن جائیں اور ترکی میں خانہ جنگی شروع ہو جائے لیکن غازی عصمت انونو کی شخصیت وہر دلعزیزی نے ملک کو اس خطرے سے بچا لیا اور آپ بالاتفاق صدر منتخب کیے گئے۔ اس تقریب پر ایک سو ایک توپوں سے آپ کی سلامی اتار کر تمام طول و عرض ملک میں آپ کی صدارت کا اعلان کیا گیا۔

پہلی صدارتی تقریر۔ ترکی پارلیمنٹ میں غازی عصمت انونو نے صدر جمہوریہ ترکیہ کی حیثیت میں پہلی مرتبہ ایک مبسوط تقریر کی۔ آغاز میں آپ نے غازی کمال اتاترک کی ان خدمات جلیلہ کا اعتراف کیا۔ جو غازی مرحوم نے ترکی کے استقلال واستحکام کے سلسلہ میں اپنی زندگی کے آخری لمحات تک انجام دی تھیں۔ اور انتہائی متاثر کے ساتھ مرحوم کی یاد میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری یہ تمام کامیابیاں اسی مرد مجاہد کی سرگرمیوں کا صدقہ ہیں۔ جو کسی وقت خود اپنی قوم کی نظروں میں گردن زدنی تھا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا:۔

ہم نہایت مسرت کے ساتھ اس امر کا اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا تعمیری پروگرام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ اور ہماری فوجی طاقت بھی قابل اطمینان و اعتماد ہے۔ جنگی سامان کا اندازہ اس سے فرمائیے کہ جنگ عظیم کے زمانہ کو دور جدید سے ایک اور بیس کی نسبت حاصل ہے ہماری سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ ترکی کا ہر فرد بیدار اور ہشیار ہے۔ اور یہ ناممکن ہے۔ کہ ہمارے کسی فرد سے جنگ عظیم کے زمانہ کی غلطی کا اعادہ ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ہماری کسی سے جنگ نہیں ہے۔ ہماری جنگ اگر ہے۔ تو صرف مدافعانہ ہم جنگ و خونریزی سے دور رہنا چاہتے ہیں کسی بھی حکومت یا طاقت سے ہم برسر پیکار نہیں۔ اور نہ پسند کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہمیں جنگ کے لئے مجبور کر دیا گیا۔ تو ہم سے زیادہ جنگجو قوم تختۂ عالم پر نہ ملے گی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ جب ترکوں کو جنگ سے نفرت ہے۔ تو یہ پھر جنگ کی تیاریاں کیسی ہیں؟ مگر یہ سوال ان طاقتوں سے کرنا چاہیئے۔ جو ان تیاریوں کی ذمہ دار ہیں۔ امن کا فلسفہ کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہو۔ اور عسکری تنظیم سے آنکھیں بند

کر لو۔ جنگ عظیم میں ہمیں ضرورت سے زیادہ تباہ کر چکا ہے۔ ہم تو گھروں میں پانی اس لئے رکھتے ہیں۔ کہ آگ لگنے پر اس سے آگ کو ٹھنڈا کیا جائے۔ نہ اس لئے کہ آگ مشتعل کی جائے اور خواہ مخواہ اس پر پانی چھڑکا جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ برطانیہ ہمارا حلیف اور دوست ہے۔ اور امن اور صلح کا علمبردار۔ فرانس کو بھی یقیناً اعتراف کرنا پڑے گا۔ کہ ہم اس کے دشمن نہیں۔ صرف چند باتیں ایسی ہیں۔ جو گفت و شنید سے جلد طے ہو جانی چاہئیں روس نے اب تک ہم سے جس ہمدردی کا اظہار کیا ہے اس سے روس اور ترکی کے تعلقات خاص طور پر خوشگوار ہیں۔ حال کے چند حوادث سے قطع نظر کر کے ہمیں جرمنی سے بھی کوئی شکوہ نہیں۔ بلکہ تجارتی تعلقات روز بروز استوار ہوتے جا رہے ہیں۔ عرب ہمارے دینی بھائی اور پڑوسی ہیں۔ اور شاندار تاریخ کے مالک۔ افسوس ہے کہ اسکندرونہ کے سلسلے میں کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ جو اب دور ہوتی جا رہی ہیں۔ بہر حال ہم ان کے خیر خواہ اور دلی ہمدرد ہیں۔

آخر میں آپ نے پھر اتاترک مرحوم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ غازی مرحوم کا یہ ایک اعجاز تھا۔ کہ انہوں نے میثاق سعد آباد کی بنا ڈالی اور ایران، عراق، افغانستان اور ترکی کو رشتۂ اتحاد و مودت میں منسلک کر دیا۔ اب یہ ممالک ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اس میثاق میں بعض اور ممالک کو بھی دعوتِ شرکت دی جائے گی"۔

غازی عصمت کی پالیسی:۔ گذشتہ دنوں ایک ہندوستانی اخبار نویس نے پیرس میں خالدہ ادیب خانم سے ملاقات کر کے ترکی کے متعلق خصوصاً غازی عصمت انونو کی خارجی اور داخلی پالیسی کے متعلق چند سوالات کئے تھے۔ جن کے جواب میں خالدہ خانم نے مندرجۂ ذیل بیان دیا۔

"میں دیکھ رہی ہوں کہ مغربی اخبارات میں بار بار یہ سوال دہرایا جا رہا ہے۔ کہ کیا غازی عصمت اتاترک مرحوم کی اختیار کردہ اصلاحات میں ترمیم و اصلاح کریں گے۔ یا انہیں بالکل اڑا دیں گے۔ اس کی وجہ میرے خیال میں یہ ہے۔ کہ جدید ترکی کے متعلق غلط اور

ہیجان خیز اطلاعات شائع ہوتی رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بنیادی اصلاحات میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا جائے گا۔ ہماری مجلسی و سیاسی ترقی نے انہیں ناگزیر بنا دیا ہے۔ اتاترک مرحوم اور عصمت انونو نے مل کر یہ اصلاحات وضع کی تھیں۔ اور عصمت ایسے آدمی نہیں، کہ اپنے ہی بنائے ہوئے کاموں کو تباہ کریں۔ مجھے یقین ہے کہ ترکی بدستور ایک پالیسی جمہوریت رہے گا۔ جہاں مذہب اور سیاست جدا رہیں گے۔ نظامِ تعلیم اور ملک کے دوسرے شعبہ جات کو جدید ضروریات کے مطابق بنانا عصمت انونو ہی کا کارنامہ ہے۔

داخلی پالیسی کے متعلق میں عصمت انونو ہی کے الفاظ پیش کر دینا چاہتی ہوں۔ جو انہوں نے اتفاق رائے سے صدر ترکیہ منتخب ہونے کے بعد اپنے سرکاری اعلان میں کہے تھے۔ اس جگہ میں ایک بات واضح کر دینا چاہتی ہوں۔ کہ اگر ہمارا صدارتی انتخاب امریکہ کی طرح ہوتا۔ تو انہیں ہر شہری کا ووٹ حاصل ہوتا۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ ترکی کو عصمت انونو پر کامل اعتماد و اعتبار ہے۔ ہاں تو انہوں نے اپنے اعلان میں تین باتوں پر زور دیا تھا۔ (اول) ترکی میں ان اصلاحات کا سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔ جو اس وقت تک اختیار کی جا چکی ہیں یعنی موجودہ پالیسی پر عملدرآمد ہوگا۔ (دوم) تمام شہریوں میں محبت و اتفاق پیدا کیا جائے گا۔ (سوم) ظلم و استبداد اور طوائف الملوکی کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

اب رہا پیپلز پارٹی کے علاوہ اور پارٹیاں پیدا ہو جانے کا احتمال۔ آج سے دو سال پیشتر ہمارے دستور اساسی میں جو ترمیم کی گئی ہے۔ اس کی رُو سے کوئی دوسری نئی پارٹی قائم نہیں ہو سکتی۔ اس زمانہ میں احتیاط سے منظم کردہ ایک ہی جماعت داخلی انضباط اور اصلاحی استحکام کے لئے سب سے زیادہ موزوں رہتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ غازی عصمت انونو کے تدبر اور دُور اندیشی سے ایسی حالت پیدا نہ ہونے پائے گی۔ کہ دوسری جماعت کی ضرورت محسوس ہو۔ وہ ایک ایسے انسان ہیں جو سب کے لئے مساوی حقوق چاہتے اور انصاف کی عملداری قائم کرنا پسند کرتے ہیں۔ وہ ایسے آدمی نہیں کہ کسی خاص جماعت یا شخص کے ذاتی مفاد کو غالب آنے دیں۔

خارجی پالیسی کے متعلق میں ان کے اس اعلان کا خلاصہ بیان کرتی ہوں۔ جو انہوں نے

غیر ملکی اخبار نویسوں کے سامنے دیا تھا۔

امن و اشتراکِ عمل - لیکن اگر قیامِ امن کے لئے عمل کی ضرورت ہوئی - تو وہ اس سے بھی دریغ نہیں کریں گے - میں بتانا چاہتی ہوں - کہ جب کبھی مادرِ وطن کے مفاد اور حفاظت کی ضرورت پیش آئی - اہل ترکی میں مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے، امیر، غریب کا امتیاز حائل نہ ہوگا - ہر شخص سربکف ہو کر میدان میں نکل آئے گا۔

غازی عصمت کی سیرت :- ایک سوال کے جواب میں خالدہ ادیب خانم نے غازی عصمت انونو کی سیرت کے متعلق کہا :-

ایک سادہ ترک کی حیثیت میں وہ صوفی منش، پرہیزگار، حقیقت پسند، رحمدل اور دیانتدار ہیں - بڑے بھاری زبان آور نہیں - لیکن اپنا مافی الضمیر چند الفاظ میں بیان کرنے کی قدرت رکھتے ہیں - جو کچھ میں نے بیان کیا ہے - آپ اسے ایک ہزار گنا بڑھا کر دیکھیں جو کچھ حاصل ہوگا - وہ عصمت انونو ہوں گے - میں بسا اوقات انہیں ترکی فوج کا قائد خیال کرتی ہوں - جیسا کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی چکی ہوں - جس نے ملک کو غیر ملکی قبضہ سے نجات دلائی اور ثابت کر دکھایا - کہ میری قوم مشکل اور مصیبت کے وقت اپنی آزادی اور عزت محفوظ رکھنے کی اہلیت رکھتی ہے - ترک کے لئے وہ باپ، بھائی اور بیٹا سب کچھ بلکہ ان سب کا مجموعہ ہیں - انہیں اپنے وطن سے انتہائی محبت ہے - دنیا میں بہت کم لیڈر ایسے ہیں - جو عصمت انونو کی مانند عوام و خواص کے اس درجہ محبوب ہوں - خدا انہیں تادیر قوم کے لئے زندہ رکھے



غازی رفعت پاشا سلطان محمد فاتح کے مزار پر

تصویر متعلقہ صفحہ 102



تصویر متعلقہ صفحہ 101

مسجد آیا صوفیہ کا تاریخی منظر جسے مسیحی دنیا از سرِ نو گرجا بنانا چاہتی تھی۔ مگر رفعت پاشا نے ان کا ارادہ پورا نہ ہونے دیا۔



تصویر متعلقہ صفحہ 99

رضا نور بے

ابتدائی حالات:- آپ ۱۸۷۹ء میں ترکی کے ایک معزز و ممتاز گھرانے میں پیدا ہوئے خاندانی رسم و رواج کے مطابق شاہی مدارس میں تعلیم کے اعلیٰ مدارج طے کئے طالب علمانہ زندگی ہی میں آپ کو بحث مباحثہ میں خاص دلچسپی تھی۔ سکول اور کالج کے مناظروں میں آپ سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ آپ کا یہی ذوق آئندہ چل کر آپ کی شہرت کا باعث ہوا اور آپ ملک کے بہترین مقرروں اور مناظروں میں شمار ہونے لگے۔

اوصاف و خصائل:- گورا رنگ۔ نیلگوں آنکھیں۔ کشیدہ قامت۔ سپاہیانہ مزاج۔ گھوڑے کی سواری کے از حد شائق۔ پرجوش طبیعت کے مالک اور سرگرم محنتی بزرگ ہیں۔ مناظرہ و مباحثہ میں ید طولیٰ رکھتے ہیں آپ کی تقریر مقابل کے دل پر رعب کن اثر ڈالتی ہے۔ مناسب مواقع پر صلح پسند رویہ بھی اختیار کر لیتے ہیں۔

سیاسی زندگی کا آغاز:- آپ کی سیاسی زندگی کا آغاز سنہ ۱۹ء سے ہوتا ہے اور سلطان عبدالحمید کے طرفداروں اور دستوری حکومت کے مخالفوں میں سے تھے۔ اور انجمن اتحاد و ترقی کے تو سخت ترین مخالف تھے۔ جب نوجوانوں کی مساعی سے سلطان پارلیمنٹ کے قیام پر مجبور ہو گیا۔ تو آپ بھی سنہ ۱۹۰۸ء میں پارلیمنٹ کے رکن منتخب ہوئے۔ اور ابتداً وزارت کے سیکرٹری کے عہدہ پر فائز کئے گئے۔

گرفتاری اور قید:- سلطان اپنی کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ حاصل کرنے کی سازش کرنے لگا۔ نوجوان پہلے ہی مطمئن نہ تھے۔ وہ اور بھی بھڑک اٹھے۔ آخر سنہ ۱۹۰۹ء کا انقلاب رونما ہوا رضا نور بے بھی نوجوانوں کے عتاب کا شکار ہوئے۔ اور آپ کو گرفتار کر کے قید و بند کی سزا دی گئی۔ لیکن سلطان عبدالحمید خاں کی معزولی اور قیام امن کے بعد آپ کو رہا کر دیا گیا۔

دوبارہ پارلیمنٹ میں:- رہائی کے بعد آپ اپنے اثر و رسوخ اور مقررانہ کمال کی بدولت دوبارہ پارلیمنٹ کے رکن منتخب ہوئے۔ اور فرید پاشا اور کامل پاشا کے ہم خیال

ہونے کے باعث کابینۂ وزارت میں لے لئے گئے۔ جو دو سال تک اپنے فرائض باحسن انجام دیتے رہے۔

جلاوطنی:۔ کامل پاشا کی وزارت سے نوجوان غیر مطمئن تھے۔ یکا یک بلقان کے مسئلہ پر وزارت اور نوجوان احرار ترکوں میں شدید چپقلش پیدا ہوئی۔ غدار کامل پاشا ایڈریانوپل کو بلغاری فوجوں کے حوالے کر دینے پر آمادہ تھا۔ لیکن نوجوان کسی قیمت پر بھی ایڈریانوپل سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھے۔ آخر انھوں نے کامل پاشا کی وزارت کا تختہ الٹ دیا۔ چونکہ آپ کامل پاشا کے کابینہ کے رکن اور اس کے ہم خیال تھے۔ اس لئے استیصال وزارت کے ساتھ ہی آپ کو بھی ترکی سے رخصت ہونا پڑا۔ اور آپ خاموشی کے ساتھ مصر چلے آئے۔

جنگ یورپ کا سارا زمانہ آپ نے مصر ہی میں بسر کیا۔ بہت سے انگریز افسر آپ کے دوست تھے۔ اس لئے اتحادی فوجوں نے آپ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ حالانکہ ہر جگہ انگریزی فوجیں ترکوں کو نشانۂ ستم بنا رہی تھیں۔

واپسی اور احرار میں شمولیت:۔ عارضی صلح کے بعد ۱۹۱۹ء میں آپ واپس چلے آئے۔ اچانک یونانیوں نے ترکی پر حملہ کر کے سمرنا فتح کر لیا۔ اور اندرون ملک میں بڑھنے لگے۔ ان کے وحشیانہ مظالم سے زمین و آسمان لبریز آہ و فغاں ہو گئے قصبوں کے قصبے جلا ڈالے گئے۔ بچے بوڑھوں اور نوجوانوں کو بغیر تمیز و تفریق قتل کیا گیا۔ عورتوں کی بے حرمتی کی گئی۔ غرضیکہ ترکی میں پھر ایک قیامتِ صغریٰ برپا ہو گئی۔ ان واقعات سے آپ بے چین ہو اٹھے آپ کا دل ہموطنوں کی خون کی اس ارزانی پر تڑپ اٹھا۔ اور آپ کے سینے میں حبِ وطن کا سویا ہوا جذبہ ایک شیرانہ انگڑائی لے کر جاگ اٹھا۔ چنانچہ آپ ترکانِ احرار میں شامل ہو کر مادرِ وطن کی سرفروشانہ خدمات انجام دینے لگے۔ یونانیوں کے مقابلے میں آپ نے ترکی شمشیر کے جوہر دکھا کر دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اور یہ ثابت کر دیا۔ کہ ایک زبان کا دھنی ترک شمشیر زنی میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہ سکتا۔

انگورہ میں سرگرمیاں:۔ ان خدمات کے صلے میں حکومت انگورہ نے آپ کو محکمۂ تعلیم و حفظ صحت کا کمشنر مقرر کیا۔ نیز آپ مجلس ملیہ کے رکن منتخب کئے گئے۔ لیکن چونکہ آپ کا تجربہ

امور خارجہ میں بہت زیادہ تھا۔ اس لئے آپ نے حکومت کے دفتر خارجہ کی بے حد خدمات انجام دیں۔ روس کے ساتھ حکومت انگورہ کے تعلقات استوار کرنے میں آپ کی مساعی کو بے حد دخل حاصل ہے۔ اس سلسلے میں دو بار آپ ترکی نمائندہ بن کر روس بھی گئے۔

وزارتِ خارجہ:۔ یوسف کمال بے کے بعد جب ان کے جانشین کی تلاش ہوئی تو امور خارجہ میں مہارت و تجربہ اور سابقہ شاندار ریکارڈ کی بنا پر مصطفےٰ کمال پاشا کی نگاہیں، آپ ہی کی جانب اٹھیں۔ اور آپ وزارتِ خارجہ کے منصب پر فائز ہوئے۔

لوزان صلح کانفرنس:۔ اپنی فراست، اصابت رائے اور روسی معاملات میں واقفیت کی بدولت لوزان کانفرنس کے لئے قومی حکومت کی طرف سے آپ بھی نمائندہ منتخب ہوئے اور غازی عصمت پاشا کی سرکردگی میں صلح کانفرنس میں ترکی مندوب کی حیثیت سے شامل ہوئے اثنائے بحث میں برطانیہ کی طرف سے جب ایک تجویز پیش کی گئی۔ کہ ارمن قوم کے لئے ترکی ایک خاص رقبہ مخصوص کردے۔ تو رضا نور بے اسے برداشت نہ کر سکے۔ اور بے اختیار بول اٹھے:۔

"ہم یہاں ترکی کے حصے بخرے کرنے نہیں آئے!"

یہ کہہ کر آپ اپنے ہتھیاروں کو جھنکارتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کمرے سے باہر چلے گئے۔ اس پر اتحادی نمائندوں میں ایک سنسنی پیدا ہو گئی۔ مگر عصمت پاشا نے موقع کی نزاکت کو تاڑ لیا۔ اور رضا نور بے کے اس رویہ کو غلط فہمی پر محمول کیا۔

لوزان کانفرنس سے واپس آکر آپ نے مختلف عہدوں پر متعین رہ کر ترکی کی شاندار خدمات انجام دیں۔ اور آج تک انجام دے رہے ہیں۔

رفعت پاشا

ابتدائی حالات:۔ رفعت پاشا جنہیں رافت پاشا بھی کہا جاتا ہے ۱۸۶۳ء آپ کی ولادت باسعادت کا سال ہے۔ آپ متوسط قامت بھرا ہوا جسم اور قوی اعضاء رکھتے ہیں۔ فرانسیسی زبان نہایت بے تکلفی اور فصاحت کے ساتھ بولتے ہیں۔ عربی اور فارسی میں بھی کافی مہارت ہے۔ یہ آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ ترکی سے باہر نہیں گئے۔ آپ نے ترکی مدارس میں تعلیم پائی اور جو کچھ سیکھا ترکی ہی میں حاصل کیا۔

عادات و صفات:۔ رافت پاشا بہت تیز زبان اور فصیح اللسان ہیں۔ لوگوں کی صحبت کو عزیز سمجھتے ہیں۔ آپ مہمان ہوں یا میزبان ہر صورت میں آپ کی طبیعت کا شگفتگی اظہر کئے بغیر نہیں رہتی۔ آپ مقرر بھی نہایت اعلیٰ ہیں۔ اور نہ جوش میں الفاظ کا کم خیال کرتے ہیں بلکہ باوجود اس کے جو کچھ کہتے ہیں نہ دل ہی کو محسوس کر کے کہتے ہیں۔ آپ کی حرکات و سکنات سے محبت و الفت کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ کے لباس میں صفائی اور خوش وضعی ہوتی ہے۔ آپ بہت کم ترک معلوم ہوتے ہیں۔

آپ کی خدمات:۔ اس وقت ترکوں کو جس قدر اندرونی و بیرونی مصائب برداشت کرنے پڑے ہیں۔ آپ ان میں نازک سے نازک موقع پر بھی ترکوں کے ساتھ رہے ہیں۔ اور آپ نے انتظامی و فوجی معاملات میں بیش قیمت خدمات انجام دی ہیں ۱۹۱۵ء میں آپ فلسطین کی سوار فوج کے افسر مقرر کئے گئے۔ نہر سویز پر حملہ کا بھی آپ نے خیال کیا تھا۔ مگر برطانی فوجی حلقوں کو آپ کے اس ارادہ کا علم ہو گیا۔ اور برطانوی سپاہ کی ایک بڑی تعداد نے آپ کو حلقہ میں لے لیا فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔ جس میں آپ کا گھوڑا کام آیا۔ فوراً ایک انگریز افسر کو تہ تیغ کر کے اس کے گھوڑے پر قبضہ کیا۔ اور دشمن سے بچ کر نکل آئے۔

شامی سپاہ کی افسری:۔ پھر آپ کو شامی سپاہ کی افسری ملی اور فلسطین جانے کا دوبارہ حکم ہوا۔ یہاں آپ نے جس عمدگی اور قابلیت کے ساتھ فوجی جوہر دکھلائے۔ وہ ہمیشہ یاد رہیں گے

انگریزوں کی طرف میلانِ طبعی :۔ آپ کی نسبت یہ مشہور ہے۔ کہ آپ انگریزوں سے باوجود ان کی زبان نہ جاننے کے دوستی کا میلان رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے چند انگریز افسروں کو جو ترکی افسروں نے گرفتار کئے تھے۔ کھانے پر مدعو کیا۔ جب جرمن افسر کو جو سپہ سالار کے سٹاف میں شامل تھا۔ یہ حال معلوم ہوا۔ تو وہ حیران رہ گیا۔ اور کہلا بھیجا کہ: "میں ایسی دعوت میں شرکت نہیں کرتا۔ جس میں ہمارے دشمن انگریز شریک ہوں"

رافت پاشا نے فوراً اس کے جواب میں کہا "تو میں آپ کو بلاتا ہوں"

غازی مصطفٰے کمال کی خدمت میں :۔ رافت پاشا غازی مصطفٰے کمال کے پاس ۱۹۱۹ء میں پہنچ گئے تھے۔ جب کہ انگورہ حکومت کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ اس میں ان کی کوششیں بھی قابل ذکر ہیں۔ سیواس اور ارض روم کی کانفرنسوں میں انہوں نے عملی کام کرکے احرار کے لئے قابل تقلید مثال قائم کی تھی۔

وزارت :۔ جنوری ۱۹۲۰ء میں آپ وزارتِ داخلہ کے منصب پر فائز ہوئے۔ یونان سے جنگ شروع ہوئی۔ تو اناطولیہ کے لشکر کی کمان آپ کے سپرد ہوئی۔ جنگ انیونو قرہ حصار کے موقع پر آپ فوج کے جرنیل تھے۔ آپ نے یونان کی پیش قدمی کو بڑے تدبر سے روک دیا تھا۔ اس کے بعد ایک مدت کے لئے آپ کی فوجی زندگی منقطع ہوگئی۔

مارچ ۱۹۲۱ء کو رافت پاشا چند دیگر اعیانِ سلطنت کے ساتھ حکومت انگورہ کی طرف سے چند تحائف اور ضروری خطوط لے کر افغانستان تشریف لائے۔ یہاں آپ چند روز مقیم رہے اور افغانی فوج کو مغربی طریقہ پر فنونِ جنگ کی تعلیم دیتے رہے۔

قسطنطنیہ کی گورنری :۔ آخر مجلس ملیہ کے حکم سے رافت پاشا علاقہ تھریس کے گورنر بنا کر بھیج دیے گئے۔ پھر قسطنطنیہ کی ترکی وزارت کے مستعفی ہونے پر قسطنطنیہ کی گورنری کا چارج بھی آپ نے لے لیا۔

قسطنطنیہ میں ورود :۔ آستانہ میں جب آپ کی تشریف آوری کی اطلاع پہنچی۔ تو اہل شہر نے بڑے جوش و خروش کا اظہار کیا۔ تمام سڑکیں مکانات۔ دکانیں۔ سجائی گئیں محلے سجائے گئے اور تمام نمایاں مقامات پر ترکی جھنڈے آویزاں کئے گئے۔ جمعرات کے دن گیارہ بجے سمندر کے ساحل

پر لوگ جمع ہونے شروع ہوئے۔ مدارس کے طلباء۔ دفاتر کے کارکن اور پولیس کے سپاہی صف بستہ کھڑے تھے۔ سامنے ترکی بینڈ اپنے دلکش لہجے میں سمرنا کی واپسی۔ تھریس کے قبضہ اور قسطنطنیہ کی دوبارہ رونق پر نغمہ سنج تھا تین بجے کے قریب رفعت پاشا جہاز سے اترے۔ لوگوں نے آپ کا پرتپاک استقبال کیا۔ عمائدین سلطنت نے آپ کے ہاتھوں پر بوسے دیئے۔ نعرہ ہائے تکبیر سے زمین و آسمان گونج اٹھے۔ وفور محبت میں آپ کی گاڑی کو لوگوں نے خود کھینچا۔

شہزادہ عبدالمجید آفندی کا پیغام:۔ راستے میں آپ کو ہونے والے خلیفۃ المسلمین کی طرف سے ایک پیغام دیا گیا۔ جس میں حکومت انگورہ پر کامل اعتماد ظاہر کر کے برکت کی دعائیں دی گئی تھیں۔ رفعت پاشا نے اس پیغام کے جواب میں اعلیحضرت کا شکریہ ادا کیا اور امید ظاہر کی۔ کہ وہ خلافت مقدس کے حقیقی امین اور سلطنت ترکی کے اصلی سلطان بننے والے ہیں۔

نوری بے سلطان کی طرف سے رفعت پاشا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اعلیحضرت کی طرف سے رفعت پاشا کی تشریف آوری پر اظہار مسرت و خوش آمدید کہا۔ رفعت پاشا نے اظہار تشکر کے ساتھ اعلیحضرت کی خدمت میں مؤدبانہ سلام کا پیغام بھیجا۔

سلطان محمد کے مزار پر حاضری:۔ اس کے بعد آپ کی سواری سلطان محمد فاتح کے مزار پر آ کر رکی۔ یہاں آپ نے فوج کے یتیم بچوں اور پسماندوں کو اپنے سامنے بلایا۔ اور انہیں مخاطب کر کے تقریر کی۔ جس میں ان کے بزرگوں کے کارناموں کو سنا کر بچوں اور پسماندوں سے پرزور اپیل کی:۔

> میں تم کو مقدس وارثوں اور شہید بزرگوں کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم آزادی وطن اور اس کی تقدیس کے لئے تیار ہو جاؤ۔

پھر آپ دفتر ہلال احمر میں تشریف لے گئے۔ جہاں آپ کا خیر مقدم کیا گیا۔ اور آپ نے ایک دل آویز تقریر کی۔ رفعت پاشا کے چارج لیتے ہی قسطنطنیہ میں کمالی حکومت کا اعلان کر دیا گیا

سلطان المعظم کی خدمت میں باریابی:۔ یکم نومبر کو سلطان وحید الدین نے رفعت پاشا سے ملاقات کی۔ اور آپ سے دیر تک انتظام سلطنت کے متعلق انگورہ گورنمنٹ کے

خیالات پوچھتے رہے۔ آپ نے صاف کہہ دیا۔ کہ اگرچہ عام رائے آپ کے خلاف ہے۔ مگر ابھی تک مجلس وطنیہ نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ سلطان نے اس کے جواب میں کہا۔ "اس قسم کے فیصلہ کے متعلق صرف مجھ سے بحث ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس وقت تک میں ہی جائز سلطان اور حق دار خلیفہ ہوں۔ تاوقتیکہ قانوناً دنیائے اسلام کی طرف سے مجھ کو معزول نہ کیا جائے۔ نیز آپ نے فرمایا۔ کہ میں حکومت انگورہ کے احکام کے مطابق موجودہ ترکی گورنمنٹ کو مستعفی ہونے کا مشورہ نہیں دے سکتا۔ البتہ دونوں حکومتوں کو ملانے کے لئے تیار ہوں۔"

جدید انتظامات:۔ چند روز کے بعد آپ نے قسطنطنیہ میں جدید انتظامات کی طرف توجہ کی۔ آپ نے پولیس اور فوج کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس پر اتحادی ہائی کمشنروں خصوصاً جنرل ہرنگٹن نے سخت اعتراض کئے۔ مگر آپ نے ان کو کہہ دیا۔ کہ اب قسطنطنیہ کی حکومت میرے ہاتھ میں ہے۔ میں معاہدہ مدانیہ کا احترام کروں گا۔ مگر اندرونی انتظامات میں کسی کو دخل دینے کا حق حاصل نہیں۔ پھر آپ نے ترکی سینیٹ کو برطرف کر دیا۔ آپ نے چنگی اور محصول کے محکمے پر قبضہ کر لیا۔ اور رفتہ رفتہ تمام داخلی اور خارجی انتظامات اپنے تصرف میں کر لئے۔ اتحادی جرنیلوں سے آپ نے مطالبہ کیا۔ کہ غیر جانبدار علاقہ پر ترکی اپنی سپاہ اور محافظ فوج روانہ کرے گا۔ علاوہ بریں آپ نے مندرجہ ذیل احکام مجلس ملیہ کی اجازت سے نافذ کیے۔

۱۔ ترکی بندرگاہ میں ایک وقت میں صرف ایک جہاز داخل ہو سکتا ہے۔

۲۔ کوئی غیر ملکی جہاز حصول اجازت کے بغیر ترکی بندرگاہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔

۳۔ تمام جہاز آبناؤں سے گذرتے وقت گورنر قسطنطنیہ کو سلامی دیں۔

۴۔ محصولات بحری میں ۱۰ فیصدی اضافہ کیا گیا۔

۵۔ حکم دیا گیا۔ کہ تمام زر محصول عثمانی بنک کی بجائے انگورہ بنک کو ادا کئے جائیں۔

۶۔ کمیشن مالیات کے اختیارات کم کر دیئے گئے۔

۷۔ مخلوط برطانوی عدالتوں کو بند کر دیا گیا۔

۸۔ اتحادیوں کے محکمہ حفظان صحت پر قبضہ کر لیا گیا۔

۹۔ عثمانی رعایا کو قسطنطنیہ سے باہر نکلنے کی ممانعت کردی گئی۔

۱۰۔ گیلی پولی کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

بعض امور پر اتحادی ہائی کمشنر بلبلا اُٹھے۔ انہوں نے اس کو اپنے اختیارات میں دخل اندازی سمجھا۔ مگر رفعت پاشا نے ان کی مطلق پرواہ نہ کی۔ وہ اپنے استحکامات میں برابر لگے رہے

سلطان وحید الدین کا فرار:۔ ۱۵ نومبر بدھ کے دن سلطان نے برطانی پناہ کے لئے درخواست کی کیونکہ وہ اپنی زندگی خطرے میں سمجھتے تھے۔ دوسرے دن سلطان اور ان کے چند ہوا خواہ جہاز ملایا میں سوار ہو کر مالٹا کی طرف روانہ ہو گئے

جب غازی رفعت پاشا نے سلطان کے فرار کی خبر سنی۔ تو آپ کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ آپ نے پولیس کی غفلت پر انہیں نہایت سخت تنبیہ کی اور اس کی اطلاع فوراً حکومت انگورہ کو کی گئی۔

انگورہ میں اس خبر کو نہایت حیرت کے ساتھ سنا گیا۔ اور رفعت پاشا سے وجہ دریافت کی گئی۔ کہ سلطان قسطنطنیہ سے کیوں فرار ہوئے۔

جدید سلطان کا انتخاب:۔ اب سلطان وحید الدین کے عزل اور نئے خلیفہ کے انتخاب کا علمائے کرام سے فتوےٰ لیا گیا۔ اور اعلان کر دیا گیا۔ کہ سلطان وحید الدین کو قوم حق خلافت سے محروم اور تخت سلطنت سے معزول کرتی ہے۔ اور اس کے ساتھ نئے خلیفہ عبد المجید خاں کی حکومت کا اعلان کرتی ہے۔

برطرفی:۔ ۲۲ نومبر کو مجلس وطنیہ نے رفعت پاشا کو قسطنطنیہ کی گورنری سے معزول کر دیا۔ اور آپ کی جگہ عدنان[۱] بے عامل قسطنطنیہ مقرر ہوئے۔ آپ کی برطرفی کی وجہ یہ بتائی گئی کہ آپ کا رویہ اتحادیوں کے ساتھ ضرورت سے زائد دوستانہ تھا۔

آپ کی برطرفی اور علیحدگی بھی حکومت انگورہ کی مصلحت پر مبنی تھی۔ رفعت پاشا کے لئے انگورہ میں وزارت داخلہ کا عہدہ تجویز کیا گیا۔ جہاں کمال اتاترک کی وفات تک خدمت انجام دیتے رہے۔

سلہ آپ ترکی کی مشہور خاتون محترمہ خالدہ ادیب خانم کے شوہر ہیں۔ اونرکی کے تحکمہ سفارت بحیثیت اعزازی قنصر اعلیٰ رہ چکے تھا



سقوطِ قط العمارہ کے بعد جنرل ٹاؤنشینڈ سپہ سالار افواج برطانیہ جنرل نورالدین پاشا اور جنرل خلیل پاشا کی حراست میں

تصویر متعلقہ صفحہ 105



H. E. Ali Ihsan Pasha

Page 108



H. E Izzath Pasha Foreign Minister

Page 110

جنرل نورالدین پاشا

ابتدائی حالات :- آپ ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد فیلڈ مارشل ابراہیم پاشا ترکی کے مشہور جرنیل تھے۔ جب ابن مسعود (موجودہ والئے نجد وحجاز سلطان ابن سعود کے مورثِ اعلیٰ) عبدالوہاب نجدی کی حمایت میں ترکی سے برسرپیکار تھے۔ تو خلیفۃ المسلمین کی طرف سے ابراہیم پاشا جو ان دنوں حاکمِ مصر کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ابن مسعود کے خلاف جارحانہ اقدام کے لئے بھیجے گئے۔ پاشا موصوف کے ایک ہی حملے نے مخالف فوج کو مغلوب کردیا۔ اور ابن مسعود گرفتار کر کے سلطان کی خدمت میں قسطنطنیہ بھیج دئے گئے۔ اس کے بعد آپ ایک عرصہ تک گورنر طرابلس کے عہدہ پر فائز رہے جنرل نورالدین پاشا اسی بہادر باپ کے بہادر وقابلِ فخر فرزند اور انہی کے زیر سایہ تربیت یافتہ ہیں۔

تعلیم وتربیت :- آپ نے ابتدائی تعلیم ترکی مدارس میں حاصل کی۔ پھر انگلستان جاکر وہاں کے مشہور فوجی کالج میں داخل ہوئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر قسطنطنیہ کے مدرسۂ حربیہ کی جماعت اعلیٰ میں شامل ہوگئے۔ اور تین برس تک محنت وکوشش کے ساتھ فنونِ جنگ کے حصول میں مصروف رہے۔ پھر جرمنی کے مشہور اور نامور سپہ سالار وانڈر گولٹز سے فوجی معاملات میں وسیع تجربہ حاصل کیا۔

عادات وخصائل - چھوٹا قد، بھرا ہوا چہرہ، مضبوط جسم، اور قوی اعضاء کے انسان ہیں۔ وجیہہ ترکی چہرے سے تدبّر ومآل اندیشی ظاہر ہوتی ہے۔ سر پر ترکی ٹوپی رکھنا بے حد پسند کرتے تھے۔ لیکن جب سے ترکی میں ٹوپی ممنوع ہوئی ہے۔ آپ نے اسے ترک کردیا ہے۔ اور اب ترکی کا مروجہ قومی لباس پہنتے ہیں۔ جب قومی لباس زیب تن ہوتا ہے تو آپ کے ہیبت وجلال میں نمایاں اضافہ ہوجاتا ہے۔ خود بھی بہادر ہیں۔ اور بہادروں کی قدر ومنزلت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

ارکان اسلام کے ہمیشہ پابند رہتے ہیں۔ عام سپاہیوں اور عام نمازیوں کے پہلو بہ پہلو

نماز ادا فرماتے ہیں۔ آپ کے نزدیک امتیاز مراتب کا دنیاوی اصول امور مذہبی میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ آپ مسجد میں شاہ و گدا کو ایک ہی صف میں دیکھنے کے آرزومند رہتے ہیں۔ جو لوگ جدید ترکی کے ملحدانہ و خلاف مذہب رویہ کے افسانے تراش تراش کر اسے بدنام کرنے کے خوگر ہیں۔ ان کے لیے پاشائے موصوف کا طرز عمل سرمۂ بصیرت ہے۔

آپ کی خدمات: آپ نوجوانان ترکوں کی انجمن اتحاد و ترقی کے نہایت مستعد اور سرگرم رکن تھے۔ دستوری حکومت کے قیام اور سلطان کی معزولی میں ان کی مساعی کارفرما ہیں۔ آپ محمود شوکت پاشا کی زیر کمان فوج میں شریک تھے۔ جنگ طرابلس میں غازی انور پاشا کے ہمراہ اکثر معرکوں میں شامل رہے۔ جنگ بلقان میں غازی شکری پاشا کی معیت میں عظیم الشان خدمات انجام دیں۔ پھر انور پاشا کے ساتھ ایڈریانوپل کی تسخیر پر مقرر ہوئے۔ اور حسن بہادری اور تدبر سے کام کیا۔ غازی انور پاشا نے اس کا کئی دفعہ اعتراف کیا۔

معرکۂ قطِ العمارہ: جنگ یورپ شروع ہونے پر انہیں عراق عرب بھیجا گیا۔ جہاں ترکی سپاہ کی بے سروسامانی کے باوجود انہوں نے اپنے حسن انتظام سے اس سرزمین کی حفاظت میں نہایت ہوشیاری و قابلیت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیے۔

۱۹۱۵ء میں انہیں عراق عرب میں متعینہ افواج کا قائد اعظم بنا کر جنرل ٹاؤنشنڈ سپہ سالار افواج برطانیہ کے مقابلہ پر برسر آزمائی کا موقع دیا گیا۔ ممدوح نے انگریزی سپاہ کو زبردست شکست دی۔ اور قطِ العمارہ کو انگریزوں سے واپس لے لیا۔ اور پھر اس زور سے حملہ کیا۔ کہ جنرل ٹاؤنشنڈ گھبرا اٹھا۔ انگریزی فوج جو دس ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی جنرل ٹاؤنشنڈ سمیت گرفتار ہو گئی۔ غازی ممدوح نے انگریزوں کے بھوکے سپاہیوں کے لئے خوراک وغیرہ کا انتظام کیا۔ زخمیوں کی خبرگیری کی۔ اور دشمن کے ساتھ ایسا فیاضانہ سلوک کیا۔ کہ اس کا حلیف جنرل ٹاؤنشنڈ ہمیشہ کے لئے ترکوں کا ہوا خواہ ہو گیا۔

جنرل ٹاؤنشنڈ اپنی ضخیم کتاب جنگ عراق میں غازی موصوف کے شریفانہ برتاؤ کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

" ۱۶ ستمبر ۱۹۱۶ء کو ہمارا ایک ہوائی جہاز اور دو افسر دشمنوں نے گرفتار کر لیے ہیں جنہیں

ترکی جنرل کی فیاضی اور شرافت پر بھروسہ کر کے ایک خط لکھا۔ اور گرفتار شدہ افسروں کے لئے کچھ روپیہ بھیجا۔"

اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

"میرا خیال تھا کہ ترکوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ کی جائے مگر میری فوج کے مسلمان سپاہی اس کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ ان ترکوں کو اپنا مذہبی بھائی خیال کرتے تھے۔ میں ابھی سوچ رہا تھا کہ جنرل نورالدین کی طرف سے مجھے ایک پیغام ملا جس میں مجھے مشورہ دیا گیا تھا کہ میں ہتھیار ڈال دوں تا کہ بیکار بندگان خدا کا خون نہ ہو۔ نیز اس نے مجھے یہ بھی لکھا کہ تمہاری سپاہ کمزور اور ذلیل ہے۔ اور اس کے لئے مشکل ہے کہ ہم پر تسلط حاصل کر سکے مگر میں نے ایسے ناقابل عمل مطالبہ کا جواب تو انکار میں دیا۔ لیکن ترکوں کی شرافت و انسانیت اور خصوصاً نورالدین پاشا کی خوش اخلاقی کا میرے دل پر گہرا اثر ہوا۔"

جنرل ٹاؤنشنڈ کے پاس ۲ جنوری ۱۹۱۵ء کو پھر ایک ترکی افسر جنرل نورالدین پاشا کا پیغام لے کر گیا۔ جنرل ٹاؤنشنڈ نے پیغام کا جواب دوسرے دن پر رکھا اور ایک نفیس سگرٹوں کا ڈبہ ترکی افسر کے حوالے کر کے کہا۔ کہ اسے میرے بہادر دشمن جنرل نورالدین پاشا کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔

ایک عجیب خواب:۔ ترکی میں آپ کے متعلق یہ روایت زبان زد خلائق ہے۔ کہ ایک خواب میں جنگ بغداد کے متعلق آپ کو بشارت ہوئی تھی۔ علمائے اسلام نے اس خواب کو سن کر تعبیر دی تھی۔ کہ آپ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کے حامل ہیں واقعہ بھی یہی ہے کہ آپ نے اپنی تلوار سے بغداد میں شاندار فتوحات حاصل کیں۔

بغداد سے واپسی:۔ اوائل ۱۹۱۶ء میں آپ کو قسطنطنیہ واپس بلا لیا گیا اور ان کی جگہ خلیل بے غازی انور پاشا کے چچا جو اس وقت وزارت جنگ کے منصب پر فائز تھے افواج کے قائد مقرر ہوئے۔

چار سال تک آپ مختلف جنگی مورچوں پر فوج کی ترتیب و تشکیل میں کوشش کرتے رہے

اس اثناء میں بھی آپ نے بڑی بڑی خدمات انجام دیں۔ جن کی بناء پر آپ کو پاشا کا خطاب حکومت کی طرف سے عطا کیا گیا۔

قسطنطنیہ سے روانگی:۔ جنگ یورپ کے اختتام پر آپ کو تھریس کا حاکم مقرر کیا گیا۔ پھر حکومت انگورہ معرض وجود میں آئی۔ اور آپ جنرل علی احسان[1] پاشا کے ہمراہ چھپ چھپا کر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے پاس پہنچ گئے۔

انگورہ میں آپ کی بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ احرار کی فوج اور رضا کاروں کے چوتھے لشکر کی کمان آپ کے سپرد ہوئی۔ پھر حاکم عدلیہ کے فرائض آپ کو تفویض کئے گئے۔ انہیں دنوں آپ نے اہل سلیشیا کے نام ایک پیغام بھیجا کہ حکومت انگورہ ان تمام عیسائیوں کی جان و مال کی محافظ ہے۔ جو کسی وجہ سے خدمات جنگ سے بری کر دیئے گئے ہیں۔

جنگ اناطولیہ میں آپ کے کارنامے:۔ یونان کے مقابلہ میں ترک مدت سے تیاریاں کرتے تھے۔ مگر حکومت انگورہ کی داخلی مصروفیت ترکی فوج کی بے سروسامانی ہوائی طاقت کی کمیابی دشمن کے خلاف جارحانہ کارروائی کرنے میں سدراہ تھا۔ یونانیوں نے افیون قرہ حصار کی زبردست قلعہ بندی کی ہوئی تھی۔ آخر جنرل نورالدین پاشا کو افواج اناطولیہ کی قیادت سپرد کی گئی۔ اور آپ نے اللہ کا نام لے کر ۱۵۔ ۱۶ اگست کی درمیانی شب کو دشمن کے مورچہ پر

---

[1] آپ زمانہ جنگ یورپ میں قفقاز کی نویں فوج کے کمانڈر تھے۔ جب دول متحدہ کی فوج نے ترکی کی اس تھوڑی سی جانباز سپاہ پر حملہ کیا۔ تو علی احسان پاشا نے جہاں تک بن پڑا حالات کی ناموافقت کے باوجود دشمن کا مقابلہ کیا۔ مگر آخر گرفتار ہو کر سرویہ میں نظر بند کر دیئے گئے۔ مگر کچھ مدت کے بعد وہاں سے موقع پا کر نکل بھاگے اور مختلف اسلامی ممالک میں پھرتے پھراتے قسطنطنیہ واپس آ گئے۔

جب قسطنطنیہ پر اتحادیوں نے قبضہ کر لیا۔ اور اکثر محبان وطن گرفتار و نظر بند کئے گئے۔ تو آپ کو بھی قید کر کے مالٹا بھیج دیا گیا۔ لیکن وہ دل و دماغ جس نے آزادی میں نشوونما حاصل کی ہو۔ وہ کس طرح قید و بند کی پابندیاں برداشت کر سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نظر بندی کی زنجیریں توڑ کر انگورہ پہنچ گئے۔ جہاں قومی مجلس کے ماتحت آپ نے اپنی فوجی سرگرمیاں دکھائیں۔ اور ایک اعلیٰ عہدے پر ممتاز ہوئے۔

پاشائے موصوف خوش رو، خوش پوش اور خوش اخلاق آدمی ہیں۔ وہ جوان ہمت، مدبر اور متین انسان ہیں۔

اچانک حملہ کر دیا۔ ایک ہفتہ تک مسلسل جنگ کے بعد دشمن کے نصف سے زائد مورچوں پر ترکوں کا قبضہ ہو گیا۔ ۲۷ اگست کی صبح کو آپ نے اپنی فوج کے ساتھ اس زور سے حملہ کیا۔ کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ جنرل ٹریکولین مع اپنے سٹاف کے گرفتار ہو گیا جرنیل ڈیلیس اور ڈیمار بھی گرفتار ہو گئے۔ ایک لاکھ سے زائد یونانی لشکر تہ تیغ ہوا۔ بے شمار سامان رسد ترکوں کے ہاتھ آیا۔ اور اس کے بعد سمرنا کا رستہ صاف ہو گیا۔

سمرنا میں داخلہ:۔ آپ کی فوج جب اکتوبر ۱۹۲۲ء میں سمرنا میں داخل ہوئی۔ تو اہل سمرنا نے دلی مسرت کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے اعلان کر دیا۔ کہ پناہ گزینوں پر کوئی سختی نہ کی جائے۔ چنانچہ اس کیفیت کو مشہور جرمن مورخ "ڈاک برف فان جیکوس" اس طرح بیان کرتے ہیں:

> "یہ ایک معجزہ تھا کہ سمرنا میں قطعی طور پر امن رہا۔ اور کسی ایک متنفس کی جان بھی ضائع نہیں ہوئی۔ فتح کے بعد یونانیوں نے شہر کو آگ لگا دی تھی جس سے کروڑوں روپیہ کا نقصان ہوا۔ لیکن اس شریف النفس کی پیشانی پر بل تک نہیں پڑا۔ اور ان یونانیوں کی جاں بخشی کر دی۔ جو آگ لگانے کے ذمہ دار تھے"

سمرنا کی گورنری:۔ سمرنا کے قبضہ کے بعد آپ کو مجلس علیہ کی طرف سے فاتح سمرنا کا ممتاز لقب عطا ہوا۔ اور سمرنا کی گورنری تفویض کی گئی۔ چنانچہ پاشائے موصوف سمرنا میں ترکی کے سب سے پہلے گورنر ہوئے۔

جنرل ٹاؤنشنڈ انگورہ میں:۔ ۱۹۱۵ء میں جو دو مشہور جنرل باہم دشمن تھے کیا عجب اتفاق ہے۔ کہ ۱۹۲۲ء میں دوستوں کی حیثیت سے ملتے، اور ایک دوسرے سے محبت و مروت سے پیش آتے ہیں۔

چنانچہ عارضی صلح کے بعد جب جنرل ٹاؤنشنڈ نے ترکی مطالبات پر غور کیا۔ تو انہیں حق بجانب پایا۔ جنرل موصوف نے حمایت ترکی میں اپنے خیالات کا آزادی کے ساتھ اظہار کیا۔ پھر آپ نے انگورہ کی سیاحت کے لئے پروانہ راہداری طلب کیا۔ جس سے انکار کیا گیا۔ آخر وہ انگورہ پہنچ گیا۔ وہاں عمائدین سلطنت سے اس کی ملاقات ہوئی۔ جس میں ان کے قدیم دشمن

جن کی کوشش سے یہ گرفتار ہُوا تھا۔ جنرل نورالدین پاشا بھی شامل تھے۔ حکومت انگورہ نے جنرل ٹاؤنشنڈ کے قیام انگورہ تک کے لیئے جنرل نورالدین کو آپ کا مصاحب خاص مقرر کر دیا

کُردوں کی بغاوت:۔ ترکی کے بعض نا عاقبت اندیش دشمنوں کے اکسانے پر کُردوں نے یکایک بغاوت کر دی اور قریب تھا۔ کہ ترکی پھر میدان کارزار بن جائے۔ لیکن غازی عصمت پاشا فوراً آپ کو ہمراہ لے کر کُردوں کے سر پہنچ گئے۔ اور بغیر ایک قطرہ خون بہائے بغاوت فرو کر دی۔ آپ کے اخلاق و عادات اور مذہبی امور کی پابندی نے کُردوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ اور انہوں نے جان لیا۔ کہ ترکوں کے خلاف جو یہ دینی کے الزامات لگائے جاتے ہیں وہ قطعی بے بنیاد ہیں۔

آج کل آپ حسب معمول آزاد ترکی کی بے لوث خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مارشل احمد عزّت پاشا غازی

ابتدائی حالات:۔ غازی احمد عزت پاشا ۱۸۶۶ء میں مغربی اناطولیا میں پیدا ہوئے اور اپنی خداداد ذہانت، سیاسی فراست، عسکری شجاعت کی وجہ سے جلد ہی ملک میں ممتاز حیثیت اختیار کر لی۔ مادر ترکی کا یہ جلیل القدر فرزند اپنے فطرتی لگاؤ کے باعث عثمانوی لشکر میں ایک سپاہی کی حیثیت سے داخل ہوا۔ اور ایک روادار، وسیع القلب، محب وطن افسر کی صورت میں آپ ان فخر روزگار اور زندہ جاوید ترکوں میں سے ایک تھے جنہوں نے بیمار ترکی کی مردہ رگوں میں زندگی کی لہر دوڑا دی۔ پریشان حال اور برباد ترکی کو موجودہ مضبوط ترکی کا قالب دیا۔ اور اپنے وطن عزیز ابنائے وطن کے لیئے وہ وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے اور نہ صرف ترکی بلکہ دنیا کی آیندہ نسلیں اپنی زندگیوں کی تاریک راہوں میں ان کے روشن کئے ہوئے چراغوں سے راستہ تلاش کریں گی۔ ۱۸۸۸ء کے آغاز میں آپ فنون حربیہ کی تکمیل کے لئے جرمنی تشریف لے گئے۔ اور واپس آتے ہی جنرل اسٹاف کے رکن مقرر ہوئے۔

آغازِ خدمت:۔ سنہ ۱۸۹۷ء میں آپ نے یونانیوں کے جان توڑ حملوں کی مدافعت کی۔ اور ان تاریخی جنگوں میں اس بے مثال جنگی فراست کا ثبوت دیا۔ جو صرف انہیں کا حصہ تھی۔ ان لڑائیوں میں آپ کے مبارزانہ جوہر کھلے۔ اور اس صفائی سے یونانیوں کو شکست دی کہ ایک دنیا معترف ہو گئی۔

سنہ ۱۹۰۸ء کے انقلاب انگیز دور میں جب خوابیدہ ترکی نے انگڑائی لی۔ اور ترکی کی شجاعت زار سرزمین پر ہنگامۂ استخلاصِ وطن برپا ہوا۔ تو عزت پاشا نے محبانِ وطن کے ساتھ مل کر قوم کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دیا۔

جنگی کارنامے:۔ جنگِ طرابلس کے موقع پر آپ نے انور پاشا کی معیت میں عربوں کی تنظیم میں کافی سرگرمی کا اظہار کیا۔ جنگِ بلقان دوم میں سپہ سالارِ اعظم رہے۔ اور سنہ ۱۹۱۳ء کے اواخر میں وزیرِ جنگ کے منصب پر فائز کیے گئے۔ مگر جلد ہی انور پاشا کے حق میں مستعفی ہو گئے۔ جنگِ عظیم میں کوہ قاف کے خونی محاذ پر افواجِ ترکیہ کی رہنمائی کی۔ اور سنہ ۱۹۱۵ء میں جب انور پاشا شریف حسین والئے نجد و حجاز کے پاس گئے۔ تو عزت پاشا بھی ان کے ہمراہ تھے۔ جنگِ عمومی کے خاتمے پر ترکی کی طرف سے عارضی صلح نامہ پر دستخط کیے۔

جلاوطنی:۔ جب اتحادیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ تو انہوں نے قومیت ترکیہ کی سیاسی بیداری کو آغوشِ فنا میں سلانے کی امکانی کوششیں کیں۔ عوام پر بے پناہ مظالم توڑے گئے۔ اور ملک کے کونے کونے سے محبانِ ترکی کو چن چن کر جلاوطن کیا گیا۔ عزت پاشا بھی ان میں سے ایک تھے۔ جن کی وطن پرستانہ و مجنونانہ جانفروشی کی داستان ہر دوست دشمن کی زبان پر تھی۔ اتحادی جانتے تھے کہ عزت پاشا ان کے ڈھب کا آدمی نہیں ہے۔ اور ہزار حیلہ سازیوں کے بعد بھی وہ توفیق پاشا کا سیاسی قالب اختیار کرنے پر رضامند نہ ہو سکے گا۔ اس لیے انہوں نے دمشق میں جلاوطن کر دیا۔

وزارتِ عظمیٰ:۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں چیف جنرل سٹاف کی حیثیت میں افواجِ ترکیہ کی زمام سنبھال لی۔ اسی اثنا میں طلعت پاشا نے مرکزی حکومتوں کو شکست دی۔ اور عزت پاشا کو وزیرِ اعظم کا رفیع الشان منصب پیش کیا گیا لیکن جرار سپاہی کی عسکری بیتابی کو وزارتِ عظمیٰ

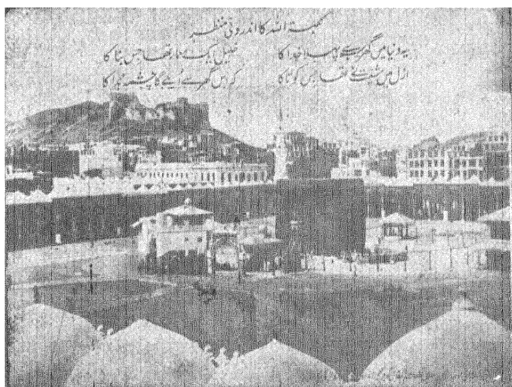
کی عافیت پسندانہ زندگی مطمئن نہ کرسکی۔ اور نومبر میں ہی یہ تمام ذمہ داریاں توفیق پاشا کے حوالے کردی گئیں۔

سلطانی نمائندگی:۔ سلطان وحیدالدین نے عزت پاشا اور صالح پاشا کو غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے پاس اس غرض کے لئے بھیجا کہ وہ حکومت انگورہ سے صلح کی گفت وشنید کریں۔ ہر دو اصحاب غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو بیدل ریلوے اسٹیشن پر ملے۔ اس ملاقات سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا قطعی طور پر مصر تھے۔ کہ آزاد ترکی کے سوا اور کسی موضوع پر گفتگو نہ کریں گے۔ وہ برملا کہتے تھے۔ کہ بادشاہ اتحادیوں کے ہاتھ بکے ہوئے ہیں۔ اور ہم قطعی طور پر جب تک اتحادی ترکی کی ایک انچ زمین پر بھی قابض ہیں کسی قسم کی گفت وشنید اتحادیوں سے نہ کریں۔ مگر یہ سلطان کو کیسے منظور ہوسکتا تھا آخر جب مایوس ہوکر ان کے سفیر جانے لگے۔ تو انہیں ایک گاڑی میں سوار کردیا گیا۔ مگر گاڑی استنبول کی بجائے انگورہ جا ٹھہری۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا لکھتے ہیں۔ کہ میں برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ کہ عزت پاشا کے دل و دماغ کا انسان قسطنطنیہ میں رہے اور سلطان اس کی قابلیت سے فائدہ اٹھائے۔

اختلاف:۔ آپ نے کبھی اعلےٰ عہدوں کی خواہش نہیں کی۔ آخری دم تک آپ نے ترکی حکومت اور ترکی قوم کی اپنے زریں مشوروں سے رہنمائی کی۔ آپ ڈکٹیٹرشپ کے حامیوں میں سے نہ تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ آخری عمر میں آپ کا غازی مصطفےٰ سے اختلاف ہوگیا۔ آپ کا خیال تھا۔ کہ نظام خلافت ہی ترکی قوم کے ارتقا کی بہترین ضمانت ہوسکتا ہے۔ آپ کی پارٹی میں سے غازی رؤف پاشا خالدہ ادیب خانم، رفعت پاشا خصوصیت سے قابل ذکر ہیں

گوشہ نشینی:۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ترکی قوم میں ایک معمولی سا اختلاف بھی اس کو گذشتہ بربادی و غلامی کی بھڑکتی ہوئی جہنم میں واپس پھینک سکتا تھا۔ اس لئے عزت پاشا نے اپنی سرگرمیوں کو غیر محدود عرصے کے لئے ختم کردیا۔ اور گوشہ نشین ہوگئے۔ اس امر سے پتہ چلتا ہے کہ وہ قوم کے کس قدر خیر اندیش اور بہی خواہ تھے۔

وفات:۔ آپ نے ۱۲ اپریل ۱۹۳۷ء کو استنبول میں اس دنیائے فانی کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط





124 تصویر متعلقہ صفحہ



تصویر متعلق صفحه 113

غازی انور پاشا

ولادت: انور پاشا ۱۸۸۲ء میں بمقام قسطنطنیہ پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے فنِ حرب کا بے حد شوق تھا۔ اور یہی تعلیم انہیں دی گئی۔

غازی انور پاشا کے والد ماجد غازی احمد پاشا التوائے جنگ کے بعد استنبول میں موجود تھے۔ اور جب قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ ہوگیا۔ تو شیخ الاسلام خیرالدین آفندی حبیب بے۔ کرنل جواد بے فائق بے مفتی حسن فہمی وغیرہ کے ہمراہ آپ بھی گرفتار کر کے مالٹا بھیج دئے گئے۔ یہاں مولانا محمود الحسن صاحب۔ قبلہ شیخ الہند پہلے سے بحالت نظر بندی موجود تھے۔ مولانا کے متعلق جب ان اصحاب کو معلوم ہوا۔ تو ان سے بے حد عقیدت ہوگئی۔ اس محبت و ارادت نے یہاں تک تعلقات بڑھا دئے۔ کہ شیخ الاسلام نے مولانا سے بیعت کی درخواست کی۔ مگر مولانا نے عجز و انکسار کی بناپر اسے قبول نہ کیا۔

کرنل جلال بے نے بطور یادگار ایک حمائل شریف نہایت عمدہ اور خوب صورت طبع شدہ مولانا کی نذر کی۔ غازی احمد پاشا اگرچہ نہایت معمر اور سادہ آدمی تھے۔ لیکن مولانا سے انہیں بھی بے حد عقیدت تھی۔ وہ عام طور مولانا کے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔

غازی انور پاشا نے مشہور مدرسہ حربیہ میں تعلیم پائی۔ اور تھوڑی مدت میں اپنی خداداد ذہانت سے غیر معمولی ترقی حاصل کی۔

شکل وشباہت: انور پاشا ایک خوش رُو جوان تھے۔ بال بہت خوب صورت آنکھوں کی پتلیاں نیلگوں۔ قد موزوں اور بدن چھریرا تھا۔ ان کے چہرے پر ایک عجیب تبسم کی دلفریب مسکراہٹ کھیلا کرتی تھی۔

انور پاشا ترکی کے علاوہ جو ان کی مادری زبان ہے۔ عربی، فارسی، فرانسیسی اور انگریزی جرمنی و روسی زبانوں میں بھی ماہر تھے۔

فوج میں شمول: جب انور پاشا نے ہوش سنبھالا تو اپنے جبلی مذاق کے …

فوج میں داخل ہوئے۔ اور مختلف اوقات میں ترقی کرتے کرنیل کے درجے تک پہنچ گئے۔ اور بہت دنوں تک نامور اور تجربہ کار ترک افسروں کے ایڈیکانگ رہے۔ انہوں نے ان کے تجربے سے بھی فائدہ اٹھایا۔ پھر ۱۹۱۳ء میں پاشا کے معزز خطاب سے ملقب اور ٹرکی کے وزیر جنگ مقرر ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر تیس سال سے زیادہ نہ تھی۔

انور پاشا کی ہر دلعزیزی:۔ انور پاشا نہایت خلیق، بردبار شیریں گفتار تھے۔ جس کی وجہ سے وہ سارے ملک میں محبت وعقیدت کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ کوئی شخص ان سے مل کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ ان کی قوت ارادی بہت زبردست تھی۔ دل میں جو ٹھان لی۔ اسے آخر کار کر گزرتے تھے۔ وقت کی قدر اور وعدہ کی پابندی ان کی طبیعت ثانیہ تھی۔

انجمن اتحاد وترقی میں شرکت:۔ ۱۹۰۵ء میں انجمن اتحاد وترقی کا مرکز نیا صدر مقام سالونیکا میں منتقل ہو چکا تھا۔ آپ ان دنوں حلمی پاشا انسپکٹر جنرل ولایت مقدونیہ کے ایڈیکانگ تھے۔ آخر آپ بھی اپنی وردی پھینک کر اس کمیٹی میں شامل ہو گئے۔

حکومت دستوری:۔ انجمن اتحاد وترقی مدت سے کوشاں تھی۔ کہ کسی طرح سلطان عبدالحمید خاں ملک میں دستوری حکومت کا قیام منظور کریں۔ تاکہ دیگر ممالک کی طرح ترکی بھی شخصی ظلم اور استبداد سے نجات حاصل کرے۔ لیکن یہ کام جس قدر مفید تھا۔ اسی قدر اہم بھی تھا سلطانی جاسوس انقلاب پسندوں کی تلاش میں سرگرم تھے۔ انجمن کے ارکان بھی اس اندیشہ سے بے فکر نہ تھے۔ لیکن وہ خدا کی حمایت کا سہارا لیئے ہوئے اپنی نیک کوششوں میں مصروف تھے

سلطان عبدالحمید خاں نے مقدونیہ کے اعلےٰ افسروں کے نام احکام جاری کیئے۔ کہ تمام مشتبہ لوگوں کو گرفتار کر کے آستانہ بھیجا جائے۔ اور ادھر جنرل شمسی پاشا جو اس وقت وفد دہ دلنا میں تھے سپہ سالار بنا کر مناستر بھیجے گئے۔ اور انہیں تاکید کی گئی۔ کہ باغیوں کو حتے المقدور کیفر کردار تک پہنچا کر صبر لیں۔

شمسی پاشا نے مناستر پہنچتے ہی سب سے پہلا پیغام جو سلطان المعظم کو بھیجا۔ وہ یہ تھا۔ کہ باغیوں کے متعلق کسی قسم کی اطلاعات کا بہم پہنچانا بہت مشکل ہے۔ ملک میں بغاوت کا اندیشہ ہے

تمام باشندے انجمن اتحاد و ترقی کے ہوا خواہ ہیں۔ تاہم جب تک دم میں دم ہے۔ باغیوں کا پیچھا نہ چھوڑوں گا اور ایک ایک باغی کو قرار واقعی سزا دوں گا۔"

انور بے اور شمسی پاشا کی ملاقات:۔ ۷ جولائی ۱۹۰۸ء کو انور بے نے شمسی پاشا سے ملاقات کی اور اسے صاف کہہ دیا کہ اگر وہ مناستر سے ایک منزل بھی آگے بڑھا۔ تو اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ شمسی پاشا دوسرے روز قتل کر دیئے گئے۔ عثمان پاشا جو شمسی پاشا کی جگہ سپہ سالار ہو کر آئے تھے۔ قید کر لئے گئے۔

انور پاشا کو سلطانی دعوت:۔ سلطان عبدالحمید خاں یہ سمجھ چکے تھے۔ کہ انور بے آسانی سے قابو آنے والے نہیں۔ چنانچہ انہیں قسطنطنیہ میں دعوت دی گئی۔ اور کسی بڑے عہدے کا لالچ دیا گیا۔ لیکن انور بے ان ہتھکنڈوں سے خوب واقف تھے۔ انہوں نے حاضر ہونے سے انکار کر دیا۔ بلکہ سلطان اور ان کی حکومت کے خلاف غیر معمولی سرگرمی پر آمادہ ہو گئے۔

انور بے کے کارنامے:۔ یہی انور بے جس نے ایک معمولی سی جماعت کے ذریعے ان پہاڑیوں میں جو مناستر کے پیچھے واقع ہیں۔ ایسی حرکت پیدا کر دی جس کا نتیجہ دستوری حکومت کی شکل میں ظاہر ہوا۔

انور بے نے سلطان ترکی کے نام ایک برقی پیغام کا مضمون مرتب کیا۔ اور وہ پیغام تمام فوجی مرکزوں سے ایک ہی وقت میں سلطان کی خدمت میں بھیجا گیا۔ جس میں دستوری حکومت کے قیام کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ غرضیکہ انور بے کی کوششیں ایک حد تک ملک میں دستوری حکومت کے قیام کا باعث ہوئیں۔ درحقیقت انہیں کے اولوالعزمانہ کارنامے انجمن اتحاد و ترقی کی کامیابی کے اسباب ہیں۔

انور بے کے متعلق عوام کے خیالات:۔ مسٹر ای۔ ایف ایف مشہور انگریزی مصنف نے اپنی کتاب "اویکننگ آف ٹرکی" کے گیارھویں باب میں انور پاشا کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ:۔

"اس نوجوان افسر کا بھیس بدل کر سالونیکا سے مفرور ہونا اور کوہ و صحرا میں عظیم کارنامے انجام دینا اور اپنے وطنِ عزیز کی خدمت کرنا ایسی باتیں ہیں جن سے انور بے اپنے

ہمعصروں میں نامور بطل ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کے جمیر العقول کارناموں کے سبب سے اس کے دوست واحباب اس کی انتہائی عزت کرتے ہیں۔"

نیازی بے نے اپنے رفیق انور بے کے متعلق لکھا تھا کہ:۔

"انور۔ وہ شخص ہے جس نے آڑے وقت میں اپنے پرجوش اقوال اور قابلِ تقلید نمونے سے ہمیں جرأت دلائی اور ہماری مایوسی کو امید سے بدل دیا۔ غرض یہ ایسا شخص ہے جس کا ثانی بہت ہی نایاب ہے۔"

اس تحریک انقلاب کا آخر کار یہ نتیجہ ہوا۔ کہ سلطان عبدالحمید خاں تخت سے علیحدہ کر دیئے گئے۔ انور پاشا اور ان کے دیگر رفقاء کی کوششیں بار آور ہوئیں۔ ملک میں مسرت وانبساط کے شادیانے بجنے لگے۔ اس اجمال کی تفصیل آپ آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

جنگ طرابلس اور انور پاشا:۔ اٹلی نے یکم اکتوبر ۱۹۱۱ء کو ترکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ یہ وقت سلطنت کے لئے نہایت نازک تھا۔ کیونکہ بحری طاقت اس قدر کمزور تھی۔ کہ ترکی اٹلی کا مقابلہ بوجہ احسن نہ کر سکتا تھا۔ خشکی کے راستے بھی مسدود تھے۔ مصری اور فرانسیسی سرحدیں طرابلس الغرب سے ملتی ہیں۔ اور ان دونوں سلطنتوں نے غیر جانبداری کا اعلان کر دیا تھا۔ لہٰذا مصر یا ٹیونس کے راستے سے علانیہ فوج کا بھیجا جانا مشکل بلکہ ناممکن تھا۔

انجمن اتحاد و ترقی کا اہم فیصلہ:۔ اس معاملہ پر غور کرنے کے لئے ترکان احرار کا ایک خفیہ جلسہ منعقد ہوا۔ اور اس میں یہ طے پایا۔ کہ بہت سے ترکی افسر طرابلس بھیجے جائیں جو وہاں جا کر عربوں کو جنگی قواعد سکھائیں۔ مگر مشکل یہ تھی کہ ترک اپنی وردی اور لباس میں رہ کر کسی طرف سے بھی طرابلس نہیں جا سکتے تھے۔ لہٰذا غور و خوض کے بعد یہ قرار پایا کہ بھیس بدل کر جائیں اور جس طرح ہو سکے طرابلس پہنچیں۔

انور بے طرابلس میں:۔ ایسی بندش کے زمانے میں انور پاشا کا طرابلس جانا سخت مشکل تھا۔ مگر غازی اعظم اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اتحادی افسروں کی آنکھوں میں خاک جھونکتے ہوئے مصر کے راستے سے نکل گئے۔

انور بے نے طرابلس پہنچ کر سب سے پہلے ایک وفد حضرت شیخ سنوسی کی خدمت میں روانہ کیا۔ جس کے جواب میں شیخ موصوف نے نہایت ہمت افزا الفاظ میں غازی انور پاشا کو فتح و نصرت کا مژدہ سنایا۔ اور خود بھی میدان جنگ میں تشریف لانے کا وعدہ کیا۔

قبائل عرب میں اٹلی کے خلاف حیرت انگیز جوش پھیل گیا۔ اور یہ سب کچھ شیخ سنوسی کے اثر اور غازی انور پاشا کے حسن تدبر کا نتیجہ تھا۔

عربوں کے مشائخ و امراء کا ایک جم غفیر غازی ممدوح کے گرد و پیش جمع ہو گیا۔ اور سب نے متفقہ طور پر اسلام کی راہ میں اپنی جان دینے کا قول و قرار کیا۔

انور پاشا سے اعراب کا مصافحہ:۔ قول و قرار ختم ہونے کے بعد جملہ مشائخ یکے بعد دیگرے غازی ممدوح سے مصافحہ کرنے لگے۔ مگر جب شیخ مبری کی باری آئی۔ تو غازی انور بے نے کسی قدر متلون ہو کر فرمایا کہ:۔ "اے جلیل القدر شیخ آپ کے متعلق جو خبر مشہور ہو رہی ہے۔ اس نے آپ کے ہموطنوں کو بہت برہم کیا ہے۔ کہ آپ اطالویوں سے چھ سو پونڈ لے کر وطن فروش بننا چاہتے ہیں"۔ مگر شیخ موصوف نے نہایت صداقت کے ساتھ غازی انور بے کو یقین دلایا۔ کہ یہ خبر بالکل غلط ہے۔ اور وہ وطن پر جان قربان کرنے کو تیار ہیں۔ اس ملاقات سے ایک مہینے کے بعد شیخ مبری طبروق کی لڑائی میں شہید ہو گئے۔

آپ نے ان تمام واقعات کی اطلاع صدر دفتر انجمن اتحاد و ترقی کو ایک خط کے ذریعے دی۔ جس میں عربوں کے پرجوش کارناموں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا

انور پاشا کا مکتوب ایک دوست کے نام:۔ غازی موصوف نے ایک دوست کے نام جو برلن میں مقیم تھے۔ حسب ذیل خط لکھا تھا۔ جس میں طرابلس کے واقعات بھی درج تھے:۔

"میرے عزیز دوست غالب بے! آج کل میدان جنگ کی حالت یہ ہے۔ کہ میرے ہمراہی جنگ میں بہت کم حصہ لیتے ہیں۔ ان کا زیادہ وقت سنوسی مشائخ کی صحبت میں گذرتا ہے۔ جو ان کے دلوں میں حمیت کی روح پھونکتے رہتے ہیں۔ جنگ میں کم شریک ہونے کی وجہ وہی اطالویوں کی بزدلانہ حرکت ہے۔ جو انہیں مورچوں

سے نہیں نکلنے دیتی۔ میرا وقت بھی آج کل زیادہ تر تنظیم کی اشاعت و ترقی ملک اور انتظامی امور میں صرف ہوتا ہے۔ اتفاق سے مجھے بھی ایک زبردست شیخ سے نیاز مندی کا موقع ملا۔ ان کا نام احمد عیسٰے ہے۔ ان کی نورانی شکل اپنے پاس سے اٹھنے نہیں دیتی بلند پیشانی اور فراخ آنکھیں توحید کے نشے میں مست۔ زبان میں اثر ہے۔ جو بات کہتے ہیں۔ تیر و نشتر بن کر دل میں پار ہو جاتی ہے۔ ان کے گرد ارادت مندوں کا جمگھٹا رہتا ہے۔ میں بھی ایک گوشے میں جا بیٹھا۔ شیخ نے مجھے دیکھ کے تعظیم کے لئے اٹھنا چاہا۔ مگر میں نے انکسار کے ساتھ معافی مانگی۔ اور درخواست کی۔ کہ وہ مجھے یہیں رہنے دیں۔ اس وقت شیخ موصوف عربوں اور ترکوں کو اپنا نصیحت آمیز وعظ سنا رہے تھے۔ کچھ دیر لطف صحبت حاصل رہا۔ پھر میں رخصت ہو کر چلا آیا۔"

انور پاشا کی انتظامی قابلیت:۔ مصر کے ایک مشہور اخبار نے غازی موصوف کی نسبت لکھا تھا کہ:۔

"انور بے کے نام سے دنیا ناواقف نہیں۔ اس مشہور و معروف شجاع کی داد و دہش اور غیر معمولی سخاوت پر ہمیں رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے۔ غازی ممدوح کی فوجی لیاقت کا تمام دنیا لوہا مانتی ہے۔ غازی انور بے نے اپنے قابل ماتحت افسروں عزیز بے علی المصری اور مصطفٰے کمال بے کی مدد سے فوج کے باقاعدہ بنانے میں حیرت انگیز اور خوارق العادة کامیابی حاصل کی ہے۔ آپ نے مختلف قبائل عرب کی ایک فوج مرتب کی ہے جس کا نام فرقۃ المحافظین ہے۔"

اس فوج کی ابتدائی ترتیب کا یہ مقصد تھا۔ کہ عربوں کے نوخیز بچے غازی ممدوح کی حفاظت و نگرانی پر مامور ہوں۔ مگر بعد میں اس فوج کی تعداد اسی عربی مجاہدین کی فوج کے برابر ہو گئی۔ جس نے ۲۱ دسمبر ۱۹۱۱ء کی جنگ میں اطالویوں کو شکست دی تھی۔

غرضیکہ انور پاشا میدان جنگ میں جب تک رہے۔ دشمنوں کا ناک میں دم کرتے رہے انہوں نے عربوں کی بے ضابطہ اور پراگندہ جمعیتوں سے جس تدبر سے میدان جنگ میں کام لیا۔ یہ انہیں کا کام تھا۔

اٹلی و ترکی کی صلح: مجبور کن حالات کی بناء پر اٹلی و ترکی کے درمیان ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو ان شرائط پر صلح ہوگئی۔ کہ ترکی طرابلس کی خود مختاری کا اعلان کردے۔ اور اس کے بعد اٹلی وہاں اپنی حکومت قائم کرلے۔ مسلمانوں پر سلطان المعظم کا اقتدار بدستور قائم رہے گا۔ ترکی فوجیں فوراً واپس بلالی جائیں گی۔ اطالوی جزیرۂ ایجین کے جزائر کو خالی کردیں گے سلطان المعظم کی طرف سے ایک وکیل نامزد ہوا کرے گا۔ جو طرابلس کے مستقر حکومت میں ترکی اغراض کی محافظت کرے گا۔

انور پاشا کی واپسی: انور پاشا پورے ایک سال دو ماہ بعد ۳۰ دسمبر ۱۹۱۲ء کو طرابلس سے روانہ ہوگئے۔ غازی ممدوح ادرنہ سے اپنی موٹر پر سوار ہو کر طبروق اور طبرونی سے سلام پہنچے اور وہاں سے تھوڑی دور آگے بڑھ کر مربوط کی ریل کے ذریعہ اسکندریہ میں پہنچ گئے۔ آپ تبدیل لباس کئے ہوئے تھے۔

آپ نے اسکندریہ پہنچ کر ایک جرمن افسر سے جن کے ساتھ ان کا دیرینہ تعارف تھا ملاقات فرمائی۔ اور اسی افسر سے پروانہ راہداری لے کر جرمن جہاز میں قسطنطنیہ روانہ ہوگئے

جنگ بلقان: ریاستہائے بلقان میں سب سے پہلے مانٹی نگرو نے ترکی کے خلاف ۸ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو اعلان جنگ کیا تھا۔ اس کے بعد مختلف تاریخوں میں سرویہ بلغاریہ اور یونان نے بھی اعلان جنگ کردیا۔ ترکی کے لئے یہ نہایت نازک موقع تھا۔

جب انور پاشا قسطنطنیہ پہنچے۔ تو جنگ کی یہ حالت تھی۔ کہ بلغاریہ و یونان نے ایڈریانوپل کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اور ان کی فوجیں شتالجہ کے سامنے پڑی تھیں۔ جو قسطنطنیہ سے صرف پچیس چھبیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ دوسری طرف سرویوں اور یونانیوں نے بعض اہم مقامات پر قبضہ کرلیا تھا۔ لیکن اس وقت لڑائی عارضی طور پر ملتوی تھی۔ اور فریقین کے نمائندے لندن میں صلح کے متعلق گفت و شنید کر رہے تھے۔ ترکی اخبارات نہایت زور و شور سے لکھ رہے تھے۔ کہ ترکی حکومت ایسی شرائط کو منظور نہیں کرے گی۔ جن کی رو سے ایڈریانوپل ترکی کے قبضہ سے نکل جائے۔

مشہور قوم فروش کامل پاشا سلطنت عثمانیہ کے صدر اعظم تھے۔ اور سلطان المعظم کو

یہ مشورہ دے چکے تھے۔ کہ دشمنوں کی افواج دارالخلافہ کے بالکل قریب ہیں۔ اس لئے بہتر ہوگا۔ کہ جلالت مآب بروصا تشریف لے جائیں۔

انور پاشا میدان جنگ میں :۔ ان حالات میں غازی انور بے حیران تھے کہ کیا کریں غنیم کی افواج چاروں طرف سے ترکی علاقوں پر قابض تھیں۔ اور قسطنطنیہ پر حملہ کی دھمکیاں دی جا رہی تھیں۔ غازی انور پاشا ۴ دسمبر کو شتلجہ پہنچے۔ اور ترکی فوجوں کے سامنے ایک پُرجوش تقریر کی۔ انہیں سمجھایا کہ فرقہ بندی کی روش ترک کر دیں۔

انور پاشا کی اس جوش انگیز تقریر نے ترکوں کی ڈھارس بندھا دی۔ اور اب ہر طرف لڑائی کے لئے از سر نو تیاریاں ہونے لگیں۔

کامل پاشا کی غدار وزارت :۔ کامل پاشا کی قومی مجلس میں جس کی نسبت تفصیلات آگے آئیں گی۔ دول متحدہ کے سفراء کی یادداشت پڑھی گئی۔ قوم پرست اس مجلس سے پہلے ہی بدظن تھے۔ اور آخر اس میں بھی وہی فیصلہ ہوا۔ جس کی انہیں توقع تھی۔

انقلاب وزارت :۔ انجمن اتحاد و ترقی کے اراکین نے یہ فیصلہ کیا کہ جس طرح ہو سکے۔ کامل پاشا کی وزارت کو ختم کر دیا جائے۔ اس فیصلہ کے بعد دوسرے روز شیخ کو طلعت بے نے کامل پاشا سے ملاقات کی۔ اور اثنائے گفتگو میں صاف طور پر بتا دیا کہ "یا تو باب عالی اس موقع پر دول متحدہ کی یادداشت کو منظور کرنے سے انکار کر دے۔ یا ایک سخت خونریزی کے لئے تیار ہو جائے"

اسی روز تین بجے کا وقت تھا۔ کہ یکایک ایک گروہ ہاتھوں میں جھنڈیاں لئے ہوئے باب عالی کے پھاٹک پر پہنچا۔

اس آنے والے انقلاب کا کسی کو علم تک نہ تھا۔ غازی انور بے افواج شتلجہ کی ترتیب میں مشغول تھے۔ قومی مجلس کے فیصلے کی جس وقت انہیں اطلاع پہنچی دیوانہ وار گھوڑے پر سوار ہو کر عین وقت پر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب یہ مجمع پھاٹک پر پہنچا۔ تو سب کی نگاہیں ایک طرف اٹھ گئیں۔ دیکھا کہ غازی انور بے ایک گھوڑے پر سوار چلے آ رہے ہیں اب یہ ایک باقاعدہ جماعت تھی۔ جس میں ہزار کے قریب ترکان احرار شریک تھے۔

نوری پاشا برادر انور پاشا



علی نظمی بے



کارزار طرابلس کا پندرہ سالہ ترک شہید

فاطمہ بنت عبداللہ



ایک گیارہ سالہ عربیہ مجاہدہ جو میدان جہاد میں تشنہ لب زخمیوں کو
پانی پلاتے ہوئے شہید ہو گئیں

جنرل ایکسی لنسی ناظم پاشا



جو کامل پاشا کی وزارت کے خلاف مظاہرے میں مصطفیٰ نجیب کی گولی کا نشانہ بن گئے

تصویر متعلقہ صفحہ ۱۲۱



تاثیرات خرمہرہ
مولفہ حکیم محمد عبد المجید صاحب عقیقی (ایچ پی) - کوڑی اور اُسکے جملہ اقسام کی دلچسپ
طبی تحقیق قدیم و جدید انکشافات افعال و خواص ویدک و یونانی تجربات شدید و معمولی امراض
عوارض کا کوڑیوں کے ذریعہ شافی علاج نیز خرمہرہ کے مفرد استعمال
تیر بہدف مرکبات اور مجرب کشتہ جات وغیرہ کا بہترین ذخیرہ قیمت ۴ر
کامل بک ڈپو (طبی مرکز اشاعت) لاہور

مشہور قوم پرست لیڈر نیازی بے اور طلعت بے اپنے سرفروشانہ جذبہ کو دل میں لئے ہوئے آگے آگے جا رہے تھے۔

"حکومت سے دست بردار ہو جاؤ۔ ہم ملک کی حفاظت کریں گے" کی ولولہ انگیز صداؤں نے محل والوں کو اس خوفناک گھڑی سے آگاہ کر دیا۔ جو چند ساعتوں کے بعد ان پر آنے والی تھی۔

غازی انور بے۔ خلیل بے۔ جمال بے آگے تھے۔ ان کے پیچھے طلعت بے۔ عمر فوزی بے تھے۔ یہ تمام حضرات وزارت عظمٰی کے دفتر میں جہاں اس وقت وزراء کی مجلس یادداشت کا جواب لکھنے کے لئے منعقد تھی۔ اپنے سادہ لباس میں بے روک ٹوک گھس گئے۔

لطیف بے جو راستہ روک کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ایک گولی سے ٹھنڈا ہو گیا۔ توفیق بے جو ناظم پاشا کا ہم خیال تھا مزاحم ہوا۔ لیکن فوراً ہی خاموش ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ ناظم پاشا بھی شور و غوغا سن کر باہر نکل آئے۔ اور انور بے کو دیکھ کر کہا۔ کہ: "یہ کیا گستاخی ہے؟" جس کا جواب مصطفےٰ انجیب نے تین بار متواتر گولی کی سرد کن آواز سے دے کر ناظم پاشا کا کام تمام کر دیا۔

گولیوں کی پیہم آوازوں سے محافظ دستہ میں کچھ جنبش پیدا ہوئی۔ ایک سپاہی نے انور پاشا کی طرف بندوق کی نالی بھی کر دی۔ لیکن اس بہادر نے ذرا بھی پروا نہ کی۔ اور فوراً قدم بڑھا کر ہال کے اندر پہنچ گئے۔ جہاں کامل پاشا اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے لئے موجود تھے۔ انور بے نہایت تحکمانہ انداز میں بولے: "میں حکم دیتا ہوں کہ یا تو جنگ جاری رکھنے کی قسم کھاؤ۔ یا اس کرسی سے الگ ہو جاؤ۔ یاد رکھو! تمہاری ذرا سی حیل وحجت اس کمرے کو خون آلود کر دے گی"۔ کامل پاشا جو مارے خوف کے کانپ رہا تھا۔ کہنے لگا: "میرا خیال جنگ جاری رکھنے کے خلاف ہے"

انور بے نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اسی وقت کامل پاشا سے استعفٰی پر دستخط کرا لئے۔

اس کارروائی کے بعد کامل پاشا اور غازی انور پاشا میں حسب ذیل گفتگو ہوئی: -

انور بے: - شتلجہ کی فوج اور قوم، ایڈرنیا نوپل کو دشمنوں کے حوالہ کرنا پسند

نہیں کرتی۔ اگر آپ بلغاریہ کو ایڈریانوپل دینے پر تیار ہیں۔ اور دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو آپ کو یہ کرسی ان لوگوں کے لئے خالی کر دینی چاہیئے۔ جو قوم کے مطالبہ کو منظور کر کے اعدا کا مقابلہ کریں۔

کامل پاشا:۔ میاں صاحبزادے۔ کیا تمہارا خیال ہے۔ کہ تم مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہو۔ کیا جس قدر تلافی مافات ہیں نے کی ہے۔ تم اس سے کچھ زیادہ کر کے دکھا سکتے ہو اگر ایسا ہے۔ تو یہ لو صدارت کی کرسی۔ اور اس پر بیٹھ کر تجربہ کر لو۔

غازی انور بے نے استعفےٰ کو جیب میں ڈال کر کمرے کے چاروں طرف نظر ڈالی۔ اور تمام دیگر وزرا سے کہا۔ کہ:۔ "جب تک نئی وزارت قائم نہ ہو جائے۔ آپ لوگ اپنے آپ کو نظر بند سمجھیں"

بظاہر انقلاب پسندوں کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ وقت اور فرصت اس سے بھی کم مگر غازی انور بے نے جس مستعدی چابک دستی اور حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ایک تعجب خیز انقلاب پیدا کر دیا۔ وہ ہمیشہ یاد رہے گا۔

فوج کی حالت:۔ انور بے اس سے فارغ ہو کر فوج کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس کی اصلاح میں بھی انہوں نے اپنی فوق العادۃ قوت انتظامیہ کا ثبوت دیا۔ چنانچہ ایک انگریز نے اس کے متعلق اس طرح لکھا ہے:۔

"ترک سپاہی اب وہ سپاہی نہیں ہے۔ جس نے قرق کلیسا اور لولی برغاس پر شکست کھائی تھی۔ بلکہ وہ حیرت انگیز ترقی کر چکا ہے۔ اس کے چہرے سے جوش اور بہادری عیاں ہے۔ وہ دشمن کی پروا نہیں کرتا۔ اور جنگ کا دل سے آرزومند ہے"

یہی فوج ناظم پاشا کے زمانے میں بھی تھی۔ مگر اس کی حالت نہایت بری تھی۔ انور بے اور ان کے دیگر فدا کارانِ ملت نے چند ہی روز میں کچھ کا کچھ کر دکھایا۔

جنگ کا دوبارہ اجراء:۔ صلح کانفرنس بے اثر ثابت ہوئی۔ اور ۳ر فروری ۱۹۱۳ء کو جنگ پھر شروع ہو گئی۔ مگر اب کے نتیجہ ترکوں کے حق میں اچھا نکلا یعنی

۲۱ر جولائی کو ترکوں نے دوبارہ ایڈریانوپل پر قبضہ کر لیا۔

انور پاشا وزیر جنگ :- فوج کی حالت گو نسبتاً درست ہو چکی تھی لیکن ابھی اس طرف توجہ کی بہت ضرورت تھی۔ چنانچہ عزت پاشا وزیر جنگ نے کرسی وزارت انور بے کے لیئے خالی کر دی۔ اب انور پاشا سلطنت کے سب سے بڑے جنگی عہدے پر فائز تھے۔

انہوں نے فوج میں اصلاحات کے احکام نافذ کیئے۔ مختلف فوجی چھاؤنیوں کا معائنہ کیا۔ اور اپنی تمام کوششیں صرف اس بات پر صرف کرنے لگے۔ کہ ملک اور قوم کو اسی عروج پر پہنچا ئیں۔ جو اسے کسی زمانہ میں حاصل تھا۔

جنگ یورپ :- اس وقت یورپ کے آسمانِ سیاست پر سیاہ بادل چھا رہے تھے۔ دنیا ایک خوفناک جنگ میں شامل ہونے کے لیئے تیار تھی۔ بڑے بڑے مدبر حیران تھے۔ کہ آنے والی مصیبتوں کا مقابلہ کس طرح کیا جائے۔ دولِ یورپ چپکے چپکے جنگی تیاریوں میں مشغول تھے۔

ترک اگرچہ جنگِ بلقان کے تھکے ما رے تھے لیکن وہ بھی اپنی کوششوں میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ آخر ۴ر اگست ۱۹۱۴ء کو یورپ میں ایک مہیب جنگ چھڑ گئی۔ مگر ترکی کچھ مدت غیر جانبدار رہا۔

انور پاشا کے ہم جلیس وزراء اور انجمن اتحاد و ترقی کے اکثر ارکان اس بات کے مخالف تھے۔ کہ ترکی جنگ میں حصہ لے۔ مگر انور پاشا جنگ کرنا چاہتے تھے۔ اس پر مندرجہ ذیل امور انور پاشا کے مؤید ثابت ہوئے۔ اور ترکی کو چار و ناچار دولِ متحدہ سے تعلقات قطع کر کے میدانِ جنگ میں اترنا پڑا۔

۱۔ جنگ طرابلس کے میدان میں ترکی عساکر کو اٹلی کے مقابلہ پر جانے سے روکنے کے باعث احرار ترک برطانیہ سے سخت بد دل تھے۔

۲۔ جنگ بلقان سے فارغ ہونے کے بعد ترکوں نے کمزوری کے ارتفاع کی غرض سے برطانیہ کے ایک کارخانے کو دو ڈریڈ ناٹ تیار کرنے کی فرمائش بھیج رکھی تھی۔ ۱۹۱۴ء میں جنگ شروع ہوئی۔ تو حکومت برطانیہ نے ترکی کے یہ دو نو جہاز اپنی ضروریات کے لیئے روک

لئے۔ اور رؤف پاشا کو معہ اپنے عملہ کے لندن سے ناکام واپس آنا پڑا۔

۳۔ جرمنی نے جو مشرق وسطےٰ میں اپنا حلیف ڈھونڈ رہا تھا۔ اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنے دو جنگی جہازوں کو ترکی کے حوالے کردیا۔ اور ترکوں کو جرمنی کی طرفداری کا فیصلہ کرنا پڑا۔

ان مجبوریوں اور انور پاشا کی زبردست شخصیت کے زیر اثر ترک جنگ میں کود پڑے۔ اور خلیفۃ المسلمین نے اعلان کردیا۔ کہ "ہم اس لئے لڑائی میں شامل ہو رہے ہیں۔ کہ اپنی حفاظت کے لئے جدوجہد کریں۔ اور اگر مرنا مقدر ہو چکا ہے تو بیٹھے بٹھلائے نہ مریں۔ بلکہ مردانہ وار میدان میں جان دیں۔"

انور پاشا کی حاضری مدینہ منورہ میں :۔ چونکہ جنگ کی تمام و کمال ذمہ داری انور پاشا کے سر تھی۔ اس لئے انور پاشا مرکز کی حفاظت کے علاوہ ہر موقعہ پر پہنچتے۔ اور حالات کو بچشم خود دیکھتے۔ جب مدینہ میں جنگی محاذ کے ملاحظہ سے فراغت حاصل کی۔ تو آپ کو مدینہ منورہ کی حاضری کا خیال آیا۔ غازی جمال پاشا جن کے سپرد محاذ جنوبی و غربی یعنی میدان سویز سینا حجاز وغیرہ تھا۔ انور پاشا کے ہمراہ ایک سپیشل ٹرین کے ذریعہ بروز جمعہ تقریباً دس بجے مدینہ منورہ پہنچے۔

شہر کی آرائش قابل دید تھی۔ اسٹیشن پر مرد و حضرات کا شاندار استقبال کیا گیا۔ سرکاری طور پر بھی ان کی تشریف آوری نہایت اہم تھی۔

سپیشل ٹرین جس وقت اسٹیشن پر پہنچی۔ اسٹیشن آدمیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ہر ایک کی یہی خواہش تھی۔ کہ انور پاشا کو دیکھے۔ مگر انور پاشا سادے لباس میں ملبوس خاموش نظر آتے تھے۔ جمال پاشا اپنی پوری وردی میں ہمراہ تھے۔ بلدیہ کی طرف سے ایڈریس پیش ہوئے آپ نے جوابی تقریر فرمائی۔ گورنر مدینہ فخری بے کی طرف سے درخواست کی گئی۔ کہ سواری موجود ہے۔ مگر انور پاشا نے انکار کردیا۔ کہ ہم پیدل عاجزانہ نبی کریم کے روضہ شریف پر حاضری دینگے آخر اس ہجوم نے ایک جلوس کی صورت اختیار کرلی۔ انور پاشا کی پرنم آنکھیں زمین کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ اور عجیب انکسار کے ساتھ خراماں خراماں چل رہے تھے۔ اسی حالت میں

باب السلام پہنچے۔ اور حاضری آستانہ سے فارغ ہوئے۔ دوسرے دن علمائے مدینہ کو دعوت دی گئی اور ہر دو اصحاب نے علماء سے مصافحہ کیا۔ مسکینوں غریبوں کو ہزار ہا روپیہ تقسیم کیا گیا علمائے کرام کو نذریں پیش کی گئیں۔ شریف حسین نے وفادار رہنے کا یقین دلایا۔ اور ترکی کی ہر ممکن امداد کا وعدہ کیا۔ آخر چوبیس گھنٹے کے قیام کے بعد انور پاشا اور جمال پاشا اپنی مہم میں کامیاب مدینہ منورہ سے تشریف لے گئے۔

جن امیدوں پر جنگ کی گئی تھی۔ دنیا جانتی ہے کہ ترکی سلطنت کو افسوسناک طور پر نہ صرف ان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ بلکہ اس منحوس جنگ میں ان کا بہت سا علاقہ اتحادیوں کے قبضہ میں آگیا۔

وزارت سے استعفیٰ:۔ ان حالات کو دیکھ کر غازی انور پاشا اکتوبر ۱۹۱۹ء کو وزارتِ جنگ کے عہدے سے مستعفی ہو کر ترکی سے نکل گئے۔

قیام ترکستان:۔ ترکی سے نکلنے کے بعد آپ مختلف مقامات کی سیاحت کرتے ہوئے سمرقند پہنچے۔ اور امیر تیمور کے مزار پر حاضری دی۔ اہل شہر نے ــــــ آپ کی تشریف آوری پر عقیدت وارادت کا اظہار کیا۔ ترکستان (بخارا) میں اس وقت نئی جمہوریت قائم ہوئی تھی۔ اس نے آپ کو ایک معزز عہدہ پر مقرر کر کے قومی سرخ فوج کی تنظیم آپ کے سپرد کی۔ آپ نے عثمان خرزائی صدر جمہوریت بخارا کی اعانت سے عالمگیر اتحاد اسلامی کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔

نوری پاشا:۔ انور پاشا کے برادر خورد نوری پاشا اتحادیوں کے قبضہ کے وقت قسطنطنیہ میں مقیم تھے۔ انہیں بعض دیگر اعیانِ حکومت کے ساتھ گرفتار کر کے باطوم میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ وہ دو ماہ کی لگاتار کوششوں کے بعد وہاں سے بھاگ نکلے اور بخارا آ کر غازی ممدوح کی جدوجہد میں شریک ہو گئے۔

صدارتِ جمہوریت:۔ کچھ مدت بعد ترکستان کی آزادی کا مسئلہ پیش ہوا تو آپ بالشویک حکومت کے خلاف ہو گئے جس کا نتیجہ اعلانِ جنگ کی صورت میں ہوا آخر دس ماہ کی مسلسل ومتواتر جنگ کے بعد بالشویکوں نے انور پاشا کے مطالبۂ آزادی ء

ترکستان"کو تسلیم کر لیا۔ اس شاندار فتح نے آپ کو اور ہر دلعزیز بنا دیا۔ امیر سنجارا نے آپ کو سپہ سالار اسلام کا خطاب دیا۔ اور آپ بلا مقابلہ جمہوریت ترکستان کے صدر منتخب ہو گئے

مخالفت کا طوفان:۔ آپ کے روز افزوں عروج اور حیرت انگیز کامیابیوں نے آپ کے حریف بھی پیدا کر دیئے۔ باسماچی فوجوں کے لیڈر ابراہیم بیگ کو انور پاشا کے عروج سے بے حد رنج پہنچا۔ اور اس نے امیر سنجارا کے کان بھرنے شروع کئے۔ حسد نے باہمی اتحاد کی جڑیں کاٹنی شروع کر دیں۔

امیر سنجارا پر جادو چل گیا۔ اس نے انور پاشا کو لکھا۔ کہ ابراہیم کو تمہاری اطاعت کا حکم دے دیا گیا ہے اور ابراہیم کو خفیہ لکھ دیا کہ"انور کی نگرانی رکھو۔ اور ان کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے کی کوشش کرو"۔ اس کشمکش کا نتیجہ آخر علانیہ جھگڑے کی صورت میں رونما ہوا۔ اور انور پاشا نے ابراہیم بیگ کو گرفتار کر کے پانچ دن تک قید رکھا۔ لیکن بعد میں اسے چھوڑ دیا۔

روس سے جنگ:۔ اگرچہ بالشویکوں نے ترکستان کی آزادی کو تسلیم کر لیا تھا۔ مگر وہ انور پاشا کی تحریک عالمگیر اتحاد اسلامی کو کسی صورت برداشت نہ کر سکتے تھے آخر"مسلمانان عالم متحد ہو جاؤ"کے نعرہ سے"دنیا کے مزدور و متحد ہو جاؤ"کا نعرہ ٹکرایا۔ انور پاشا نے ابراہیم بیگ اور دیگر باسماچی سرداروں کو اتحاد اسلام پر جمع کر کے بالشویکوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ دلوں میں نفاق کے جراثیم پرورش پا رہے تھے۔ عین جنگ کے وقت ابراہیم بیگ اپنی فوج کو لے کر الگ ہو گیا۔ انور کو پسپا ہونا پڑا۔ یہ حالت دیکھ کر ایک اور باسماچی سردار فیض اللہ نے بھی علیحدگی اختیار کر لی۔ اور انور پاشا تنہا رہ گئے۔ لیکن اسلام کے اس شیر نے ہمت نہیں ہاری۔ کلیاب پہنچ کر فوج کی از سر نو تنظیم شروع کی۔ وہاں سے ۴ اگست ۱۹۲۲ء کو بلجوان اور خوا النگ کی پہاڑیوں میں پہنچ کر چند بااثر سرداروں اور وفادار ساتھیوں کو اکٹھا کر کے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ افغانستان کی سرحد قریب تھی۔ آپ کا ارادہ تھا۔ کہ غازی امان اللہ خاں سے مل کر انہیں بھی عالمگیر اتحاد اسلامی تحریک میں شامل کر لیا جائے۔ مگر بالشویکی فوجیں اچانک آ پہنچیں آپ نے اپنے ساتھیوں کے

سامنے ایک فصیح و بلیغ تقریر کی۔ اور بالشویکوں پر حملہ کر دیا۔

شہادت :- ایک بجلی سی چمکی اور سرخ فوج نے کاٹنا شروع کر دیا۔ اسلامی فوج نے کبھی اپنے سردار کا ساتھ دیا۔ انور پاشا نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے۔ آپ کا وجیہہ چہرہ اور فوجی وردی آپ کو اپنے سرداروں سے ممتاز کر رہے تھے۔ آپ آخر وقت تک نہایت دلیری سے لڑتے رہے۔ لیکن خدائی حکم آپہنچا تھا۔ آپ کا نام شہیدوں کی فہرست میں تحریر ہو چکا تھا۔ لڑائی کا پانسہ آپ کے خلاف پڑا۔ جنگ کے اختتام پر آپ کی لاش زخمی گھوڑے کے پاس گولیوں سے چھلنی پڑی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

۲۱ ؍ اگست کو آپ کی شہادت کی اطلاع شائع ہوئی۔ عالم اسلام نے اس ہوش ربا خبر کو نہایت حسرت و اندوہ کے ساتھ سنا۔ عرب کے بعض اخبارات نے انور پاشا کی خبر شہادت کو دشمنوں کی اڑائی ہوئی خبر بتا ئی۔ تا کہ "فتی العرب" کے حوالہ سے ہندوستان کے اخبارات نے شائع کر دیا۔ کہ موصوف زندہ ہیں۔ اور بالشویکوں کے ساتھ مصروف پیکار ہیں۔ یہ مسرت انگیز اطلاع موصول ہونے پر تمام ہندوستان میں چراغاں کر کے اس سچی عقیدت کا ثبوت دیا گیا۔ جو ہندوستانی مسلمانوں کو ممدوح سے ہے۔

لیکن ۲۲ ؍ اپریل ۱۹۲۳ء کو علی بے نائب غازی انور پاشا کا ایک مکتوب ہندوستان کے مختلف اخبارات میں شائع ہوا۔ جس میں ممدوح نے سرکاری طور پر انور پاشا کی شہادت کی تصدیق کی۔

آخری یادگار :- تاشقند کے عجائب خانہ میں آپ کی ذاتی چیزیں بطور یادگار آج تک محفوظ ہیں۔

غازی انور پاشا کا آخری مکتوب :- غازی انور پاشا نے اپنی شہادت سے ایک دن پیشتر مندرجہ ذیل خط اپنی زوجہ محترمہ شہزادی نجیبہ سلطانہ کے نام روانہ کیا تھا۔ اور انہوں نے اسے ترکی اخبارات میں شائع کرا دیا۔ اس خط کے ایک ایک لفظ سے مرحوم کے دلی جذبات، ذوقِ شہادت اور غازی مصطفٰے کمال پاشا سے تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔

"میری رفیقۂ حیات اور سرمایۂ عیش و مسرت پیاری نجیبہ! خدا ئے بزرگ و برتر تمہارا

نگہبان ہے۔ تمہارا آخری خط اس وقت میرے سامنے ہے۔ یقین رکھو تمہارا یہ خط ہمیشہ میرے سینے سے لگا رہے گا۔ تمہاری صورت تو دیکھ نہیں سکتا۔ مگر خط کی سطروں اور حرفوں میں تمہاری انگلیاں حرکت کرتی نظر آ رہی ہیں۔ وہ انگلیاں جو کبھی میرے بالوں سے کھیلا کرتی تھیں۔ خیمے کے اس دھندلکے میں کبھی کبھی تمہاری پیاری صورت میری نگاہوں میں پھر جاتی ہے۔

آہ! تم لکھتی ہو کہ میں تمہیں بھول بیٹھا ہوں۔ اور تمہاری محبت کی کچھ پروا نہیں کی۔ تم کہتی ہو کہ میں تمہارا محبت بھرا دل توڑ کر اس دور افتادہ مقام میں آگ اور خون سے کھیل رہا ہوں۔ اور ذرا پروا نہیں کرتا۔ کہ ایک عورت میرے فراق میں رات بھر تارے گنتی رہتی ہے۔ تم کہتی ہو کہ تمہیں جنگ سے محبت ہے۔ اور تلوار سے عشق۔ لیکن آہ! پیاری!! یہ لکھتے وقت تم نے بالکل نہ سوچا۔ کہ تمہارے یہ لفظ جو یقیناً سچی محبت نے لکھوائے ہیں۔ میرے دل کا کس طرح خون کر ڈالیں گے میں تمہیں کس طرح یقین دلا سکتا ہوں کہ دنیا میں مجھے تم سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔ تم ہی میری تمام محبتوں کا منتہا ہو۔ میں نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی۔ لیکن ایک تم ہی ہو۔ جس نے میرا دل مجھ سے چھین لیا ہے۔ پھر میں تم سے جدا کیوں ہوں؟

راحت جاں! یہ سوال تم بجا طور پر کر سکتی ہو۔ سنو! میں تم سے اس لئے جدا نہیں ہوں۔ کہ مال و دولت کا طالب ہوں۔ اس لئے بھی جدا نہیں ہوں کہ اپنے لئے ایک تختِ شاہی قائم کر رہا ہوں۔ جیسا کہ میرے دشمنوں نے مشہور کر رکھا ہے میں تم سے صرف اس لئے جدا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا فرض مجھے یہاں کھینچ لایا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی فرض نہیں۔ یہی وہ فرض ہے جس کی ادائیگی کی نیت ہی انسان کو فردوسِ بریں کا مستحق بنا دیتی ہے۔ الحمد للہ! کہ میں اس فرض کی محض نیت ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ اسے عملاً انجام دے رہا ہوں۔ تمہاری جدائی ہر وقت میرے دل پر آرے چلایا کرتی ہے۔ لیکن میں اس جدائی سے بے حد خوش ہوں۔ کیونکہ تمہاری محبت ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو میرے عزم و ارادہ کے لئے

سب سے بڑی آزمائش ہوسکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ میں اس آزمائش میں پورا اترا۔ اور اللہ کی محبت اور حکم کو اپنی محبت اور نفس پر مقدم رکھنے میں کامیاب ہوگیا۔ تمہیں بھی خوش ہونا اور خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ کہ تمہارا شوہر اتنا مضبوط ایمان رکھتا ہے۔ کہ خود تمہاری محبت کو بھی اللہ کی محبت پر قربان کر سکتا ہے۔

تم پر تلوار سے جہاد فرض نہیں لیکن تم بھی فرضِ جہاد سے مستثنیٰ نہیں ہو۔ کوئی مسلمان، مرد ہو یا عورت، جہاد سے مستثنیٰ نہیں ہے تمہارا جہاد یہ ہے۔ کہ تم بھی اپنے نفس و محبت پر محبتِ خدا کو مقدم رکھو۔ اپنے شوہر کے ساتھ حقیقی محبت کے رشتے کو اور بھی مضبوط کرو۔ دیکھو! یہ دعا ہرگز نہ مانگنا کہ تمہارا شوہر میدانِ جہاد سے کسی طرح صحیح وسلامت تمہارے آغوشِ محبت میں واپس آجائے۔ یہ دعا خود غرضی کی دعا ہوگی۔ اور خدا کو پسند نہ آئے گی۔ البتہ یہ دعا کرتی رہو۔ کہ اللہ تعالےٰ تمہارے شوہر کا جہاد قبول فرمائے۔ اسے کامیابی کے ساتھ واپس لائے۔ ورنہ جامِ شہادت اس کے لبوں سے لگائے وہ لب جو تم جانتی ہو شراب سے کبھی ناپاک نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ تلاوت و ذکرِ الٰہی سے سرشار رہے ہیں۔ پیاری بنجیہ! آہ وہ ساعت کیسی مبارک ہوگی۔ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں یہ سر جسے تم خوبصورت بتایا کرتی تھیں تن سے جدا ہوگا۔ وہ تن جو تمہاری محبت کی نگاہوں میں سپاہیوں کا نہیں نازنینوں کا سا ہے۔

آہ! میری جان کی وارث مالک بنجیہ! تو خوب جانتی ہو کہ خدا کی خوشنودی اور رضا کا مجھے کس قدر شوق ہے۔

انور کی سب سے بڑی آرزو یہ ہو کہ شہید ہو جائے اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ اس کا حشر ہو دنیا چند روزہ ہے۔ موت یقینی ہے۔ پھر موت سے ڈرنا کیسا؟

جب موت آنے ہی والی ہے۔ تو پھر آدمی بستر پڑے پڑے کیوں مرے۔ شہادت کی موت موت نہیں زندگی ہے۔ لازوال زندگی۔

بنجیہ! میری وصیت سن لو۔ اگر میں شہید ہو جاؤں۔ تو تم اپنے دیور نوری پاشا سے شادی کر لینا۔ تمہارے بعد مجھے سب سے عزیز نوری ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے سفرِ آخرت کے بعد

وہ زندگی بھر وفاداری سے تمہاری خدمت کرتا رہے۔ میری دوسری وصیت یہ ہے کہ تمہاری جتنی بھی اولاد ہو سب کو میری زندگی کے حالات سنانا اور سب کو میدان جہاد میں اسلام و وطن کی خدمت کے لئے بھیجنا۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یاد رکھو جنت میں تم کو وہ حصہ ملے گا۔

میری تیسری وصیت یہ ہے کہ مصطفٰی کمال پاشا کی ہمیشہ خیر خواہ رہنا اور ان کی مدد کرتی رہنا کیونکہ اس وقت وطن کی نجات خدا نے ان کے ہاتھ میں رکھ دی ہے۔ اچھا پیاری رخصت! نہ معلوم کیوں میرا دل کہتا ہے کہ اس خط کے بعد تم مجھے کبھی نہ دیکھ سکو گی۔ کیا عجب ہے کہ کل ہی شہید ہو جاؤں۔ دیکھو صبر کرنا۔ میری شہادت پر غم کرنے کی بجائے خوشی کرنا کہ میرا اللہ کی راہ میں کام آجانا تمہارے لئے باعث فخر ہے

تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں اور اپنے تمام خیالات میں تمہیں گلے لگاتا ہوا۔ انشاء اللہ جنت میں ملیں گے اور پھر کبھی جدا نہ ہوں گے۔

تمہارا انور

غازی انور پاشا اور غازی مصطفٰی کمال پاشا:۔ مادر ترکی کے ان ہر دو نامور فرزندوں کے متعلق انگریزی اخبارات نے نہایت شد و مد کے ساتھ فرضی منافقتات اور باہمی نفاق کے من گھڑت واقعات شائع کئے جن کی آڑ میں اپنی قومی اغراض کی تبلیغ و اشاعت مقصود تھی اور بس!

غازی طلعت پاشا کی یادداشت:۔ طلعت پاشا مرحوم نے جنگ عظیم کے دوران میں اپنی یادداشتیں برلن سے شائع کی تھیں۔ ان یادداشتوں سے نہ صرف انور و کمال کے باہمی اعتماد و تعلقات کا پتہ چلتا ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے علاوہ عصمت پاشا، فتحی پاشا[۱]

۱۔ فتحی پاشا ترکی فوج کے ایک افسر تھے۔ اور دو سال تک برلن کے سفارت خانہ میں فوجی اتاشی رہے ہیں پھر انہوں نے ترقی کی اور ملٹری اتاشی بنائے گئے پھر اس کے بعد صوفیہ میں سفیر مقرر ہوئے۔ اور طلعت پاشا کی وزارت کے زمانہ میں آپ وزیر داخلہ بنائے گئے۔ آپ جس زمانہ میں صوفیہ میں سفارت کے فرائض انجام دیتے تھے اس وقت غازی مصطفٰی کمال پاشا آپ کے فوجی اتاشی تھے۔ چنانچہ دونوں کی ملاقات صوفیہ میں ہوئی جہاں انکے منصوبہ

جمال پاشا سب کے سب سیاسی معاملات میں متفق تھے طلعت پاشا لکھتے ہیں:۔

"میرے دوست انور پاشا نے قیام حلب کے زمانے میں ارادہ کیا کہ مصطفےٰ کمال پاشا کو امداد کریں کہ فوج مرتب کر کے ایک دفعہ پھر دشمن پر حملہ کریں۔ جب کمال پاشا کو اس خیال کا علم ہوا۔ تو وہ بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم اپنی منتشر قوت کو نا طولیہ یا مع کر یہ رائے نہایت معقول تھی۔ چنانچہ یہ قرار پایا کہ انجمن اتحاد و ترقی کا نام بدل کر جمعیتہ وطنیہ رکھا جائے تاکہ اس میں ہر خیال و ہر طبقہ کے لوگ شامل ہو سکیں۔ مذہبیات سے قطع نظر کر کے ہم نے اپنی انجمن کا مقصد یہ رکھا کہ ترکی ترکوں کے لئے ہے۔"

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی خدمت میں پیغام تہنیت:۔ غازی انور پاشا نے مصطفےٰ کمال پاشا کی خدمت میں فتح سمرنا کے موقع پر مندرجہ ذیل مکتوب ارسال کیا تھا جس سے جانبین کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے:۔

"اگرچہ میں اس وقت ترکی کی خدمت سے محروم ہوں اور اس کے لئے اس وقت کوئی خدمت نہیں کر رہا۔ لیکن میں اب بھی افتخار یہ کہتا ہوں کہ آج افواج ترکیہ کی وہ شخص سپہ سالاری کر رہا ہے جس پر مشرق کا ہر کرہ صحیح طور پر فخر و ناز کر سکتا ہے۔ میں صمیم قلب سے آپ کو اس مبارک فتح پر میرے ذریعہ سے انتہائی مسرت کا اظہار کرتی ہیں۔ انور"

غازی انور پاشا سے ملاقات:۔ بالشویک حکومت کے نیم سرکاری اخبار ریڈی وستوا کا نمایندہ خصوصی جمہوریت ترکستان کے صدر غازی انور پاشا کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ غازی موصوف اس وقت سیاحت سمرقند کے واسطے تشریف لے جا رہے تھے۔

دونوں فوجی افسروں کی حیثیت میں تھے۔ اس وقت سے دونوں ایک دوسرے کے مخلص دوست بن گئے فتحی بے کو بھی رؤف بے کی طرح گرفتار کر کے مالٹا بھیج دیا گیا تھا مالٹا میں آپ انگریزی زبان سیکھی اور اس میں خوب استعداد پیدا کی مالٹا سے رہا ہو کر آئے تو آپ انگورہ چلے گئے اور نہایت قابلیت کے انگورہ میں وزارت داخلیہ کے فرائض انجام دیتے رہے اگست سنہ ۱۹۲۲ء میں آپ حکومت انگورہ کے مطالبات پیش کرنے کیلئے لندن تشریف لائے تھے مگر یہاں آپ کو کامیابی نہ ہوئی سنہ ۱۹۳۶ء تک آپ جمہوریہ ترکیہ کی جانب سے ترکی سفیر لندن کی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۹ سال ہے۔

نامہ نگار مذکور لکھتا ہے:۔

"میری حاضری کے وقت دفتر میں غازی موصوف کے ہمراہ اور بھی اکثر ممتاز ہستیاں تھیں۔ جب غازی موصوف کمرے میں داخل ہوئے۔ تو وہ سب تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے۔ اس وقت ان کے چہروں پر غازی موصوف کے دلی احترام کے آثار نمایاں تھے۔ آپ کے ہمراہی افسر جو عموماً تعلیم یافتہ ہیں۔ ترک یا اہل آذربائیجان یا تعلیم یافتہ روسی مسلمان ہیں۔"

"میں نے غازی انور پاشا کو پہلے بھی کئی مرتبہ دیکھا۔ لیکن اس مرتبہ ان کو فوراً شناخت نہیں کر سکا۔ کیونکہ مدت دراز تک میدان کارزار میں رہنے سے ان کے رنگ میں ایک گونہ تبدیلی پیدا ہوگئی ہے۔ نیز اب اُن کی ڈاڑھی بھی لمبی ہے۔ جس میں اکثر سفید بال آگئے ہیں۔"

غازی موصوف کی مصروفیت:۔ "غازی انور پاشا ملاقات کے وقت فوجی چوغہ اور سواری کا لمبا کوٹ پہنتے ہیں۔ آپ کی میز سے بے شمار آلات پیغام رسانی کا الحاق تھا۔ میز پر تحریر کا سامان آراستہ تھا۔ غازی موصوف کی رونق افروزی کے بعد فوج کا ترکی کرنیل ترکستان کی فوجی کونسل کا ممبر زہہت بے آپ کے پاس آئے۔ اور کچھ گفتگو کرنے کے لئے قریب بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد غازی موصوف اٹھے۔ اور انہوں نے اپنے آلات حرب کھولے اور انہیں ایک میز پر رکھ دیا۔ ایک دوسری میز پر ترکی، انگریزی اور دیگر اخبارات رکھے ہوئے تھے۔"

"اس کام سے فراغت ہو جانے کے بعد ان کے ایک ایڈیکانگ نے مجھے ملاقات کے لئے بڑھنے کا حکم دیا۔ میں نے سامنے پہنچ کر سلام کیا۔ اور ان کے قریب بیٹھ گیا۔ میں نے اس باریابی پر ان کی عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ پھر میرے سوال پر غازی موصوف نے فرمایا:۔

"میں نمائندگان اخبارات سے ملاقات کرنے سے انکار نہیں کرتا۔ بشرطیکہ مجھے یقین دلایا جائے کہ وہ میرے خیالات کو صحیح الفاظ میں شائع کریں گے۔ شروع میں بعض روسی اخبارات نے میرے مفہوم اور میرے خیالات کو غلط اور مبالغہ کے ساتھ شائع کیا تھا جس کی مجھے

اس میں تردید کرنی پڑی تھی۔"

مذہب پرستی:۔ "میں کسی پُر اسرار سلطنت کا حکمران نہیں ہوں۔ بلکہ میں صرف اپنے مذہب کی مدد کر رہا ہوں۔ اور اپنے بھائیوں کو معاملہ فہمی میں امداد دے رہا ہوں۔ میرا اس معاملہ میں کوئی راز نہیں ہے۔"

انگورہ گورنمنٹ کی اعانت کا اعتراف:۔ "گورنمنٹ انگورہ نے ترکستان کی آزادی کو بخوشی تسلیم کیا ہے۔ اور حکومت انگورہ ہر طرح سے ہماری ممدو معاون ہے۔ افغانستان بھی ہمارا حامی ہے۔"

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی خدمات انور پاشا کی نظر میں:۔ نامہ نگار کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا:۔

"حقیقت یہ ہے کہ نپولین کے اس مقولے کو کہ لفظ ناممکن بیوقوفوں کی لغت میں ملتا ہے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے عملی طور پر ثابت کر کے دکھایا۔ کہ مردوں کی ہمت کے سامنے کوئی امر ناممکن نہیں۔ کیونکہ جو کچھ اب تک غازی موصوف نے کیا ہے۔ وہ معجزہ سے کم نہیں۔ انگورہ کی سرگرمی تمام مشرق اور اسلام کی سرگرمی ہے۔"

انور پاشا کا مقصد:۔ "اس تحریک کو مغرب کے جاہ پسندوں نے غلط سمجھا ہے ہم بلا تمیز قوم و نسل تمام دنیائے اسلام میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اس وقت اسلامی دنیا کی آزادی کی کوشش کر رہے ہیں مسلمانوں کا نظام تسبیح کے بکھرے ہوئے دانوں کی طرح منتشر ہے۔ ہمارا فرض اول اپنے شیرازہ کو مضبوط بنانا ہے۔ ایشیا اور اسلامی دنیا ایک ہی بات ہے۔ پس ہم تمام ایشیا میں اتحاد پیدا کریں گے جس سے ہم اپنے پیروں پہ کھڑے ہو سکیں گے۔"

شہزادہ سعید حلیم پاشا

ابتدائی حالات:۔ مصر کے مشہور فاضلی، خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ یہ خاندان "خدیوی خاندان" سے نسبت قریبہ رکھتا تھا۔ آپ کے والد محترم بے حد روشن خیال اور آزاد منش تھے "انقلابِ ترکی" کی تاسیس میں انہوں نے نمایاں حصہ لیا تھا۔ اور اپنی انہیں سرگرمیوں کے باعث عمر کا بیشتر حصہ جلا وطنی میں بسر کیا۔

تعلیم:۔ سعید حلیم پاشا نے بھی جدید مغربی تعلیم پائی۔ ایک طویل عرصہ تک وہ فرانس اور جرمنی میں اقامت پذیر رہے لیکن اسلامی اور مشرقی طرزِ خیالات کا دامن نہ چھوڑا ایک صحیح الخیال خوش عقیدہ اور اسلامی گھرانے میں پرورش پانے کے باعث انہیں اسلام اور اسلامی روایات سے بے حد محبت تھی۔ عربی اور فارسی میں انہیں مہارتِ تامہ حاصل تھی۔ اسی طرح جرمن اور فرانسیسی کے بھی فاضلِ جیّد اور عالم متبحر تھے۔ ان تمام زبانوں میں وہ تقریر کر سکتے تھے! اور اعلیٰ درجہ کے انشاء پردازوں کی طرح مقالات تحریر فرما سکتے تھے جرمن اور فرانسیسی، جرائد میں ان کے مقالات اکثر شائع ہوتے رہتے تھے۔ ان کے آخری مقالے کا موضوع "خدا کی بادشاہت" تھا۔ جو اُن کی موت سے چند دن بعد فرانسیسی اخبار "اوریان۔ ایلے کسی وان" نے شائع کیا۔

اخلاق و عادات:۔ شہزادہ حلیم پاشا نہایت خاموش، سادہ منش، خوش اخلاق اور متواضع شخص تھے۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ ورثہ میں انہیں اتنی دولت نصیب ہوئی تھی۔ کہ وہ اپنی مستعار زندگی کو نہایت عیش و عشرت سے بسر کر سکتے تھے لیکن روشن خیالی اور آزادی کی تڑپ انہیں بھی حکومت سے نکال لائی۔ اور اس طرح مصر کا یہ وجیہہ شہزادہ بھی ترکی اور مصری قومی تحریکات کا روحِ رواں بنا وہ بے حد جری اور دلیر واقع ہوئے تھے۔ محمود شوکت پاشا کی شہادت کے بعد انہیں وزیرِ اعظم بنا دیا گیا۔ اس وقت کسی شخص کو وزیر بننے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ کیونکہ قتل کا خدشہ ہر وقت دامنگیر رہتا تھا۔

مولانا امارہ ادیب ترک محمد علی بیگ ال رقمطراز ہیں :۔

"دراصل زمانہ میں مجھے شہزادہ حلیم پاشا سے ربط و ضبط کا موقع ملا۔ اور انہیں تسدیق کرسکتا ہوں کہ انہیں قتل کئے امکان سے ذرا بھی ہراس نہ تھا۔ وہ بےمثل بہادر تھے ان کے سادہ اطوار اور شیریں گفتار سے ان کے بےمثل سیاستدان دماغ کا بمشکل اندازہ ہو سکتا تھا۔ ان کے آئینہ دماغ میں ایک صحیح اسلامی حکومت کا تصور و تخیل بسا ہوا تھا۔ اور ترکی و مصر میں ایسی حکومتوں کے قیام کی انہیں بے حد آرزو تھی۔ یورپ اور یورپ کی اندھا دھند تقلید سے انہیں بےحد نفرت تھی۔ اور وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ اسلام اور یورپ کا کس طرح اتحاد ہو سکتا ہے۔ جبکہ ان کا خدا رسول قبلہ اور کلچر تک جدا ہیں اس عقیدے کی ترویج کے لئے انہوں نے کئی مقالات لکھے۔ ایک کتاب "اسلام اشتمعی" نامی ترکی زبان میں تصنیف کی۔ جسے بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ عربی، فارسی اور روسی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا۔ اور اس کے مطالعہ سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک عجیب قسم کی انقلابی آگ بھڑک اٹھی"۔

قومی سرگرمیاں :۔ جذبہ حب وطن اور آزادی کی غیر فانی تڑپ انہیں اپنے مجاہد باپ سے ورثہ میں ملی تھی۔ ترکی اور مصر کی قومی تحریکات سے انہیں بےحد شغف و انہماک تھا۔ وہ ترکی انقلاب ۱۹۰۸ء کے حامیوں میں سے تھے۔ اور ان کے جذبۂ قومی کی پختگی اور شدت عزم کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ ۱۹۱۲ء میں جب ترکی نوجوان ترکوں کے ہاتھ سے حکمرانی اقتدار چھن گئی۔ اور ادنیٰ طبقے کا ہر فرد آنکھیں چرانے لگا۔ تو ایسے نازک وقت میں بھی انہوں نے مجلس اتحاد و ترقی سے علیحدگی گوارا نہ کی۔ اور جب انہیں لیڈر منتخب کیا گیا تو جماعت کے اس فیصلے کے روبرو سر تسلیم خم کر دیا۔

ملکی خدمات :۔ جنوری ۱۹۱۳ء کے انقلاب کے بعد۔ وزیر خارجہ اور پھر محمود شوکت پاشا کی شہادت کے بعد صدر اعظم مقرر ہوئے لیکن ان کے اوصاف حمیدہ نرم دلی قدم قدم پر سد راہ ہوئی۔ اور آخر کار دسمبر ۱۹۱۵ء میں انہوں نے وزارت خارجہ کا منصب خلیل بے کے حوالے کر دیا۔ اور پھر خرابی صحت کے باعث صدر اعظم کے جلیل القدر عہدے کو بھی طلعت پاشا کے

سپرد کر دیا۔

جلاوطنی:۔ استنبول جب انگریزوں کی عملداری میں آیا۔ تو انہوں نے شہزادہ مرحوم کو گرفتار کر کے مالٹا میں جلا وطن کر دیا۔ انہی دنوں شیخ الہند مولانا محمود الحسن مع مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا عزیر گل بھی مالٹا میں نظر بند تھے شہزادہ حلیم پاشا اکثر اوقات ان بزرگوں سے ملتے۔ مذہبی امور پر گفتگو رہتی۔ چنانچہ مصیبت کے دن انہیں خوشگوار صحبتوں میں بسر ہو گئے۔ رہائی کے بعد وہ روما تشریف لے گئے۔ لیکن ایک روز شام کے پانچ بجے جب وہ اپنے مکان واقع ویا دس ناگی کے دروازے کے سامنے گاڑی سے اتر رہے تھے۔ ایک بدنہاد آرمن نوجوان نے ٹھیک پیشانی پر فائر کیا۔ گولی لگتے ہی وہ نیچے آ رہے۔ اور جب انہیں اٹھا کر اندر لایا گیا۔ تو روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط

مسلمانوں کے انحطاط کا سبب:۔ شہزادہ موصوف نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "اسلام الشمق" میں جہاں علاقے و حکومت کو اسلامی بنانے کے مسئلے پر سیر حاصل اور پر مغز بحث کی ہے وہاں مسلمانوں کی موجودہ پستی کا سبب حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

> اسلامی دنیا کے موجودہ انحطاط کا سبب یہ ہے۔ کہ اسلامی اصول کی عملی تعبیر غلط یا ناقص طور پر کی گئی ہے پس اس انحطاط کا چارۂ کار بھی یہ ہو گا۔ کہ ان اصولوں سے زیادہ صحت اور دانائی سے کام لیا جائے۔ نہ یہ کہ ہم اپنے انحطاط کا مداوا اس طرز حکومت اور اس طرز تمدن کی نقالی کو قرار دیں۔ جس تمدن نے ان اسلامی اصولوں ہی کو سرے سے باطل اور ناقابل عمل ٹھہرایا ہے "



تصویر متعلقه صفحه 137

غازی رؤف پاشا

"سپہ سالار حمیدیہ"

ابتدائی حالات:۔ آپ محمد مظفر پاشا رکن مجلس بحریہ عثمانی کے فرزند ہیں ۱۸۸۱ء میں بمقام استنبول پیدا ہوئے۔ ان کو ابتداء ہی سے بحریات کا مذاق تھا۔ اور یہی تعلیم انہیں دی گئی۔ ترکی کے علاوہ عربی، اطالوی، فرانسیسی اور انگریزی زبان میں بھی ماہر ہیں۔

خدمات وطن:۔ تکمیل تعلیم کے بعد جہاز مجیدیہ پر متعین ہوئے۔ اور پھر کروزر "شوکت طورغود کامی" میں ترقی پائی اور نہایت گرمجوشی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہے ۱۹۱۱ء میں جزیرہ ساموس کی بغاوت فرو کرنے پر جہاز کی افسری ملی یمن میں عزت پاشا کی مدد کے لئے گئے۔ اور نیک نامی کے ساتھ واپس آئے۔ حربی قابلیت بحریات میں تو ان کی بدیع المثال مہارت کم از کم بلاد مشرق کے لئے سرمایۂ ناز مان لی گئی ہے۔

مدافعت طرابلس:۔ جب اطالیہ نے طرابلس پر حملہ کیا۔ تو وہ وقت تاریخ ترکی میں نہایت نازک تھا۔ لیکن ارباب حکومت نے اپنے طرز عمل سے نہ صرف اٹلی بلکہ دنیا پر ثابت کر دیا کہ باغیرت ترک تحفظ ناموس کی خاطر اپنی عزیز جان تک کی پروا نہیں کرتے جب اطالوی صحرائے طرابلس پر گولہ باری میں مشغول تھے۔ جانبازان حرب و انقلاب اپنے فرائض وطنیہ کو کماحقہٗ ادا کرنے کے لئے جد و جہد کر رہے تھے۔ چنانچہ پیرس سے کرنیل فتحی بے اور دوسرے ترک افسروں نے دیگر مقامات سے سیدھا میدان جنگ کا رُخ کیا۔

طلب اجازت:۔ رؤف بے بھی اپنے وطن دوستانہ جذبات کو ضبط نہ کر سکے اور وزیر جنگ محمود شوکت پاشا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ باوجود اس زمین و آسمان کے فرق کے جو اطالوی اور عثمانی بیڑے میں ہے۔ میری غیرت اس امر کی متقاضی ہے کہ میں بحر ابیض میں نکل کر اطالوی بیڑے کے مقابلہ میں قسمت آزمائی کروں۔ میں جس وقت اپنے

آپ کو مغلوب خیال کر دں گا۔ جہاز سمیت سمندر میں غرق ہو جاؤں گا۔ لیکن دُور اندیش وزارت نے ایک خادم ملت اور عنیور مسلم کو خواہ مخواہ جوکھوں میں ڈالنا نامناسب خیال کیا۔ اور بحیرہ ابیض میں جانے کی اجازت نہ دی۔ ان ہی ایام میں یہ خبر موصول ہوئی۔ کہ غازی انور بے "بن غازی" پہنچ گئے ہیں۔ دوسری طرف مکتبہ حربیہ کے قائد عمر فوزی بک "حلقہ متوسمین" میں داخل ہو گئے۔

مصر میں:۔ محمود شوکت پاشا کو اطلاع ملی۔ کہ ہزاروں سرنگیف ترک اپنے مال و جان سمیت میدانِ کارزار میں نبرد آزمائی کے لئے تیار ہیں۔ دولتِ عثمانیہ کے ذمہ دار افراد نے جس وقت یہ امید افزا حالت دیکھی۔ اپنے جانباز افسروں کو مجاہدین کی زمامِ قیادت ہاتھ میں لینے کے لئے طرابلس روانہ کرنے لگے۔ غازی محمود شوکت پاشا کو خیال پیدا ہوا۔ کہ اس وقت محب وطن رؤف بے سے ضرور کوئی کام لینا چاہئے۔ چنانچہ عمر فوزی بے اور رؤف بے کو فوراً روانگی کے احکام دیئے گئے۔ یہ دونو جانباز مجاہد مصر پہنچے۔ اور غازی انور بے سے ملاقات کی۔ بعد ازاں ہر سہ جلیل القدر افسر لفٹنٹ رجب آفندی کے ساتھ "بن غازی" پہنچنے کے لئے مختلف راستے تلاش کرنے لگے۔ اس جستجو میں راتیں ان ایک کر دیا مگر چند ایام کے بعد غازی انور پاشا مصر چھوڑنے پر مجبور ہوئے کیونکہ پولیس ان کی ٹوہ میں سرگرم تھی۔ اور وہ زیادہ دیر تک روپوش نہ رہ سکتے تھے

رؤف بے اور فوزی بے بہ تبدیل اسماء چند روز تک مصر میں قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد رؤف بے قسطنطنیہ چلے آئے۔ اور عمر فوزی بے مصر میں رہے۔

رسد رسانی:۔ جنگ طرابلس کے موقع پر اطالیوں نے سمندر کے تمام ناکے بند کر رکھے تھے تاکہ ترکی سے کسی قسم کی امداد طرابلس نہ پہنچ سکے۔ مگر رؤف بے کی حیرت انگیز قابلیت نے اس بندش کی ذرا بھی پروا نہ کی۔ اور آستانہ سے مصر تک سامان جنگ برابر پہنچاتے رہے۔ وہاں سے فوزی بک "بنغازی" پہنچا دیتے۔

رؤف بے بارہا نہایت جانبازی کے ساتھ اطالوی بیڑے کے حصار کو عبور کر کے منزل مقصود پر پہنچے۔ ان کا نصب العین ہمیشہ یہی رہتا تھا۔ کہ یا تو میں اپنی جان دے دُوں یا اپنا فرض ادا کردں۔ رؤف بے نے جہاز حمیدیہ میں اپنے لئے جو کمرہ مخصوص کیا تھا۔ وہ ہر وقت بارود سے پُر رہتا

تھا۔ اور رؤف بے ہر وقت اسی خیال میں رہتے تھے۔ کہ اگر اطالویوں نے میرے جہاز کو گرفتار کیا۔ اور تفتیش کے لئے اندر آئے۔ تو میں جہاز کو بھک سے اڑا دوں گا۔ خود شہید ہو جاؤں گا لیکن اطالویوں کو ساتھ لے کر مروں گا کچھ مدت کے بعد حکومت مصر کو ان راستوں کا علم ہو گیا۔ جن سے ضروری سامان طرابلس بھیجا جاتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ فوزی بے کو مصر چھوڑنا پڑا۔

رؤف بے نے مارسلیسا جا کر فوزی بے سے ملاقات کی۔ تاکہ کسی اور طرف سے سامان حرب پہنچانے کا بندوبست کیا جائے۔ مصری حکومت نے عمر فوزی بے کے معاملہ میں تفتیش کی اور دھوکے میں صلاح الدین شریف بک کو گرفتار کر لیا۔

جوئندہ یابندہ۔ ان دونوں فدا کاران ملت کو فوراً ہی دوسرا راستہ مل گیا۔ اور یہ بدستور اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی میں سرگرم ہو گئے۔ ان کا ایک لمحہ بیکار نہ جاتا تھا۔ انہیں راستوں سے غازی انور بے اور دیگر کارکن کئی افسر اپنے اپنے فرائض ادا کرنے کے لئے میدان ہائے کارزار میں پہنچے۔

جنگِ بلقان:۔ بعد ازاں جنگ بلقان چھڑی تو رؤف بے رسد رسانی کے فرض کو چھوڑ کر اپنے اصلی منصب یعنی حمیدیہ کی سپہ سالاری پر آ گئے۔ مگر اس دفعہ اس شیر وغا کو بحیرۂ ابیض میں نکل کر اعداء سے مقابلہ کا موقع نہ ملا۔ حکومت سے درخواست کی کہ مجھ کو بن غازی کی طرح بلقان میں بھی سامان رسد پہنچانے کی اجازت دی جائے۔ اور میرے رفیق محترم فوزی بے کو میری امداد کے لئے بھیجا جائے۔

دشمنوں کے جہاز حمیدیہ سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور ان کے پاس تباہ کن کشتیاں بھی کافی تعداد میں تھیں۔ نیز یونانی جزائر بحیرۂ ایجین اور کریٹ پر قابض تھے۔ یونانی کشتیاں اس جگہ سے کوئی لینی تھیں۔ یہ سب باتیں رؤف بے کے لئے بڑے خطرے کا باعث تھیں۔ یونانی جس ساحل پر حملہ کرتے کامیاب ہو جاتے۔ لیکن مرد غازی رؤف بے نے ذرا بھی پروا نہ کی۔ اور یونانی تباہ کن کشتیوں پر حملہ کر کے انہیں درۂ دانیال کے سامنے سے مار بھگایا۔ اور خود درۂ دانیال سے نکل کر پے در پے دشمنوں پر حملہ آور ہونے لگا۔

جہاز حمیدیہ کے کارنامے:۔ اس مافوق العادۃ اور تعجب خیز کارنامے کا یہ اثر ہوا۔ کہ یونانی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ وہ کئی دفعہ حمیدیہ کا تعاقب کرنے کے لئے بڑھتے۔ مگر کپتان رؤف بے کی ہیبت سے حملہ کی جرأت نہ پڑتی۔ یونانیوں پر حمیدیہ کے نام سے لرزہ پڑ جاتا تھا۔ چنانچہ جب اہل

ہیبرٹ کو جنگ کی تفصیل معلوم ہوئی۔ تو وہ انتہائی دخیزاں اینفسنر کی طرف بھاگ نکلے۔
یونانی حکومت، رعایا کی اس بزدلانہ حرکت سے بڑی متاثر ہوئی۔ اور اس نے شعبہ بحریہ سے اس امر کا مطالبہ کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو۔ جہاز حمیدیہ کو غرق کر دیا جائے۔ لیکن یونان کے بحری افسروں میں سے کسی ایک شخص نے بھی اس کی ذمہ داری نہ لی۔ غرضیکہ رؤف بے کی جلیل القدر خدمات، ان کے جانبازانہ کارنامے، دشمنوں کا سر کچلنے کے لئے روز افزوں کامیاب ہوتے رہے حمیدیہ کے نغمے سندر پرچم کو بحیرۂ اسود ابیض، ایڈریاٹک اور بحیین کے سفر میں توپوں کے دھوئیں نے سیاہ کر دیا تھا۔
جہاز حمیدیہ کی پُر اسرار نقل و حرکت نے دنیا کو محو حیرت کر دیا تھا۔ اس کی زلزلہ اندازی، ناگہاں نمودار ہو جانا، اچانک ظہور، حریفوں کو تہ و بالا کر ڈالنا۔ نظروں سے غائب ہو جانا۔ پھر پہنچنا اور پانی میں آگ لگا دینا۔ پھر دم کے دم اڈیریاٹک میں چلا جانا، یکایک بیروت میں نظر آجانا۔ دن میں بندرگاہ بیروت سے لنگر پار کرنا۔ اور شب کو سواحل یونان پر چھاپا مارنا۔ ابھی ابھی یونان کے جہازوں کو غرق کرنا، دوسرے ہی لحظہ میں بے نشان ہو جانا اور پھر یونان کے سواحل پر نمودار ہو جانا، یہ سارے طلسم دشمنوں کی آنکھوں کو خیرہ کرنے کے لئے کافی تھے۔
حمیدیہ کی تباہ کاریاں:۔ اول اس نے سات باربردار جہازوں کو جن میں فوج اور ذخائر بھرے ہوئے تھے غرق کیا۔ دلیھرمانٹیگرو کے لئے جو جہاز مخصوص تھا۔ اسے تباہ کیا۔ بعد ازاں ایک لنگر والے جہاز کو نشانہ بنایا۔ جس کا وزن چھ سو ٹن تھا۔ سرا میں بارود اور کوئلے کے ایک بہت بڑے ذخیرے کو بھک سے اڑا دیا۔ اور ایک بجلی کے کارخانے کو بالکل تباہ کر دیا۔ عربی فوج کو سامان رسد پہنچانے میں مدد دی۔ وہ ہمیشہ عربی فوج کو اسلحہ اور ذخائر پہنچاتا رہا۔ بحیرۂ ایڈریاٹک میں جس قدر یونانی جہاز تھے۔ ان کا ناطقہ بند کر دیا۔ باربردار جہاز اور سروی عسکر کو تباہ کر دیا۔
بحیرۂ ابیض میں حمیدیہ کی نقل و حرکت کا یہ اثر ہوا کہ یونانی خوفزدہ ہو گئے۔ ان کو غیر محفوظ عثمانی سواحل پر دست تعدی دراز کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ یونان کے تجارتی جہازوں کو خطرہ دامنگیر ہو گیا۔ لنگر والے جہاز نے کبھی طرف پیشقدمی نہ کی۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کرتے۔ تو رؤف بے

ان کی مزاج پرسی کے لئے آمادہ تھے ۔

غازی رؤف بے کی جنگی خدمات یہیں تک محدود نہیں بلکہ اس کا فوج کی پیش قدمی اور تقدیم پر بین اثر پڑا۔

جہاز عثمان اوّل کی قیادت :۔ "سلطان عثمان اوّل" جس شان و شوکت کا جہاز تھا۔ اس کا قائد بھی اسی قابلیت و استعداد کا ہونا چاہئے تھا۔ اس جہاز کی قیادت کا مسئلہ صیغہ بحریہ کے لئے ایک نہایت نازک اور اہم تھا۔ صیغہ بحریہ کے پیش نظر تین نام تھے **عارف بے**[1] جو محکمہ بحریہ کے ارکان جنگ کے افسر اعلیٰ تھے۔ **رؤف بے** جو جہاز حمیدیہ کے قائد تھے۔ اور **اسمٰعیل بے** جو آہن پوش باربروس خیر الدین" کے سپہ سالار تھے۔

رؤف بے کے طلسمی کارناموں کے بعد کون تھا۔ جو اس کا سہیم و عدیل ہو سکتا تھا۔ کامل غور و خوض کے بعد انہیں کو اس منصب جلیلہ کے لئے انتخاب کیا گیا جنگ یورپ میں بھی آپ نے مختلف محاذوں پر اپنی فوجی قابلیت کے جوہر دکھائے۔

قسطنطنیہ سے روانگی :۔ قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ کے بعد آپ بھی یہاں سے نکل گئے اور جب مجلس ملیہ انگورہ کا قیام عمل میں آیا۔ تو آپ انگورہ تشریف لے گئے۔ جہاں انتہائی جدوجہد سے اسلامی خدمات انجام دیتے رہتے۔

وزارت عظمےٰ :۔ مجلس ملیہ نے آپ کی قومی ملکی خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے آپ کو صدارت عظمےٰ کا عہدہ جلیلہ پیش کیا۔ جسے آپ نے منظور فرمالیا۔ اور کچھ مدت آپ نے وزیر اعظم کے فرائض انجام دیئے۔

وفد انگورہ :۔ ۲۲ اگست کی قرارداد کے بموجب انگورہ گورنمنٹ کا وفد جو لنیس کانفرنس میں شریک ہوا۔ اس میں آپ کے علاوہ فتحی بے وزیر داخلہ۔ عارف بے سفیر روم، حامد بے سفیر قسطنطنیہ بھی شریک تھے۔

---

[1] آپ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے ساتھ مل کر ترکی کی حیات ثانیہ کے لئے مصروف جدوجہد رہے سمرنا کی بازیابی اور یونانی افواج کو شکست میں آپ کے کارہائے نمایاں خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں شکل و صورت اور قد و قامت میں دوسرے مصطفےٰ کمال سمجھے جاتے تھے افسوس کہ یہ جلیل القدر مجاہد سیاسی الجھنوں کا شکار ہو گئے

پاشا کا خطاب:۔ جنگی خدمات، فوجی قابلیت اور بحری تجربات کی بنا پر ۲۵ ستمبر ۱۹۲۲ء کو مجلس ملیہ نے آپ کو پاشا کا خطاب پیش کیا۔

سیاحتِ ہند:۔ چند برس گذرے کہ احرار ترکوں میں اختلافِ رائے کی وجہ سے دو سیاسی گروہ پیدا ہو گئے تھے۔ ایک گروہ برسرِ اقتدار تھا۔ اور دوسرا اس کا مخالف ترکی کی قومی حکومت نے بالآخر مخالف گروہ کو جلاوطن کرنا مناسب سمجھا۔ ان میں غازی رؤف پاشا بھی شامل تھے آپ وطن کو خیرباد کہہ کر لندن میں اقامت گزیں ہو گئے۔ اس جلاوطنی کے دوران میں آپ نے اوائل ۱۹۳۳ء میں ہندوستان کی سیاحت بھی فرمائی۔ بمبئی لاہور، کلکتہ، دہلی وغیرہ شہروں میں مسلمانوں نے آپ کا پرتپاک خیرمقدم کیا۔ شاندار جلوس نکلے۔ ان دنوں راقم الحروف کلکتہ جیل سے رہا ہوا تھا۔ غازی موصوف سے وہیں ملاقات ہوئی موجودہ ترکی کے متعلق دیر تک گفتگو ہوتی رہی میرے دریافت کرنے پر کہ آپ مصطفےٰ کمال کے دست و بازو تھے ان سے الگ کیسے ہو گئے۔ اور آپ کو کس بات پر جلاوطن کر دیا گیا؟ رؤف بے نے جواب دیا۔ کہ ہماری علیحدگی کی وجہ کوئی مذہبی نزاع نہیں بلکہ سیاسی اختلافِ رائے ہے مصطفےٰ کمال پاشا نے جس جانبازی اور سرفروشی کے ساتھ ترکی میں قومی حکومت قائم کی ہے اس کے ہم مداح ہیں۔ اور جس طریق سے وہ انتظامِ مملکت کر رہے ہیں، قابلِ ستائش ہے البتہ بعض تمدنی و معاشرتی باتوں میں موجودہ ترکوں کے اندر مغرب کی بیجا تقلید سما رہی ہے جسے ہم بنظرِ استحسان نہیں دیکھتے۔ ہماری خواہش ہے کہ مغرب کی برائیاں ترکی گھرانوں میں گھسنے نہ پائیں۔ خدا نے چاہا۔ تو یہ قباحتیں بھی دور ہو جائینگی

مراجعتِ وطن:۔ چونکہ مصطفےٰ کمال کی رہنمائی میں قومی حکومت نے تمام ملک پر مکمل تسلط جما لیا تھا۔ اور حزب الاختلاف کی طرف سے کسی قسم کی شورش کا خطرہ باقی نہ رہا تھا اس لئے انہوں نے کمال دانائی سے کام لیتے ہوئے تمام جلاوطن ترکوں کو واپس بلا لینے کا فیصلہ کر لیا تاکہ ان کے اشتراکِ عمل سے ملک میں زیادہ خوشگوار حالات پیدا کئے جا سکیں غازی رؤف پاشا کو بھی دعوت دی گئی۔ چنانچہ سیاحتِ ہند سے فارغ ہو کر آپ ایک مدت کے بعد مراجعت فرمائے وطن ہوئے آپ کو وزارتِ بحریہ کا منصب پیش کیا گیا جسے آپ نے قبول فرما لیا۔ خرابیٔ صحت کی بنا پر وزارت سے مستعفی ہو کر آجکل آپ مجلس ملیہ کے عام رکن کی حیثیت میں ملک و ملت کی خدمت انجام دے رہے ہیں ؎

حقی بے

ابتدائی حالات:۔ آپ نے قسطنطنیہ میں تعلیم حاصل کی عثمانیہ یونیورسٹی میں تعلیم کے اعلیٰ مدارج طے کر کے آپ وائنا تشریف لے گئے۔ جہاں ایک عرصہ تک اپنے خانگی مشاغل کے سلسلہ میں مقیم رہے۔

یہ وہ زمانہ تھا۔ جب ترک نوجوانوں کے قلوب میں جذبات حریت موجزن تھے۔ اور وہ شخصی حکومت کا جوا گردن سے اتار پھینکنے کیلئے کوشاں تھے۔ آپ جدوجہد آزادی کا حال سن کر قسطنطنیہ پہنچے۔ اور نوجوان ترکوں کی رہنمائی فرمانے لگے۔

علمی قابلیت:۔ آپ متجر عالم اور آتش نگار ادیب تھے۔ ایک خالص علمی تدریسی زندگی رکھتے تھے عمر کا بیشتر حصہ درس و تدریس میں گذرا۔ آپ کے علمی و عملی مشاغل نے آپ کی عزت و شہرت کا سکہ بٹھا رکھا تھا۔ ایک طرف تو آپ کی پبلک زندگی جرائد و مجلات کے صفحات میں نظر آتی تھی دوسری طرف آپ دار الفنون کے ایک محترم معلم تھے۔ آپ کے درس میں دور دور سے لوگ آکر استفادہ کرتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ آپ جدید سیاست نگار حضرات میں بلند پایہ بزرگ تھے۔ اور ترکی صحافت میں ممتاز جگہ رکھتے تھے۔

خدمات جلیلہ:۔ قیام دستور میں انور و طلعت پاشا کی سحر کار شخصیت کے بعد تاریخ انقلاب میں آپ کی سرگرمیوں کو پر عظمت مقام حاصل ہے۔ آپ کا شمار ان چند افراد میں ہوتا ہے جن کی سرگرم کوششیں دستوری حکومت کے قیام و اہتمام میں انجمن اتحاد و ترقی کی قوت بازو بنی رہی۔

آپ کے پرجوش اور ہیجان خیز مقالات نے عوام میں حریت و بیداری کی روح پھونک دی تھی۔

اعتراف حقیقت:۔ دور انقلاب میں ترکی کے مشہور روزنامہ "اقدام" کی عنان ادارت آپ کے سپرد ہوئی۔ تو آپ کے شاہکار مضامین نے ترکوں میں ہمت، جرأت اور شجاعت

ہندوستانی طبی وفد قسطنطنیہ میں

مولانا ظفر علی خان۔ ڈاکٹر انصاری ارکان طبی مشن عبدالعزیز

شاویش مصری۔ جرنیل حلمی پاشا و دیگر عمائدین سلطنت



تصویر متعلقہ صفحہ ۱۵۵



تصویر متعلق صفحہ 143

غازی محمود شوکت پاشا

ولادت :۔ آپ کی پیدائش ۱۸۵۶ء میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد بصرہ کے گورنر تھے۔

تعلیم و تربیت :۔ ابتدائی تعلیم حاصل کر کے ۱۸۸۲ء میں قسطنطنیہ کے مشہور جنگی کالج سے فنون حربیہ کی سند حاصل کی۔ پھر جنرل اسٹاف کے ارکان میں شامل ہو گئے۔ جرمن کے مشہور فیلڈ مارشل وانڈر غولٹز کی سرپرستانہ کوششوں سے آپ نے حربی تعلیم میں کمال حاصل کر لیا تھا

ابتدائی خدمات :۔ اول اول جب آپ کا نام اسلامی دنیا میں سنا گیا۔ تو اس وقت آپ ایک کمیشن کے ساتھ مقرر کئے گئے تھے۔ جس کا کام اسلحہ کی خریداری تھا۔ چنانچہ آپ دس سال تک جرمنی اور فرانس میں دولتِ عثمانیہ کے لئے سامان حرب خریدتے رہے۔

دس سالہ قیام جرمنی کے دوران میں آپ نے جرمن افواج کی جدید تربیت و تنظیم کا عمیق مطالعہ کیا۔ اور یہیں جرمن زبان بھی سیکھ لی۔ خرابیٔ صحت کی بنا پر ۱۸۹۱ء میں واپس وطن چلے آئے جہاں آپ کو بریگیڈیر جنرل کا عہدہ پیش کیا گیا۔

جرمنی فوج کا طریقہ چونکہ ان کی نظروں میں نہایت مفید تھا۔ اس لئے اپنی فوج کو بھی جرمن طریقہ پر تربیت دینی شروع کی

غازی موصوف کی طبیعت ہمیشہ ناساز رہتی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ ترکی اور یونان کی لڑائی میں بھی اپنی تیغ کے جوہر نہ دکھا سکے۔ پھر اپنی خواہش پر توپ خانہ کے افسر اعلیٰ مقرر ہو گئے۔ اور کئی موقعوں پر اپنی حیرت انگیز جنگی قابلیت کا ثبوت دیتے رہے۔ ۱۹۰۱ء میں تار برقی کے سلسلہ میں وہ ایک خاص مشن لے کر حجاز تشریف لے گئے۔ اور واپس آ کر سابقہ فرائض انجام دینے لگے

قومی زندگی کا آغاز :۔ ۱۹۰۸ء میں انجمن اتحاد و ترقی قائم ہو چکی تھی۔ اور پرستاران حریت دُور دُور سے اس کی طرف کھنچے چلے آ رہے تھے۔ لیکن اس کی تمام کارروائیاں اب تک صیغۂ راز میں تھیں۔ محمود شوکت پاشا اپنے پہلو میں ایک دردمند دل رکھتے تھے۔ وہ ترکی

گذشتہ شاندار روایات کو یاد کرتے۔ اور سوچتے رہتے کہ کھوئی ہوئی عظمت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔

اٹلی کے مشہور جانباز حریت میزنی نے جب اپنے ہموطنوں کو غیر ملکی سپاہیوں کی حراست میں زندگی بسر کرتے دیکھا۔ تو یہی واقعہ اس کے لئے ایک تازیانہ عبرت کا کام دے گیا۔ سینہ میں ملکی غیرت نے جوش مارا۔ اور چند ہی روز کے بعد بغیر کسی تلاش و جستجو کے خود بخود اسے فدا کاران ملت کی ایک خفیہ جماعت کا پتہ چل گیا۔ جس میں شرکت کے ساتھ ہی میزنی کی تاریخی زندگی شروع ہو گئی۔ ٹھیک اسی طرح محمود شوکت پاشا کو بھی زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اسے انجمن اتحاد ترقی کے لئے انور کا ساداعی مل گیا جس نے انہیں انجمن کے مقاصد سے مطلع کیا۔ اور فرمایا کہ تم جن افکار سے مضطرب ہو۔ یہی اضطراب ہے۔ جس نے درجنوں فرزندان ترکی کو تم سے پہلے رشتۂ اتحاد و اشتراک عمل میں منسلک کر دیا ہے۔ محمود شوکت پاشا کو اس اطلاع یابی پر بے حد خوشی ہوئی۔ اور انجمن کے ایک سرگرم رکن بن گئے۔

۱۹۰۶ء میں آپ توسوہ کے گورنر بنا دیئے گئے۔ اور آپ نے تدبر و سیاست دانی میں وہ نام پیدا کیا۔ کہ تمام یورپ میں آپ کی قابلیت کا چرچا پھیل گیا۔ انجمن اتحاد و ترقی کے رشتہ میں تو پہلے ہی منسلک ہو چکے تھے۔ اب اعلانیہ نوجوان ترکوں کی حمایت کرنے لگے۔ چنانچہ البانیا کے پہاڑی علاقوں میں نوجوان ترکوں نے تحریک کا جو عملی مظاہرہ کیا تھا۔ اس میں آپ کی اعانت بھی شامل تھی۔ اسی سال کے آخر میں جب انقلاب پرستوں کا زور ہو گیا۔ تو آپ کو سالونیکا میں افسر مقرر کیا گیا۔ جولائی ۱۹۰۸ء میں اندرون ملک میں بے چینی کے آثار پیدا ہو گئے۔ جس کا نتیجہ دستوری حکومت کی شکل میں نکلا۔

شخصی اقتدار کا خاتمہ:۔ سلطان عبدالحمید خاں نے دستوری حکومت کا اعلان تو کر دیا تھا۔ لیکن وہ طبعاً اسے پسند نہ کرتا تھا۔ یکایک اس نے کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ حاصل کرنے کے لئے خطرناک کوشش شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر نوجوان ترک بھی شخصی اقتدار کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے میں اتر آئے۔ چنانچہ ہر طرف سے فوجی جمعیت اکٹھی کی گئی۔ انقلاب کے دو بہادر لیڈر انور پاشا اور نیازی بے بھی برلن اور وائنا سے عین وقت پر سالونیکا پہنچ گئے۔ ادھر مناستر سے نیازی بے

اپنی فوج کو لے کر بڑھا۔

جنرل محمود شوکت پاشا نے جو اس مہم کے کمانڈنگ آفیسر تھے ۔۱۲ اپریل کو سالونیکا سے کوچ کیا۔ ان کے ساتھ ہر قسم کا سامان رسد و حرب تھا۔ فوجی جنرل موصوف کی اولوالعزمی مستعدی اور سرگرمی کی داد دے رہے تھے۔ ۲۲ اپریل سنہ ۱۹۰۹ء کو خشکی کی جانب سے نیم دائرہ کی شکل میں قسطنطنیہ کا محاصرہ شروع ہوا۔ اور جنگی جہازوں نے تمام بحری گھاٹ اور نا کے روک لئے۔ شوکت پاشا نے حتے المقدور جلد کارروائی کرنی چاہی تھی۔ تاکہ بغیر خونریزی کے کامیابی حاصل ہوجائے۔

محل کے محافظ دستہ نے مقابلہ کرنا چاہا۔ مگر تین گھنٹہ کی معمولی گولہ باری کے بعد انہوں نے سفید جھنڈا بلند کر کے ہتھیار رکھ دیئے۔ اس کارروائی سے قسطنطنیہ میں دوپہر تک امن قائم ہوگیا اور دارالخلافہ پر احرار ترکوں نے قبضہ کر لیا۔

اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سلطان عبدالحمید خاں تخت سے اتار دیئے گئے۔ محمود شوکت پاشا نے سلطان محمد خامس کو تاجپوشی کی مبارکباد دی۔

وزارت جنگ :۔ انقلاب سلطنت کے بعد آپ وزیر جنگ کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ اور آپ نے اپنی تقریر میں مندرجہ ذیل الفاظ میں پر جوش اعلان کیا۔

"اس وقت مملکت ایک نازک حالت میں ہے۔ فوج کے سپاہیوں جمعیت اتحاد و ترقی کے ارکان اور تمام سلطنت کے لینے والوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس اہم وقت میں سلطنت کی امداد کریں"

جنگ اٹلی کے شروع ہونے تک آپ اس عہدے پر فائز رہے۔ جنگ بلقان میں انہیں ترکی فوج کے ایک حصہ کا حاکم بنانے کی تجویز ہوئی۔ لیکن جمعیت اتحاد و ترقی کی بابت عوام الناس کا خیال بدلا ہوا دیکھ کر آپ نے اس عہدے کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء میں انہوں نے خرابی صحت کے باعث وزارت جنگ سے استعفا دے دیا۔

استعفا کی وجہ :۔ غازی ممدوح کے وزارت سے دستبردار ہونے کی وجہ محض ان کی وطن پرستی اور ایثار تھا۔ اس سے پیشتر بھی آپ کئی موقعوں پر اس کا بین ثبوت پیش کر چکے تھے۔ اس وقت بھی غازی موصوف کو وطن و دستوریت کی حفاظت

کے لیے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ سیاسی امور میں فوج کی عدم مداخلت کا قانون منظور کرا کے قومی اغراض پر وزارت کے منصب جلیلہ کو قربان کر دیں۔

لہذا آپ نے قانون منظور کرانے ہی دوسروں کا منہ بند کرنے کے لئے تاکہ انہیں مجمع رانصیحت و دیگرے رانصیحت کہنے کا موقع نہ ملے۔ وزارت کے بارے سبکدوش ہو گئے اور فوج میں جا شامل ہوئے اور دنیا کو دکھا دیا کہ سچے وطن پرور شجاع قومی فوائد کے خیال سے آتی جاہ و منصب پس طرح لات مار دیا کرتے ہیں۔

آپ نہایت مخلص اور وطن دوست تھے۔ خود غرضی کا شائبہ تک آپ کے دل میں نہ تھا۔ آپ نے ہمیشہ ثبات و استقلال سے فرائض منصبی ادا کیے۔ مگر باریک بین طبقہ کے نزدیک آپ کا سب سے بڑا کارنامہ فوجی کونسل کی ترتیب و اصلاح ہے

انقلاب وزارت:۔ انجمن اتحاد و ترقی کے ارکان نے جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ اگر وزارت نے ایڈریانوپل بلغاری حکومت کو دینا چاہا۔ تو اس کا تختہ فوراً الٹ دیا جائے گا۔ چنانچہ جس وقت قسطنطنیہ میں یہ مشہور ہوا۔ کہ کامل پاشا کی وزارت ایڈریانوپل دشمنوں کو دینے پر آمادہ ہے۔ تو غازی طلعت پاشا نے گیارہ بجے دن کے کامل پاشا سے ملاقات کی۔ اور کہا کہ تم مستعفی ہو جاؤ۔ مگر کامل پاشا نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر انجمن کی طے شدہ قرارداد کے بموجب آناً فاناً وزارت کا تختہ الٹ دیا گیا۔

اب انور پاشا محمود پاشا کے پاس گئے۔ اور انہیں وزارت کا عہدہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جس نازک دور میں ترکی گذر رہا ہے۔ اس کے پیش نظر یہ بار مجھ سے نہیں اٹھایا جائے گا۔ اس پر غازی موصوف نے جیب سے دو پستول نکالے اور انہیں میز پر رکھ کر یوں مخاطب ہوئے:۔

"یہ لیجیئے۔ اگر آپ وزارت قبول نہیں کرتے۔ تو پھر اس ذلت کی زندگی سے ایک دوسرے کو طمنچہ مار کر مر جانا ہزار درجہ بہتر ہے"

غازی محمود شوکت پاشا اٹھے اور چپکے سے ان کے ساتھ ہو لئے۔ سلطان المعظم نے آپ کو حضور میں باریاب فرما کر منصب وزارت پر فائز کیا۔ وہاں سے ممدوح باہر تشریف لائے جہاں ایک مجمع کثیر آنکھیں بچھائے آپ کا منتظر تھا۔

سلطانی فرمان:۔ علی فواد پاشا نے حاضرین کے سامنے حسب ذیل سلطانی فرمان پڑھا

"میرے وزیر شوکت پاشا:۔

کامل پاشا کے مستعفی ہونے کے بعد بلادِ عثمانیہ کی حالت اس امر کی مقتضی ہے کہ زمامِ امور کسی ذی مقدرت اور باغیرت شخص کے ہاتھ میں دی جائے۔ ہمارا خیال ہے کہ آپ میں ان کی انجام دہی کے لئے صفات موجود ہیں۔ لہٰذا منصبِ وزارتِ عظمےٰ آپ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کل ہماری طرف سے شیخت اسلام کے لئے بھی کسی قابل شخص کا تقرر عمل میں آئے گا۔ آپ کل عتبہ شاہی میں اپنے دیگر رفیقوں اور وزیروں کا نام پیش کریں۔ تاکہ ہماری طرف سے ان کا تقرر عمل میں آئے۔ ہم بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہیں۔ کہ ذاتِ باری وطن دوستانہ جدوجہد میں آپ کی اعانت کرے۔"

اس کے بعد غازی محمود شوکت پاشا نے ایک مختصر تقریر میں فرمایا:۔

"میں مدافعت وطن میں پوری پوری کوشش کروں گا۔ اب ہر شخص کو امن قائم رکھنے میں میری مدد کرنی چاہیئے۔"

انقلاب وزارت کے دوسرے روز دول خارجہ کو اطلاع دی گئی۔ کہ شوکت پاشا وزیر اعظم طلعت پاشا وزیر خارجہ۔ عزت پاشا وزیر جنگ اور انور پاشا حاکم قسطنطنیہ مقرر ہوئے۔

محمود شوکت پاشا کے صدر اعظم مقرر ہونے سے ترکی کے مردہ جسم میں جان پڑ گئی۔ آپ نے سب سے پہلے فوجی حالت کو درست کرنا چاہا۔ دول یورپ کے سخت اعتراضوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے فوج جمع کرنی شروع کر دی۔ اور اسے اس طرح ترتیب دیا۔ کہ ترکی کے بڑے بڑے مدبر دنگ رہ گئے۔

سلطنت عثمانیہ چھوٹے چھوٹے قرضوں میں پھنسی ہوئی تھی۔ آپ نے یورپ سے ایک خطیر رقم لے کر تمام قرض ادا کر کے ترکی کو اس لایعنی مصیبت سے نجات دلائی۔

شوکت پاشا کی شہادت:۔ کامل پاشا کی وزارت کے بعد چند دشمنانِ ملت کی خفیہ سازش اس امر کے درپے تھی۔ کہ محمود شوکت پاشا کا کام تمام کر دیا جائے۔ یہ لوگ ہمیشہ موقع کے منتظر رہتے تھے۔ آخر اپنی ناپاک کوششوں میں کامیاب ہو گئے۔ آپ ۱۱ جون ۱۹۱۳ء کی ایک صبح کو موٹر میں سوا

باب عالی تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ کسی شقی ازلی نے پستول چلا کر شہید کر ڈالا۔ گولی کھا کر آپ
داسفا کو تلے لدین داحسوتاعلی ملتہ ... مذہب اور قوم کی حالت پر حسرت اور افسوس
ہے کہتے ہوئے گرے اور جاں بحق تسلیم ہو گئے۔

اس حادثہ جانگداز کو تمام مملکت ترکی میں رنج وافسوس سے سنا گیا۔ فوج اور انجمن اتحاد و ترقی کے ارکان کو خصوصیت سے زیادہ ملال ہوا۔ انور بے جو ایڈریانوپل پر محمود شوکت پاشا کے مشورے کے بموجب از سر نو حملہ کرنا چاہتے تھے۔ اس سانحہ سے اس قدر متاثر ہوئے۔ کہ ان کا دل ٹوٹ گیا۔ مگر انہوں نے مصلحت بینی اور بڑی دور اندیشی سے کام لے کر ایک طرف اپنی مہم کو جاری رکھا۔ اور دوسری طرف سلطان المعظم کی اجازت سے سعید حلیم پاشا کی وزارت کا اعلان عام کروا دیا۔

غازی محمود شوکت پاشا کا جنازہ:۔ باب عالی کے حکم سے مرحوم کا جنازہ بڑی دھوم دھام سے اٹھایا گیا۔ جنازہ کے آگے آگے سلطان المعظم کے دونوں صاحبزادے تھے۔ ان کے پیچھے سلطنت کی فوج کے افسران اعلیٰ اور گروہ احرار کے مایہ ناز مشہور و معروف فتحی بے جنہوں نے طرابلس میں خاص شہرت حاصل کی تھی۔ جنازے کے ہمراہ تھے۔

ایک فٹ کے فاصلے پر دو جنازے پہلو بہ پہلو جا رہے تھے جن میں سے ایک تو غازی محمود شوکت پاشا کا اور دوسرا ان کے ایڈیکانگ کا تھا۔ ان پر سبز دونوں اور زمرد سے مرصع دو سرخ ریشمی کپڑے پڑے تھے۔ سڑکوں کے دونوں طرف سوار اور پیادہ فوج کی قطاریں تھیں۔ ان کے پیچھے مکانوں کے دریچوں میں انسانی سروں کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ جامع ابا صوفیہ میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی گئی۔

آپ کی نعش کوہ آزادی کے دامن میں ایک مقبرہ کے اندر سپرد خاک کی گئی۔ تمام دول کے سفیر جنگی جہازوں کے کپتان وغیرہ یہاں پہلے ہی سے موجود تھے۔ یہ وہ وقت تھا۔ جب کہ ترکی فوج ایڈریانوپل کے قریب مصروف پیکار تھی۔ اور غازی انور پاشا وہاں کمان افسری کے نازک فرائض انجام دے رہے تھے۔

انور بے شوکت کے مزار پر:۔ دوسرے دن انور پاشا شہید وطن کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے آئے۔ اور ایک روز قیام کر کے پھر فوج میں چلے گئے۔

شوکت پاشا کا قاتل:۔ مرحوم شوکت پاشا کا قاتل فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ عدالت عالیہ نے اس کے لئے سزائے موت کا حکم سنایا۔ ۲۵ر نومبر کو اس کا کورٹ مارشل ہوا۔ لیکن پھانسی سے قبل ہی اس نے خودکشی کر لی۔

طلعت پاشا کا اظہار تاسف:۔ ترکی پارلیمنٹ کا ایک معرکہ آرا اجلاس محمود شوکت پاشا کی وفات کے چند روز بعد منعقد ہوا۔ وزیر داخلہ طلعت پاشا نے تمام ارکان کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"محمود شوکت پاشا ایک ایسے وقت میں کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے تھے۔ جب کہ مصائب کی ایک گھنگھور گھٹا چاروں طرف چھائی تھی۔ ہماری فوجی حالت نہایت پست تھی۔ ہم نے اپنی مشرقی فوج کو حرکت دے کر شکستہ مورچوں کی حفاظت کی۔ کیونکہ ہماری مغربی فوج زیادہ تر قلعوں میں بند اور بہت خوردہ ہو رہی تھی۔ کامل پاشا کی وزارت نے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ خزانہ بالکل خالی ہے۔ اور ہم ایک روز بھی جنگ جاری نہیں رکھ سکتے۔ چنانچہ محض اس بہانہ سے وہ باب عالی میں جمع ہوئے۔ تاکہ ایڈریانوپل کو لغیر لڑے بھڑے دشمنوں کے حوالہ کر دیں۔ ایسی نازک حالت میں جب کہ تمام دنیا ہمارے مستقبل سے ناامید ہو چکی تھی۔ محمود شوکت پاشا نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اور اکثر دول یورپ کی ریشہ دوانیوں کے باوجود اپنی تمام تر توجہ فوجی نظام کو درست کرنے اور اسے باقاعدہ سلسلہ کرنے میں صرف کی۔

محمود شوکت پاشا صرف ساڑھے چار ماہ وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر متمکن رہے۔ مگر اس نہایت قلیل مدت میں جو کچھ اصلاحات فوج اور دوسرے شعبوں میں ہوئی ہیں۔ وہ ہر طرح قابل فخر و مباہات ہیں۔

باوجود اس امر کے کہ ہماری مالی حالت نہایت کمزور تھی۔ اور یورپ میں ہماری ساکھ کو بہت نقصان پہنچ چکا تھا۔ مرحوم نے یورپ میں ایک بڑے قرضے کا انتظام کیا۔ تاکہ چھوٹے قرضے ادا کر کے ایک باقاعدہ صورت اختیار کی جائے۔ چنانچہ خدا کے فضل سے ان کی تدبیریں ہمارے حق میں نہایت کامیاب ثابت ہوئیں۔"

محمود شوکت پاشا کی یادگار:۔ محمود شوکت پاشا کی وفات کے بعد ایک عظیم الشان

جلسہ ہوا۔ جس میں آپ کی وفات پر اظہار افسوس کیا گیا۔ نیز وزارت حربیہ نے بھی اس امر کا فیصلہ کیا۔ کہ فوجی سپاہ وسٹی میں مرحوم کی یادگار قائم کی جائے۔

۲۲ مئی ۱۹۱۴ء کو سلطان المعظم نے ترکی مجلس مبعوثین کے سامنے تقریر کرتے ہوئے غازی شوکت پاشا کی سرگرمیوں کا حسب ذیل الفاظ میں تذکرہ کیا:۔

"محمود شوکت پاشا تمام دل سے صلح و اتفاق کے لیئے کوشاں تھے۔ تمام ضروریات۔ وقت ذخائر جنگ اور سامان جنگ مہیا کر رہے تھے۔ فوج کی تعلیم وتربیت میں بھی مشغول تھے"۔



غازی طلعت پاشا

ابتدائی حالات:۔ آپ ایڈریانوپل کے ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ماں باپ کے زیر سایہ تعلیم وتربیت حاصل کی۔ پھر قسطنطنیہ کے سرکاری سکول میں اعلیٰ تعلیم کے لیئے داخل ہوئے۔ یہیں آپنے مختلف زبانوں فرانسیسی، انگریزی، جرمنی، روسی، عربی اور فارسی وغیرہ میں کمال حاصل کیا۔

عادات وخصائل:۔ آپ متوسط القامت شخص تھے۔ چہرے سے وقار، شجاعت اور عزم واستقلال مترشح تھا۔ اپنی کم گوئی اور متانت وسنجیدگی کے لیئے دور ونزدیک مشہور تھے آزادانہ رائے کے اظہار میں کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ غربت سے وزارت کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہونے تک آپ کی سادگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ موٹر کی موجودگی کے باوجود ایوان وزارت تک پیدل جاتے۔ راستے میں عوام کی حالت کا جائزہ لیتے اور ان کی تکالیف کے رتفاع کی کوشش کرتے۔

ابتدائی مشاغل:۔ جس طرح دنیا کے بڑے آدمی ابتدا میں عموماً چھوٹے درجہ میں نظر آیا کرتے ہیں اسی طرح آپ کی زندگی کا آغاز بھی ادنےٰ حیثیت سے ہوا۔ جب پہلی مرتبہ لوگ آپ سے متعارف ہوئے۔ تو آپ محکمہ تار میں ایک معمولی کلرک کی سادہ کرسی پر بیٹھے کام کیا کرتے تھے



تصویر متعلقہ صفحہ 145



تصویر متعلقہ صفحہ 152

Kamal Book Depot

کون کہہ سکتا تھا۔ کہ یہی شخص کسی وقت ترکی سیاست میں ایک ممتاز جگہ حاصل کرے گا۔

قابلیت کے جوہر چھپے نہیں رہتے محکمہ تعلیم کی قدر شناس نگاہوں نے جب آپ کی علمیت اور سات زبانوں میں مہارت کا مشاہدہ کیا۔ تو ایڈریانوپل کے مشہور کالج میں مشرقی زبانوں کا پروفیسر مقرر کر دیا۔

پہلا چرکا:۔ آزاد خیالی نے آپ کو خاموش نہ رہنے دیا۔ اور آپ نے طلبار کی ذہنی تربیت کے ساتھ ان کے دلوں میں آزادی و انقلاب کے جذبات پیدا کرنا شروع کر دئیے۔ شخصی حکومت یہ کس طرح برداشت کر سکتی تھی چنانچہ آپ کو گرفتار کر کے دو سال کے لئے جیل بھیج دیا گیا۔ جب رہا ہوئے۔ تو سالونیکا میں جلاوطن کر دیئے گئے۔

ینگ ٹرکش پارٹی:۔ جب آپ نے ملک کو خطرات میں گھرا ہوا پایا۔ تو اپنے قدیم دوست انور بے، فتحی بے، رؤف بے، نیازی بے وغیرہ کو جمع کر کے ایک انجمن کی بنیاد ڈالی۔ جو بعد میں ینگ ٹرکش ایسوسی ایشن کے نام سے مشہور ہوئی جس کا صدر دفتر پہلے پیرس مقرر ہوا اور پھر سالونیکا منتقل ہو گیا

فوج میں قومی تحریک:۔ طلعت بے کے زور دینے پر ان پرستاران حریت نے فیصلہ کر لیا۔ کہ جس طرح ہو سکے۔ اپنے اثر کو فوج میں پھیلائیں۔ چنانچہ خدا نے ان کی کوششوں کو قبول اور ان کی جدوجہد کو بارآور کیا ایک ہزار فوجی افسران کی انجمن میں داخل ہوگئے جس کا اثر سب سے پہلے مقدونیہ میں ظاہر ہوا۔ سلطان عبدالحمید خاں ان کی اس تحریک سے بہت خوفزدہ ہوئے انہوں نے ہر چند کوشش کی۔ کہ وہ ان علمبرداران حریت کو بڑی بڑی رقوم بطور رشوت دے کر اپنا ہم آہنگ بنالیں مگر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ہر ترغیب کے بعد ترہیب سے کام لیا گیا مگر یہ لوگ وہ بدستور فوج کو اپنی طرف مائل کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ چند روز کے بعد طلعت کی کوششیں اناطولیہ میں رنگ لانے لگیں۔ رفتہ رفتہ وہاں بھی انجمن کی ایک شاخ کھول دی گئی۔ اور دن بدن اس کا حلقہ اثر وسیع ہونے لگا۔

دستوری حکومت کی تحریک:۔ انجمن اتحاد و ترقی کی طرف سے سلطان عبدالحمید خاں کو مجبور کیا گیا۔ کہ وہ ملک میں دستوری حکومت رائج کریں۔ اس وقت مادر ترکی کا یہ فرزند ایڈریانوپل کی طرف سے پارلیمنٹ کا ممبر منتخب ہوا۔ اور آخرکار اپنی علمی قابلیت کے باعث پارلیمنٹ

کا نائب صدر بنا دیا گیا۔ انجمن اتحاد و ترقی کا کام اب بہت زیادہ وسعت پذیر ہو چکا تھا۔ چنانچہ احمد رضا بے کے اصرار پر آپ انجمن مذکور کے وائس پریذیڈنٹ مقرر ہوئے

اپنی بے شمار قومی اور ملکی خدمات کی وجہ سے طلعت پاشا ملک کے ہر طبقے میں عزت کے ساتھ دیکھے جاتے تھے۔ ذہنی قابلیت کے علاوہ چمکتی قسمت بھی قدرت نے عطا کی تھی۔ ایک سال کی قلیل مدت میں آپ وزارت داخلہ کے منصب جلیلہ پر فائز ہو گئے

انہیں دنوں سلطان عبدالحمید خاں نے اپنی کھوئی ہوئی طاقت کو حاصل کرنے کے لئے اچانک کوشش شروع کی اور ملکی مجرموں کی فہرست میں آپ کا نام بھی درج کر دیا گیا۔

جان کا خطرہ:۔ آپ نے قسطنطنیہ میں اپنا قیام خطرے سے خالی نہ دیکھا۔ تو ناچار سلطان اسٹیفانو چلے گئے۔ جہاں چند روز قیام کر کے سالونیکا پہنچے۔ وہاں کے لشکر کو اپنا ہم خیال بنایا۔ جس نے محمود شوکت کی زیر کمان قسطنطنیہ کی طرف کوچ کر دیا۔ یہاں پہنچ کر سلطان عبدالحمید خاں کو تخت سے کنارہ کش ہونے پر مجبور کیا گیا۔ انقلاب کے بعد جب ملک میں امن و امان ہوا۔ تو آپ بدستور وزیر داخلہ مقرر ہوئے لیکن کچھ مدت کے بعد وزارت میں پھر تغیر ہوا۔ طلعت پاشا مستعفی ہو کر پارلیمنٹ میں صرف ینگ ترکش پارٹی کے لیڈر رہ گئے

وزارت سعید کا خاتمہ:۔ ترکی کے لئے یہ وقت نہایت نازک تھا۔ ادھر ریاستہائے بلقان نے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ ادھر کرمل صادق ہر شخص شکن تھا۔ و قمر کی قوم پرستوں کا سخت مخالف تھا۔ چنانچہ طلعت پاشا کے مکان پر ایک خفیہ جلسہ منعقد ہوا جس کا نتیجہ سعید پاشا کی وزارت کے خاتمہ اور دیگر تغیرات کی صورت میں نکلا۔ اب طلعت پاشا اپنی تمام کوششیں ملکی سود و بہبود میں خرچ کرنے لگے۔ وزارت کے ٹوٹنے پر پارلیمنٹ بھی توڑ ڈالی گئی۔

جنگ بلقان ایسے موقع پر شروع ہوئی۔ جب کہ بلغاریوں کو پورا یقین تھا۔ کہ ترک جنگ کے لئے تیار نہیں ہیں۔ چونکہ تمام نبرد آزما افسر محاذ جنگ سے دور تھے! ور ترکوں کے لئے سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ وہ دول یورپ کے اس وعدے پر بھروسہ کر کے کہ جنگ کبھی نہیں ہو گی انتشار افواج کا حکم دے چکے تھے۔

فوجی خدمات:۔ مگر جنگ شروع ہوئی تو طلعت بے نے رضا کار بن کر فوجی خدمات

دیں۔ اور سپاہیوں میں مستقل مزاجی و ثابت قدمی کی روح پھونکتے رہے۔

جب انہیں اس بات کا علم ہوا۔ کہ موجودہ وزارت بھی بعض ایسی شرائط پر صلح کرنے کو تیار ہے۔ جو سلطنت عثمانیہ کے ننگ و ناموس کے خلاف ہیں۔ تو قسطنطنیہ واپس آ کر اپنے پرانے دوستوں کے ساتھ مل کر ایک خفیہ جلسہ کیا۔ اور واقعات پر نظر کرتے ہوئے نہایت درد کے ساتھ حاضرین کو اس اہم وقت میں وزارت کو برطرف کرنے کا مشورہ دیا۔

انور پاشا اور طلعت پاشا اس مہم کو سرانجام دینے کے لئے باب عالی گئے۔ اور کامل پاشا جو اس وقت وزیر تھے مستعفی ہونے پر مجبور کئے گئے۔ مجلس وزراء اور انجمن اتحاد و ترقی کے سفیر انور بے کے درمیان جھگڑا ہوا۔ اور ناظم پاشا اس کشمکش میں کام آئے۔ اور وزارت کامل کا خاتمہ ہو گیا۔ اب وہ وقت تھا۔ کہ ینگ ٹرکش پارٹی ایک دفعہ پھر برسر اقتدار ہوئی۔ محمود شوکت پاشا وزیر اعظم بنا دیئے گئے۔

اب طلعت پاشا اور ان کے دوسرے ساتھی اندرونی سازشوں سے مطمئن ہو گئے۔ تو ملک و قوم کی عزت بچانے کے لئے تعمیری کوششیں شروع کر دیں۔ ان ہی کی مساعی جمیلہ سے ایڈریانوپل پر دوبارہ ہلالی پرچم اپنی نرالی شان کے ساتھ لہرانے لگا۔

اس جنگ کے خاتمہ پر غازی موصوف نے اپنی تمام تر توجہ سیاسی و انتظامی امور کی طرف منعطف کی چنانچہ قومی [illegible] کی ترقی [illegible] کے لئے وسائل و ذرائع اختیار کئے گئے۔

انتظامی قابلیت:۔ غازی موصوف نے دو تین سال کی قلیل مدت میں ان تمام نقائص کی بیخکنی کر دی۔ جو ترکی میں رشوت، جہالت، اختلاف اور مالی بدنظمی کی وجہ سے تھیں۔

طلعت بے نے فی الحقیقت ان تمام الزامات کا قلع قمع کر دیا جاتا ہے جو آئے دن یورپی ہمسائے ترکی سلطنت پر عائد کیا کرتے تھے۔ اسی قلیل مدت میں تعلیم کو اس قدر ترقی ہوئی۔ کہ یورپ انگشت بدنداں ہو گیا تجارتی وسائل کی طرف بھی توجہ دی گئی۔ ریل کا جال ملک کے ہر حصے میں پھیلا دیا گیا۔ ڈاک خانہ جات میں اصلاح ہوئی۔ زراعت اور قومی تعلیم کی ترقی بھی آفتاب نصف النہار تک پہنچ گئی۔

ہندوستانی طبی وفد:۔ بلغاری جنگ کے وقت جب ترکی کے ساتھ ہندوستانی مسلمانوں کے جذبات ہمدردی کے اظہار اور باہمی تعلقات اخوت استوار کرنے کے لئے ہلال احمر طبی وفد ڈاکٹر انصاری

مرحوم کے زیر سرکردگی قسطنطنیہ گیا۔ تو اس وقت غازی موصوف وزارت داخلہ کے عہدۂ جلیلہ پر ممتاز تھے وفد کے اعزاز میں جلسہ منعقد کیا گیا اور اس موقع پر ایک عکسی تصویر[1] کھینچوائی گئی مولانا ظفر علی خاں کا بیان ہے کہ میں نے غازی موصوف کی سادگی و بے تکلفی اور تواضع کو حیرت کے ساتھ دیکھا۔ آپ ہمارے اصرار کے باوجود درمیان میں نہ بیٹھے اور مہمان نوازی کے خیال سے ہندوستانی مہمانوں کو وسط میں جگہ دی اور خود ان کے پہلو میں تشریف فرما ہوئے۔

سیاحت:۔ طلعت بے نے رومانیہ کے ساتھ تعلقات قائم کر لیے۔ چنانچہ اس غرض سے ۱۹۱۴ء کو آپ عازم رومانیہ ہوئے۔ آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔ اخبارات نے آپ کی تشریف آوری پر نہایت خلوص کے ساتھ مضامین لکھے۔ اور آپ کی آمد کو ترکی اور رومانیہ کے بہترین تعلقات کا پیش خیمہ قرار دیا۔

عیسائیوں کی شورش:۔ نوجوان ترکوں کے برسر حکومت آنے پر بعض شوریدہ سر عیسائیوں نے انگریزی اور یونانی آبادیوں کو برانگیختہ کر کے انہیں ترک وطن پر مائل کر لیا۔ پہلے تو یہ تحریک مذہبی رنگ میں شروع کی گئی۔ مگر آخر میں اس نے ایک بغاوت کی صورت اختیار کر لی اندیشہ تھا کہ اگر ان کی گوشمالی نہ کی گئی۔ تو ملک مبادا انہی کا شکار ہو جائیگا غازی موصوف کے حکم سے تحقیقات کے بعد فوجی عدالت نے سمرنا میں ان ۲۸ شخصوں کو تین سال سے کر پانچ سال کی سزا دی۔ جو یونانیوں اور انگریزوں کو ترک وطن پر برانگیختہ کر کے امن عامہ میں خلل ڈالتے تھے۔ کمشنر خاص کو حکم دیا گیا کہ وہ بلفیتیہ کے کلکٹر کو موقوف کر دے کیونکہ اس نے امن عامہ کو برقرار رکھنے کے لئے اپنے فرائض کی ادائیگی میں تساہل سے کام لیا تھا اور اسی طرح آپ کے تدبر اور دور اندیشی سے یہ شورش جلد ہی دب گئی۔

قوم کا مطالبہ:۔ علی حیدر مدحت بے فرزند رشید غازی مدحت پاشا نے مندرجہ ذیل پیغام ترکی قوم کی طرف سے طلعت پاشا کے حضور میں پیش کیا جس میں ان سے خطاب کیا گیا تھا۔

"تمام عثمانی قوم طلعت بے وزیر داخلہ سے جنہوں نے حب وطن کے سبب باوجود دول یورپ کی دھمکیوں کے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ ایڈریانوپل پر ترکی افواج قابض رہیں گی۔ یہ امید رکھتی ہے کہ وہ روس کو بتا دیں کہ خود ترکی ان اصلاحات کو اپنے ملک میں نافذ کرنے کیلئے تیار ہے جن کو وہ بار بار پیش کرتا ہے نیز روس کو متنبہ کر دیں کہ اب قوم عثمان نے اس بات کا عزم بالجزم کر لیا ہے کہ وہ آخر دم تک اپنے معاملات میں اجنبی مداخلت کو گوارا نہ کریگی۔ اس اعلان سے طلعت پاشا قوم کی صحیح ترجمانی کریں گے" غازی موصوف نے قوم کے اس مطالبہ کو حق بجانب ٹھہرایا۔ اور اس پر حرف بحرف عمل کیا۔

[1] یہ منظر صفحہ ۱۰۲ کے مقابل صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

زار کی خدمت میں ترکی وفد:۔ زار روس موسم گرما بسر کرنے کے لئے مقام لیوادیا میں جو ترکی کی بحری حدود کے قریب ہے ہر سال جاتے تھے۔ ترکی سلطنت کے جوار میں آجانے کے سبب ہمیشہ سلطان المعظم کی طرف سے شاہانہ سلام کا تحفہ بھیجا جاتا تھا مگر ۱۹۱۴ء اگست کو زار روس نے اپنے چچا گرانڈ ڈیوک کو اپنے خاص جہاز الماس میں آستانہ روانہ کیا۔ اور انہوں نے زار روس کی بعض ارکین سلطنت سے ملنے کی شدید رغبت کا اظہار کیا۔ چنانچہ اس مرتبہ شاہانہ سلام پہنچانے کے لئے ارکان حکومت کی ایک جماعت طلعت بے وزیر خارجہ کی زیر سرکردگی عازم روس ہوئی۔ جہاں ان کا پتپاک خیر مقدم ہوا۔ ....

...... شاہی موٹر کاروں پر سوار ہو کر قصر شاہی روانہ ہوئے۔ دروازے پر پرائیویٹ سیکرٹری اور ارکان حکومت نے مراسم استقبال ادا کئے۔ اور سفیر روس کے ہمراہ طلعت بے اور ارکان وفد زار روس کے سامنے پیش ہوئے۔ زار نے ہر ایک سے نہایت گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ کیا۔ اور مزاج پرسی کی آدھ گھنٹہ تخلیہ کے بعد مہمانوں کو پُر تکلف دعوت دی گئی میز پر زار روس کے دائیں جانب طلعت بے اور بائیں جانب احمد عزت پاشا اور شہزادگان گرانڈ ڈیوک سامنے کی جانب امیر البحر اور وفد عثمانیہ کے دیگر ارکان تشریف فرما تھے۔ دوسرے روز پھر ملاقات بازدید کی دعوت ہوئی جہاں مہمانان عزیز اور زار روس نہایت تپاک کے ساتھ ملے چند روز ٹھہرنے کے بعد یہ وفد اپنے مسند میں کامیاب ہو کر واپس آگیا۔

مسلمانان تھریس کا وفد:۔ تھریس کی جدید اسلامی جمہوریت نے بہ صدارت صالح آفندی اپنے مطالبات پیش کرنے کے لئے ۱۰ ستمبر میں ایک وفد آستانہ بھیجا جس نے باب عالی میں طلعت پاشا سے جو مجلس مصالحت میں دولت عثمانیہ کے قائم مقام اول ہونے کی حیثیت رکھتے تھے) ملاقات کی وفد کے رکن محمد شکری پاشا نے دولت عثمانیہ سے درخواست کی کہ بلغاریہ کے مقابلہ میں مسلمانان مغربی تھریس کی امداد کی جائے وزیر خارجہ کے سابق مبعوث سلیمان بے نے استقلال کے اسباب و وجوہ پر روشنی ڈالنے کے بعد حکومت عثمانیہ سے اخلاقی امداد کی درخواست کی غازی طلعت پاشا نے وفد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا۔

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ترکی سیاست خارجہ کا اپنی طاقت سے بڑھ کر مقابلہ کر رہی ہے مسئلہ استقلال میں آپ کی اعانت کرنے سے ہم مجبور ہیں لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ ہم آپ کے مطالبات کو اس فہرست میں شامل کریں گے۔ جن پر بحث ہوگی۔ لیکن ساتھ ہی آپ سے اعتدال پسندی اور میانہ روی کی درخواست کروں گا"

اس کے بعد سلطان تائل بے نے کہا:-

"ہم فیصلہ کر چکے ہیں امتیازی حقوق اور رعایتوں کی بالکل پروا نہ کریں گے ہم حصول استقلال کے عزم سے باز نہ آئیں گے۔ تمام معاہدات صرف کاغذ پر سیاہی کے نقش بےمعنی ہوتے ہیں۔ آئندہ ہمارے بھائی بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح نہ ہوں گے۔ اور ہم بلغاریوں کو اپنے بلاد میں داخل نہ ہونے دیں گے"

طلعت پاشا نے جواب دیا۔

"میں آپ کو وثوق کے ساتھ اطمینان دلاتا ہوں کہ آئندہ ہم ہر طرح سے آپ کی اخلاقی امداد کریں گے"

جنگ یورپ:- انجمن اتحاد و ترقی کے بعض ممبر جنگ کے خلاف تھے۔ مگر انور پاشا، طلعت پاشا اور غازی جمال پاشا اس بات پر زور دیتے تھے۔ کہ ترکی جنگ میں شامل ہو جائے۔

چنانچہ ۳۰ اکتوبر کو روسی فرانسیسی اور برطانوی سفیروں نے سلطنت سے پاسپورٹ طلب کئے۔ ۴ نومبر کو توفیق پاشا ترکی سفیر متعینہ لندن سر ایڈورڈ گرے کی خدمت میں گئے۔ اور اپنا پاسپورٹ طلب کیا۔ اثنائے گفتگو میں سر ایڈورڈ گرے نے کہا "مجھے افسوس ہے کہ برطانیہ اور ترکی کے تعلقات منقطع ہوتے ہیں"

آخر کار ۱۹۱۴ء میں اتحادیوں اور ترکی کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ چار سال کی متواتر جنگ کے بعد دول وسطی کا سب سے چھوٹا حلیف بلغاریہ جنگ سے دست بردار ہو گیا۔ اور اس نے ۳۰ ستمبر ۱۹۱۸ء کو بغیر کسی شرط کے اتحادی سپہ سالار کے سامنے ہتھیار رکھ دئیے۔ اور اپنے آپ کو اتحادیوں کے رحم پر چھوڑ دیا۔

یہ ناممکن تھا۔ کہ بلغاریہ کی اس کارروائی کا اثر ترکی پر نہ پڑتا۔ چنانچہ ترکی کی برسر اقتدار جماعت فوراً صورت حالات کو تاڑ گئی۔ اور اس کے ارکان نے چند روز کے بعد استعفے دے دیے۔ ۹ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو غازی انور پاشا اور طلعت پاشا وزارت جنگ اور وزارت عظمیٰ سے مستعفی ہو گئے۔ اور توفیق پاشا سابق ترکی سفیر متعینہ لندن ان کی جگہ وزیر اعظم بنا دیے گئے۔ اب گویا سیاسی ہوا نوجوان ترکوں کے خلاف چلنی شروع ہو گئی۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو بلغاریہ کی طرح ترکی بھی جنگ سے دست بردار

ہو گیا۔ چند روز تک درہ دانیال کی سرنگیں صاف ہوتی رہیں۔ اور ۱۲ ر نومبر ۱۹۱۸ء کو اتحادی بیڑا درہ دانیال سے گذر کر قسطنطنیہ پہنچ گیا۔

دولت عثمانیہ کی حالت جنگ یورپ کے بعد خراب ہو چکی تھی اور قوم پرستوں کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ کہ اگر قسطنطنیہ پر اتحادیوں کا قبضہ ہو گیا۔ تو وہ نہ معلوم موجودہ ترکی عمال کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔

ترکِ وطن :۔ وہ لوگ جو اس خوفناک صورتِ حالات کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ قومی عزت کے لئے وطن کو خیر باد کہہ کر ادھر اُدھر نکل گئے۔ چنانچہ بلبنیز ازیں کہ اتحادیوں کی فوجی طاقت قسطنطنیہ میں بے کسوں پر ظلم ڈھائے۔ غازی طلعت پاشا نے بھی ترکی کو الوداع کہنے کی تیاریاں کر لی تھیں۔ چونکہ ان کا ارادہ یورپ جانے کا تھا انہوں نے اپنا نام تبدیل کر کے علی شکری بیگ آف استنبول کے نام سے پاسپورٹ حاصل کر لیا۔ یورپ کے مختلف شہروں کی سیاحت کرتے ہوئے اکتوبر ۱۹۱۹ء کو اہلیہ سمیت جرمنی میں پہنچے۔ اور وہیں ایک وسیع مکان میں رہائش اختیار کر لی۔ آپ نے جرمنی میں اپنے آپ کو ایک تاجر مشہور کیا۔ لیکن ان کے بعض پرانے ترکی، مصری اور جرمن دوست انہیں جان گئے اور ان سے پرلطف صحبتیں رہنے لگیں۔

جرمنی میں سرگرمیاں :۔ آپ سب سے پہلے ان ترکی سپاہیوں اور طالب علموں کی جو جرمنی میں مقیم تھے۔ امداد کرنے لگے۔

ینگ ٹرکش پارٹی کی برلن شاخ :۔ آخر یہاں بھی مادرِ وطن کی محبت نے خاموش نہ رہنے دیا۔ آپ نے ینگ ٹرکش پارٹی کی بنیاد ڈالی۔ اور محبان وطن کا ایک حلقہ جمع ہو گیا۔ لیکن یہ کارروائی صیغۂ راز میں رہی اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

آپ کے دل میں اسلام کا سچا درد تھا۔ اور آپ ہمیشہ سے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق قائم کرنے میں کوشاں تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ تمام اسلامی ممالک یعنی ترکی، ایران، افغانستان، مصر، چین ہندوستان وغیرہ میں ایک زبردست اتحاد اسلامی کی بنیاد قائم ہو جائے۔ چنانچہ سرگرمی کے ساتھ اس تحریک کو کامیاب بنانے میں مستغرق ہو گئے۔

آپ کا تمام وقت صرف اسی ادھیڑ بن میں گذرتا تھا۔ کہ کسی طرح اسلامی ممالک کو ایک دوسرے

کے ساتھ محبت و الفت کی لڑی میں منسلک کر دیں۔ اس اثناء میں آپ نے ایک عظیم الشان خصوصی طرز کا قہوہ خانہ جاری کر دیا۔ یہ قہوہ خانہ مشرقی برلن میں ایک بارونق گذرگاہ پر واقع تھا۔ یہاں صرف اعلیٰ طبقہ کے افراد جمع ہوتے تھے۔ بعض اوقات مصری، ایرانی، ترکی اور ہندوستانی بھی اس نئی قسم کے قہوہ خانہ کی دلفریبیوں سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے ادھر آنکلتے۔ قہوہ خانہ کی دوسری منزل میں ایک اورئینیٹ کلب جاری کیا۔ جس میں ہر قسم کے آزاد نگار اور آزاد خیال لوگ رکن تھے۔ منشایہ تھا۔ کہ ہر طبقہ کے لوگوں کے ساتھ اظہار خیالات کا موقع ملے گا۔ یہاں مشرقی، معاشری، سیاسی اور تجارتی امور پر بڑی بڑی دیر تک بحث ہوتی۔ اسی مقصد کی اشاعت کے لئے کلب کی طرف سے ایک اخبار بھی جاری کیا گیا

جرأت ایمانی:۔ اسی زمانہ میں لوگوں نے کہا۔ کہ چند ارمن آپ کے قتل کی فکر میں ہیں آپ اپنی حفاظت کا خیال رکھیں۔ غازی موصوف نے اپنے دوستوں کی نصیحت کو سن کر ہمیشہ یہی فرمایا۔ کہ موت کا وقت مقرر ہے۔ وقت مقررہ سے پہلے کوئی شخص میرے قتل پر قدرت نہیں پا سکتا۔ اور وقت آنے پر کوئی مجھ کو بچا نہیں سکتا۔ لہذا میں مطلق کسی خصوصی احتیاط کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

شہادت:۔ ۱۵ مارچ ۱۹۲۱ء کو دن کے ساڑھے گیارہ بجے آپ گھر سے سیر کے لئے نکلے کوئی سَو میٹر کے فاصلہ پر گئے ہوں گے۔ کہ ایک چوبیس سالہ ارمن نے آپ کے سر کو پستول کا نشانہ بنایا جس کے صدمہ سے غازی موصوف اسی وقت جاں بحق تسلیم ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

ملزم کو گرفتار کر لیا گیا۔ طلعت پاشا مرحوم کی جیب سے ایک کارڈ جس پر ان کا تبدیل شدہ نام علی شکری بیگ آف استنبول تحریر تھا۔ اور بارہ سو مارک برآمد ہوئے۔ اس وقت اس افسوسناک حادثہ کی اطلاع ان کے گھر کی گئی۔ آخر کار لوگوں میں اس کا چرچا ہو گیا کہ مرحوم طلعت پاشا سابق وزیر اعظم دولت عثمانیہ تھے۔ مرحوم کے بھتیجے نے پولیس میں جا کر تمام واقعات سنائے۔ جس سے اس قتل کی سیاسی حیثیت واضح ہوئی۔

قاتل کا بیان:۔ قاتل تھالز مون تاریان نے پولیس کو بیان دیتے ہوئے کہا! کہ طلعت پاشا نے دوران جنگ میں تمام ارمنوں کو تہ تیغ کر دینے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ میرے والد بھی قتل کر دیئے گئے۔ میں نے اسی دن سے یہ عہد کر لیا تھا۔ کہ والد کے خون کا بدلہ ضرور لوں گا۔ آج انہیں قتل کر کے میں اپنے عہد سے سرخرو ہوا ہوں!!

ارمنی سازش:۔ آرمینیا ترکی سلطنت کا ایک صوبہ ہے۔ جو بیرونی حکومتوں کی شہ پر آئے دن بغاوت وشورش کا جھنڈا بلند کر کے سلطنت ترکی کے لئے پریشانی کا باعث بنتا تھا۔ غازی طلعت پاشا جب وزیر اعظم تھے۔ تو آپ نے ان کے خلاف زبردست جارحانہ اقدام کر کے ارمنوں کی سرکشی کا خاتمہ کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بعض ارمن بغاوت کی بجائے سازشوں پر اتر آئے۔ اور ایک انتقام کمیٹی بنا کر مشاہیر ترکوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ طلعت پاشا کے علاوہ کئی ایک اور جلیل القدر ترک جن میں سعید حلیم پاشا، غازی جمال پاشا بھی شامل ہیں ان سازشیوں کا نشانہ بن گئے۔ غازی موصوف کا قاتل اسی سازشی گروہ کا رکن تھا۔

شہید وطن کا جنازہ:۔ اس قوم کے مایۂ ناز فرزند کی نعش ۱۹ مارچ کو ڈاکٹری طریقہ پر بند کر کے ان کے سکونتی مکان پر لائے۔ مذہبی رسوم ادا کرنے کے بعد نہایت تزک و احتشام کے ساتھ جنازہ اٹھایا گیا۔ اور برلن کلب کے تمام ممبر ماتمی الباس میں موجود تھے۔ ہندوستانی مقیم برلن کے علاوہ۔ ترک مصری، جرمن وغیرہ بڑی تعداد میں جنازہ کے ہمراہ تھے۔ جنازہ سرخ رنگ کا تھا۔ اور اس پر ترکی جھنڈا لہرا رہا تھا۔

یہ ماتمی جلوس قیام گاہ سے روانہ ہو کر برلن کے بڑے بڑے بازاروں سے گذرتا ہوا اسٹیشن پر پہنچا۔ جہاں مسٹر پلے نے نہایت پُر درد تقریر میں مرحوم کے محاسن بیان کئے۔ اور ہندوستانی آبادی کی طرف سے اظہار افسوس کیا۔ نعش گاڑی کے ذریعہ قسطنطنیہ لا کر نہایت اعزاز کے ساتھ دفن کی گئی +



غازی احمد مختار پاشا

ابتدائی حالات :- آپ ترکی کے ایک معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے قسطنطنیہ کے فوجی کالج سے جنگی تعلیم و تربیت حاصل کی جرمنی کے فوجی نظام کا بھی نہایت غور و فکر سے مطالعہ کیا۔

عادات و خصائل :- آپ نہایت دلیر، جری، شجاع اور نکتہ رس مدبر ہونے کے علاوہ باکمال ادیب اور انشاپرداز بھی تھے۔ قدرت کی طرف سے وہ تمام جوہر آپ کو ودیعت تھے جو ایک بہادر میں خصوصیت سے نمایاں ہوتے ہیں۔

شیر پلونا، غازی عثمان پاشا اور عمر پاشا فاتح کریمیا کے بعد یہی وہ شخص ہیں۔ جو ترکوں میں شجاعت و شہامت کے لحاظ سے بلند درجہ رکھتے ہیں۔

بغاوت یمن :- ۱۸۷۲ء میں ملک یمن ایک خوفناک بغاوت میں گھرا ہوا تھا۔ چاروں طرف لوٹ مار اور وحشیانہ قتل و غارت جاری تھی۔ بیچارے تاجر اور اہل شہر سخت پریشان تھے۔

حکومت ترکی نے غازی مختار پاشا کی سپہ سالاری میں ایک لشکر روانہ کیا۔ غازی موصوف حدیدیہ پر حملہ آور ہوئے۔ اور بہت سے باغیوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر ۲۵ اپریل ۱۸۷۲ء کو تیس ہزار سپاہ کے ساتھ صنعاء کا محاصرہ کیا۔ اور حسنِ تدبر سے کسی کشت و خون کے بغیر ہی شہر پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۷۵ء میں سرحد کی آبادی نے بغاوت کی۔ جو بہت جلد فرو کر دی گئی۔

جنگ روس :- ترکی فوج کی حالت ابتر تھی۔ تجربہ کار افسروں کی قلت تھی۔ خزانہ خالی تھا۔ ایسی حالت میں روس نے ترکی پر حملہ کر کے اس کا نام و نشان مٹا دینے کی کوشش کی۔ اور ۱۸۷۷ء کا مشہور معرکۂ روم و روس پیش آیا۔ لیکن غازی احمد مختار پاشا کے حسنِ تدبر نے فوج میں وہ زندگی پیدا کی۔ کہ روس کے دانت کھٹے کر دیئے۔

یمن کی دوسری بغاوت :- ۱۸۹۲ء میں شوریدہ سروں نے پھر یمن میں

علمِ بغاوت بلند کیا۔ احمد مختار پاشا پھر گوشمالی کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ نے بہت جلد حالات پر قابو پا لیا۔ اور بغاوت کا قلع قمع کر دیا۔

مصری ہائی کمشنر:۔ اس کے بعد مصر میں دولت عثمانیہ کی طرف سے ہائی کمشنر مقرر ہوئے۔ جہاں آپ نے اپنے حیرت انگیز تدبر، اولوالعزمانہ وطن پروری اور محب قوم ہونے کا بہترین ثبوت دیا۔ سلطان عبدالحمید خاں کے عہدِ حکومت تک غازی موصوف اسی جگہ پر فائز رہے۔

اس وقت ملک میں دستوری حکومت رائج تھی۔ سعید پاشا کی وزارت برسرِ اقتدار تھی اور اس کی من مانی کارروائیوں کی وجہ سے احرار ترک اس سے بدظن ہو رہے تھے۔

قسطنطنیہ میں واپسی:۔ احمد مختار پاشا مصر سے قسطنطنیہ چلے آئے مگر بوجہ پیرانہ سالی خاموشی کی زندگی بسر کرنے لگے۔

وزارت:۔ جولائی ۱۹۱۲ء میں سعید پاشا کی وزارت ٹوٹ گئی۔ اور دولت عثمانیہ کو ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ کوئی ایسا سرد و گرم زمانہ چشیدہ مدبر ملے۔ جو وزارتِ عظمےٰ کی اہم و نازک خدمات انجام دے سکے۔ چنانچہ اس عظیم الشان منصب کے لئے نگاہیں غازی احمد مختار پاشا ہی کی طرف اٹھیں۔ آپ نے صدارت کے عہدے پر فائز ہو کر اپنی تقریر میں فرمایا:۔

"دولت عثمانیہ کے معاملات میں الجھنیں پڑی ہوئی ہیں۔ ان کے سلجھانے میں پوری کوشش کروں گا۔ مگر قوم کا فرض ہے۔ کہ وہ امن و امان قائم رکھ کر میری مدد کرے میں قانون اساسی پر حرف بحرف عمل کروں گا۔ اور قوم و سلطنت کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دوں گا۔ دولِ خارجہ کے ساتھ ہماری وہی حکمت عملی رہے گی جو پہلے تھی"۔

اس کے بعد آپ ملکی اصلاح میں مصروف ہو گئے۔ اور سلطنت کے ہر شعبہ میں ترمیم و تنسیخ کر کے ترقی کی منزلیں آسان کر دیں۔ بلادِ عثمانیہ میں غیر ملکی لوگوں کو جو رعایتی اور امتیازی حقوق حاصل تھے۔ ان میں سے اکثر واپس لے گئے۔

وزارت میں اختلاف:۔ ان دنوں وزارت کے درمیان اختلاف پیدا ہوا ایک جمعیت جس کے سرپرست غازی احمد مختار پاشا تھے۔ اس کا مقصد تھا۔ کہ تمام سیاسی

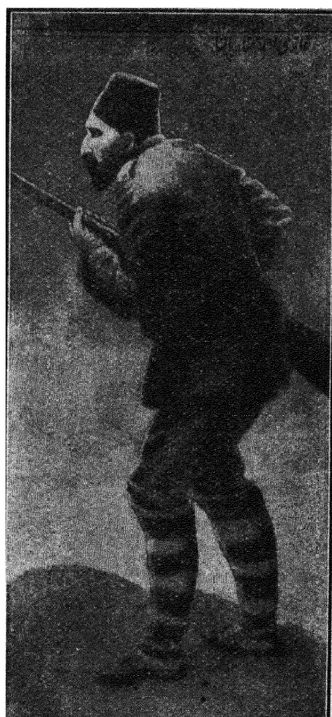
گروہوں اور رعایا کے افراد سے حریت و مساوات کا سلوک کیا جائے۔ اس جمعیت کے معزز اور ذی اثر ہمنوا حسین حلمی پاشا۔ محمد فوزی، سعید بے وزیر تعلیم، ضیا پاشا۔ داماد شریف اور محمود مختار پاشا تھے۔

دوسری جمعیت جس کے سرپرست کامل پاشا کی وزارت اور ارکان، ناظم پاشا۔ جمال الدین آفندی، عبدالرحمن تھے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ وطن دوستوں کا ایک فرد بھی حکومت کے عنصر میں نہ رہنے پائے۔ اس اختلاف کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ حلمی پاشا و داماد شریف و ضیاء پاشا جیسے مقتدر ارباب حل و عقد اپنے عہدوں سے کنارہ کش ہو گئے۔ کہ ہم اپنے منصب کو خیر باد کہتے ہیں۔ مگر ضمیر فروشی نہیں کرنا چاہتے۔

احمد مختار پاشا کو کامل پاشا اور اس کے تاشہ سراؤں نے دھمکی دی۔ کہ اگر ہماری رائے کا اتباع نہ کیا۔ تو آپ کو وزارت عظمےٰ سے دست بردار ہونا پڑے گا۔ مگر اس وطن دوست حق پسند اور با اصول وزیر نے یہ دندان شکن جواب دیا کہ میں جب تک ان فرائض کو جو سلطان المعظم کی طرف سے مجھے تفویض ہوئے ہیں۔ بخوبی انجام نہ دے لوں گا۔ منصب وزارت سے ہرگز ہرگز دست بردار نہیں ہو سکتا۔

جنگ بلقان:۔ آپ ان نکتہ رس ترکی مدبروں میں سے تھے۔ جنہوں نے ریاستہائے بلقان کی چالبازیوں اور بکثرت فراہمی اسلحہ سے قبل از وقت نتیجہ نکال لیا تھا۔ کہ جنگ ضرور ہوگی۔ چنانچہ آپ نے بھی فوجی تیاریاں شروع کر دیں۔

آخر وہ منحوس وقت آپہنچا۔ جب سرویہ اور مانٹی نگرو کی فوجیں حدود عثمانیہ کی طرف پیش قدمی کرنے لگیں۔ آپ نے اس غیرت وحمیت کے اقتضا سے جو ہر زندہ قوم کے افراد میں ہونا چاہئے۔ سلطان المعظم سے درخواست کی۔ کہ ہمیں اعلان جنگ میں عجلت سے کام لینا چاہئے حدود عثمانیہ پر ہماری صرف نوے ہزار فوج موجود ہے۔ وہ غنیم کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ لہٰذا ہمیں ایک ریاست مانٹی نگرو کے خلاف فوجی کارروائی شروع کر دینی چاہئے۔ اور دیگر بلقانی ریاستوں کے ساتھ خط و کتابت اور لیت و لعل میں کچھ دن گذارنے چاہئیں۔ تاکہ ہم اپنی فوجیں مجتمع کر کے غنیم کا بآسانی مقابلہ کر سکیں۔ مگر اس مشورے کے وقت آپ کے



متعلقه صحيفه ٦٢١



متعلقه صفحه ١٦٦

فرزند ارجمند وزیر بحری غازی محمود مختار پاشا بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا:۔

"بلغاریہ جو ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس کی فوجی تیاریاں قطعی نامکمل ہیں۔ اگر ہم نے اعلانِ جنگ میں دیر کی۔ تو اس لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اسے ہم پر حملہ کر دینے کا ایک اد موقع ملے گا۔ جو ایک حد تک ناموزوں اور ترکی شان کے خلاف ہوگا۔ لہٰذا ہمیں عجلت اور پیش دستی سے کام لینا چاہیئے"

غازی محمود مختار پاشا کی تقریر کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ترکی مدبرین نے غازی احمد مختار پاشا کی تجویز مان لی گئی۔ اور فوراً تمام بلقانی اتحادیوں کے مقابلہ میں اعلان جنگ کر دیا۔

وزارت سے استعفیٰ:۔ شکست و فتح خدا کے ہاتھ ہے۔ ترکی فوج کی ان تھک کوششوں کے باوجود۔ قرق کلیسا میں ان کو شکست ہوئی۔ آپ کی غیرت سے یہ دیکھا نہ گیا کہ آپ بابعالی میں کرسی صدارت پر متمکن رہیں۔ اور ادھر ترکی عظمت کا شیرازہ بکھیرنے کو ہو۔ آپ صدارت کے عہدۂ جلیلہ سے مستعفی ہوگئے۔ اور ومن یقتل فی سبیل اللّٰہ کہتے ہوئے!

میدانِ جنگ میں تشریف آوری:۔ میدان کارزار میں تشریف لے گئے۔ جہاں دنیا کو جنگ روس و روم کا منظر ایک دفعہ پھر نظر آگیا۔

ایڈریانوپل کی بازیابی:۔ کامل پاشا کی غدار وزارت نے ایڈریانوپل ریاستہائے بلقان کے حوالے کر دینے کا پہلے ہی فیصلہ کر لیا تھا۔ لیکن قوم کے سامنے حق بجانب ہونے کے لئے ایک برائے نام قومی مجلس کے انعقاد کا اعلان کیا۔ مجلس کی شرکت کے لئے تقریباً ایک سو مشاہیر کو دعوت دی گئی۔ جس میں غازی احمد مختار پاشا بھی تھے۔ دولِ یورپ کی یادداشت پڑھ کر سنائی گئی۔ جس میں باب عالی کو مشورہ دیا گیا تھا۔ کہ وہ ایڈریانوپل بلقان کے حوالے کر دے۔ یادداشت کے ختم ہونے پر ناظم پاشا۔ جمال الدین، سعید پاشا وغیرہ نے ترکی کی موجودہ حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے زور دیا۔ کہ اتحادیوں کا مشورہ قبول کر لیا جائے۔

مختار پاشا کی جراُت:۔ لیکن جراُر احمد مختار پاشا نے ترکی کی موجودہ صورت کو ہمت افزا بتاتے ہوئے یادداشت کو غیر ضروری ٹھہرایا۔ اور صاف طور پر بتا دیا کہ قوم کی عزت اسی میں ہے۔ کہ وہ مدافعانہ کارروائی کو سختی کے ساتھ جاری رکھے۔ اور ایڈریانوپل

کی ہو آنکھ مینے کا کبھی خیال میں نہ لائے۔

آخر احرار ترکوں کو اس نام نہاد قومی مجلس کے فیصلہ کا علم ہو گیا۔ انور و طلعت کی جانبازانہ جدوجہد سے تمام کام درست ہو گئے۔ کامل پاشا کی وزارت ٹوٹ گئی جس سے دشمنانِ اسلام کا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا۔ اور ان کا بنا بنایا کھیل ان کفر شکن ہاتھوں نے بگاڑ دیا۔ جس کی تفصیل آپ کسی دوسری جگہ پڑھیں گے



غازی محمود مختار پاشا

ابتدائی حالات:۔ آپ غازی احمد مختار پاشا سابق صدر اعظم دولتِ عثمانیہ کے فرزندِ رشید ہیں۔ غازی احمد مختار پاشا جنگ کریمیا اور جنگِ روس کے آزمودہ جرنیل تھے ان کے شجاعانہ کارنامے آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ ایسے عدیم النظیر باپ کے بیٹے شجاعت و شہامت سے کس طرح خالی رہ سکتے تھے۔

تعلیم و تربیت:۔ فوجی تعلیم کا شروع سے شوق تھا۔ اس لئے آپ کے والد نے رجحانِ طبعی دیکھ کر انہیں قسطنطنیہ کے جنگی کالج میں داخل کرا دیا۔ جہاں کئی سال تک تعلیم حاصل کی علمی پیاس ابھی بجھی نہ تھی۔ کہ جرمنی تشریف لے گئے۔ حربی تعلیم کا عملی حصہ مکمل کرنے کے لئے جرمن فوج میں شامل ہو گئے۔ اور کچھ دنوں وہیں جنگی خدمات ادا کرتے رہے۔

عہدۂ وزارت:۔ خداداد ذہانت نے آپ کو بہت جلد نظارت بحریہ کے عہدۂ جلیلہ تک پہنچا دیا۔ جہاں کوشش کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ جنگِ بلقان کے موقع پر آپ کی طبیعت سے ضبط نہ ہو سکا۔ قومی ہمدردی نے جوش مارا۔ اور آپ وزارت کے عہدے سے مستعفی ہو کر میدانِ جنگ میں کمان افسر کی حیثیت سے شامل ہو گئے

حربی خدمات:۔ سب سے پہلا معرکہ ایڈریانوپل پر آپ کو پیش آیا۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو بلغاروی فوجوں نے قرق کلیسا پر جو شدید حملہ کیا تھا۔ اس کے مقابلہ میں آپ ہی کی زیر کمان

فوج بھیجی گئی تھی۔ اسی مقام پر بلغاریوں سے ترکی فوج کا ایک خونریز معرکہ ہوا تھا۔ اور غازی موصوف ایسی حالت میں فوجیں لے کر بڑھے تھے۔ کہ آسمان پر گھٹا ٹوپ آندھی چھا رہی تھی۔ پھر موسلا دھار بارش پڑنے لگی۔ لیکن یہ ہمت و استقلال کا پیکر اپنی فوج کو برستی بارش میں اڑائے چلا گیا۔ آپ کی جرار سپاہ تمام رات ڈوبتی تیرتی سفر کرتی صبح ہوتے ہی جنگی محاذ پر پہنچ گئی۔ جہاں انہیں بلغاریوں سے مقابلہ کرنا تھا۔ اگر اس وقت غازی محمود مختار پاشا کی جگہ کوئی اور کمان افسر ہوتا تو شاید خود بھی جی چھوڑ دیتا۔ بلکہ خستہ و ماندہ اور پانی میں شرابور سپاہ سے بھی قطعی کام نہ لے سکتا۔ مگر غازی ممدوح کی ہمت مردانہ نے اس نازک موقع پر اپنی مسلمہ جانبازانہ سرگرمی سے کام لیا۔ اپنی فوج کو دشمنوں پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اور تھوڑی دیر میں دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔

معرکہ قرق کلیسا:۔ آپ کا خیال تھا۔ کہ میدان جنگ میں بلغاروی فوج کی حیثیت زیادہ مضبوط نہ ہو گی۔ مگر فی الحقیقت اس کی تعداد توقع سے بہت زیادہ نکلی۔ لیکن اس اللہ کے بندے نے اس زیادتی کی مطلق پروا نہ کی۔ اور مردانہ وار دشمن کا مقابلہ کرتا رہا۔ آپ کی سپاہ نہایت حوصلہ مندی کے ساتھ فوج مقابل پر ٹوٹ پڑی۔ اور آن کی آن میں لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ آخری شبخون، جو قرق کلیسا پر تاکستانوں کی راہ سے مارا گیا۔ نہایت ہی خوفناک تھا۔ لڑائی دست بدست ہوئی۔ جس میں سنگینیں۔ رائفلوں کے کندے تلواریں خنجر چاقو۔ یہاں تک کہ کلہاڑیاں استعمال میں لائی گئیں۔ یہ خونی منظر قلعہ کی برقی روشنی میں صاف طور پر دیکھا جا رہا تھا۔ تاکستان سے گذر کر بلغاروی فوج نے قلعہ پر حملہ کیا۔ مگر بری طرح پسپا ہوئی۔

عیسائی سپاہیوں کی مکاری:۔ مگر مکار عیسائی ترکی سپاہیوں نے ایسے نازک وقت میں ہتھیار ڈال دیئے۔ ان کے اس طرز عمل نے ترکی فوج میں سراسیمگی اور ابتری پھیلا دی۔ محمود مختار پاشا پھر بھی ثابت قدمی سے میدان میں ڈٹے رہے۔ اور اپنے اوسان بجا رکھ کر بھاگنے والے سپاہیوں کو طمنچہ سے اڑانا شروع کر دیا۔ مگر چونکہ عیسائیوں کی بھاگڑ نے ترکی فوج کا شیرازہ درہم برہم کر دیا تھا۔ اس لئے غازی ممدوح کو مجبوراً پسپا

ہونا پڑا۔ اگر عیسائی سپاہی وقت پر دغا نہ دے جاتے۔ تو فتح کی دیوی ترکوں کے قدم چومتی دستوری حکومت کے قیام کے بعد نوجوان ترکوں کو اس جنگ میں یہ عبرت آموز سبق مل گیا۔ کہ عیسائیوں کو فوج میں مساوی حق دینا کس قدر خطرناک ہے۔

معرکہ قرق کلیسا کے بعد انہیں ایڈریانوپل کی مہم پر جانا پڑا۔ جہاں آپ نے حیرت انگیز جانباز انہ کارناموں سے دشمنوں کو شکست فاش دی۔ قسطلجہ اور اس کے قریب بلغاروی فوج سے مقابلہ ہوا۔ لیکن آپ کے دلیرانہ حملے کی تاب نہ لا کر بلغاروی نوک دم بھاگ گئے۔

ناظم پاشا سپہ سالار افواج عثمانیہ نے بہ نفس نفیس میدان جنگ میں شامل ہو کر بلغاری فوج کو زبردست شکست دی۔ ان کے ساتھ غازی محمود مختار پاشا کی مساعی کا بھی عنصر غالب شامل تھا۔

محمود مختار پاشا زخمی ہو گئے:۔ ایک رات اندھیرے میں اپنے اسٹاف کے تین افسروں کو ہمراہ لے کر غنیم کی چوکیوں کا پتہ لگانے کے لئے نکلے تھے۔ کہ یکایک ان پر گولیوں کا مینہ برسنے لگا۔ آپ کے ہمراہیوں نے یہ سمجھ کر کہ آتش باری ان کے ہراول دستہ نے کی ہے۔ زور سے چیخ کر بولے کہ "فیر نہ کرو"، اور اس آواز کے ساتھ ہی محمود پاشا گھوڑے سے گرے! آپ کی ٹانگ میں گولی لگی۔ آپ فوراً کیمپ میں پہنچا دیئے گئے۔

اعتراف خدمات:۔ جرمنی سفارت خانے کے ہسپتال میں جہاں آپ زیر علاج تھے۔ جلالت مآب سلطان المعظم نے بہ نفس نفیس تشریف لا کر آپ کی مزاج پرسی فرمائی۔ اور آپ کی جنگی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے مسرت آمیز لہجہ میں شکریہ ادا کیا۔ نیز جلالت مآب نے آپ کے والد احمد مختار پاشا کو ایک پیغام بھیجا:۔

"مجھے آپ کے فرزند ارجمند محمود مختار پاشا کی شجاعت و شہامت پر حیرت و تعجب ہے، ان کے جنگی کارنامے عثمانیوں کے لئے باعث افتخار ہیں۔"

کچھ مدت تک آپ نے سفارت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ چنانچہ جن دنوں آپ برلن تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے یہ سن کر کہ بلغاریہ ترکی قیدیوں کو قتل کر دے گا۔ ایک آسٹریئی اخبار کے نمائندے سے صاف کہہ دیا تھا کہ اگر بلغاریوں نے ترکی اسیران جنگ کو شہید کر دیا

تو ترکی میں بے تابانہ جوش پھیل جائے گا۔ اور یہ وہ آگ ہوگی۔ جس کے شعلے صوفیہ کے محلوں تک کو تباہ کر کے چھوڑیں گے؛

حسین حلمی پاشا

عادات وخصائل:۔ آپ ابتداء ہی سے حریت پسند اور خود دار واقع ہوئے تھے۔ دستوریت اور وطن دوستی کا مادہ قدرتی طور پر آپ کو ودیعت تھا۔ تدبر اور ذہانت میں بھی بے مثل تھے۔ حلم و تواضع آپ کی امتیازی خصوصیت تھی۔ اس غیرت مند محب وطن نے دولت عثمانیہ کو مشکلات ومصائب سے بچانے کے لئے کئی بار اپنی جان خطرے میں ڈالی۔ کئی بار اپنے مناصب جلیلہ سے کنارہ کش ہوا۔ مگر خلافت عظمےٰ پر آنچ نہ آنے دی۔ آپ کی تاریخ حیات آپ کی وطن دوستانہ خدمات سے پُر ہے۔

خدمات:۔ ۱۹۰۵ء میں آپ ولایت مقدونیہ کے انسپکٹر جنرل تھے مشہور قوم پرور بطل حریت۔ غازی انور پاشا آپ کے ایڈیکانگ تھے۔ ایسے نازک وقت میں جب کہ روس اور آسٹریا کی متفقہ سیاسی طاقت مقدونیہ میں عثمانی سیادت کا گلا گھونٹنا چاہتی تھی حسین حلمی پاشا کے تدبر کا زبردست فولادی گھونسا ان کی ناک کے سامنے تنا ہوا تھا۔ آخر پاشا نے موصوف کے سیاست و تدبر نے روس اور آسٹریا کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیئے

۱۹۰۸ء میں آپ مناستر کے گورنر بنا دیئے گئے۔ جہاں آپ کی انتظامی ذمہ داریاں پہلے سے زیادہ ملکی مہمات میں آپ کو مصروف رکھنے لگیں۔

انقلابی سرگرمیاں:۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کہ انجمن اتحاد و ترقی کی کوششیں چاروں طرف اپنا اثر کر چکی تھیں۔ عثمان پاشا جنہیں سلطان کی طرف سے ترکان احرار کا سر کچلنے کے لئے مناستر بھیجا گیا تھا۔ اپنے ہمراہیوں سمیت گرفتار ہو چکے تھے۔ شمسی پاشا جنرل افواج مناستر اس سے پہلے تہ تیغ کئے جا چکے تھے۔

۲۱ر جولائی کو انجمن اتحاد و ترقی کی مرکزی کمیٹی واقع مناستر نے فیصلہ کیا کہ شہر میں نئی دستوری حکومت کا اعلان کر دیا جائے۔ اور سلطان المعظم کو اس مضمون کا تار دیا گیا۔ کہ دستوری حکومت کا جلد سے جلد ملک میں اعلان کیا جائے۔ تاکہ رعایا میں مزید ابتری نہ پھیلے اگر ۲۴ر جولائی تک مجلس مبعوثین کے قیام کی بابت فرمان جاری نہ کیا گیا۔ تو جلالت مآب کی مرضی کے خلاف واقعات ظہور پذیر ہوں گے۔" ایک اور تار کے ذریعہ انجمن کے صدر مقام سالونیکا کو اپنی کامیابی کی اطلاع دی گئی۔"

۲۳ر جولائی کو کمیٹی کے ارکان نے دوبارہ فیصلہ کیا۔ کہ سلطان المعظم کے جواب کا انتظار کئے بغیر مناستر میں آج ہی آزاد حکومت کا اعلان کیا جائے۔ اور اس بات کے لئے حلمی پاشا گورنر مناستر کو نہایت موزوں خیال کیا گیا۔

حلمی پاشا بظاہر تو سلطان کے وفادار ملازم تھے۔ مگر دل سے محل والوں کی کارروائیوں کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ لیکن یہ وقت آپ کے لئے نہایت نازک تھا۔ ادھر احرار کا یہ مطالبہ ادھر سلطانی احکام۔ کہ انقلاب پسندوں کو گرفتار کر لیا جائے۔ سوچتے تھے۔ کہ کیا کیا جائے۔ احرار کو بھی آپ پر پورا اعتماد تھا۔ اور وہ اس کے لئے کوشاں تھے۔ کہ آپ علانیہ ان کے ساتھ شامل ہو جائیں۔

آخر مصلحت کو مدنظر رکھ کر آپ نے اتحاد و ترقی کے ارکان کو یہ جواب دیا۔

"اگرچہ مجھے نوجوان ترکوں سے ہمدردی ہے۔ مگر بحیثیت ایک جلیل القدر اور ذمہ دار رکن سلطنت ہونے کے اس قسم کا کوئی اعلان اپنی طرف سے نہیں کر سکتا جب تک مجھے جلالت مآب کی طرف سے حکم نہ ملے۔"

انور پاشا کی دھمکی:۔ غازی انور بے صرف آپ کے ایڈیکانگ ہی نہ تھے۔ بلکہ انجمن اتحاد و ترقی کے سرگرم رکن بھی تھے۔ انہوں نے حلمی پاشا کو صاف کہہ دیا۔ کہ:۔

"اگر آپ چوبیس گھنٹے کے اندر اس حکم کی تعمیل نہ کریں گے۔ تو آپ کا سر تن سے الگ کر دیا جائے گا۔ آپ اس بارے میں سلطان سے دریافت کر سکتے ہیں۔ اور صاف الفاظ میں بتا سکتے ہیں۔ کہ رعایا کی مرضی کے خلاف عمل کرنے سے سخت

نقصان ہو گا۔ اگر جلالت مآب اپنا احترام قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ تو فوراً دستوری حکومت کا اعلان کر دیں۔"

غازی انور پاشا کے یہ غضبناک الفاظ سن کر حلمی پاشا مسکرائے اور کہنے لگے۔ کہ میں تو نوجوان ترکوں کا ہوا خواہ ہوں۔" ان اندرونی مصائب سے سلطنت کو بچانے کے لئے جنرل حلمی پاشا نے یہی مناسب سمجھا کہ سلطان المعظم کو دستوری حکومت کا مشورہ دیا جائے۔ چنانچہ جس وقت محل یلدیز سے یہ حکم موصول ہوا۔ کہ دستوری حکومت کا خواب دیکھنے والوں کو کچل دیا جائے۔ تو پاشائے موصوف نے برقی پیغام کے ذریعہ سلطان کو جواب دیا:

"اگرچہ یہ نہایت معمولی بات ہے۔ کہ فرمان سلطانی کے مطابق اتحادی جمعیت کو گرفتار کر لیا جائے۔ مگر ان کی گرفتاری سے انقلاب کا تلاطم خیز طوفان جو تمام ملک میں نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ جبر و تشدد کے تنکے سے رک نہیں سکتا لہٰذا اس خانہ زاد کی رائے میں بہتر یہ ہے کہ خود ذاتِ شاہانہ مصلحت وقت کو مدِنظر رکھتے ہوئے دستوریت کا اعلان فرما دیں۔"

چنانچہ حریت و آزادی کی اس نہ رکنے والی تحریک نے سلطان کو بھی متاثر کر دیا۔ اور ۲۴ جولائی کی صبح کو سلطنتِ عثمانیہ کے طول و عرض میں بذریعہ تار دستوری حکومت کا اعلان ہو گیا۔

اعلان کے ہوتے ہی ترکی قوم کی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہو گیا۔ نوجوان ترک حسین حلمی پاشا کے تدبر کے تو پہلے ہی معترف تھے۔ ان کی اخلاقی جرأت کے اب قائل ہو گئے۔ چنانچہ جدید وزارت کی تشکیل کا موقع آیا۔ تو احرار ترکوں نے اپنی پوری طاقت حسین حلمی پاشا کے صدرِ اعظم بنائے جانے پر صرف کی۔ مگر سلطان عبدالحمید خاں جو ایسی آزادانہ دلیری پر ہمیشہ برہم ہو جایا کرتے تھے حلمی پاشا اور صدارت کے درمیان حائل ہو گئے۔ اور صدارت کا منصب کامل پاشا کو تفویض کیا گیا۔

جنگ بلقان کے موقع پر کامل پاشا کی غدار وزارت نے ترکی عظمت کو جس طرح نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ وہ آپ پڑھ چکے۔ رجعت پسند کامل پاشا ...... حریت نواز

نوجوانوں کی زبردست طاقت کے مقابلہ میں زیادہ مدت تک منصب وزارت پر متمکن نہ رہ سکے
تجدید وزارت پر وزارت میں حسین حلمی پاشا بھی شامل کر لئے گئے۔ آپ کے مرتبہ پروگرام کی
ایک اہم دفعہ یہ تھی۔ کہ جو لوگ عثمانی قوم میں تفرقہ اور فساد ڈلوانا چاہتے ہیں ہم ان کا پورے
طور پر مقابلہ کریں گے۔ اور اتحاد و اتفاق کی برکتوں کو ملک میں رائج کر دیں گے۔ اس لئے
کہ ہماری قوم کی عزت اور عظمت اسی میں ہے۔

سلطان عبدالحمید خاں کی معزولی:۔ ۲۷ اپریل ۱۹۰۹ء کی صبح کو نیشنل اسمبلی
نے سعید حلیم پاشا کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد کیا۔ اور سوال و جواب کے طریق پر سلطان کے
خلاف ایک فتویٰ لکھ کر اس پر شیخ الاسلام کے دستخط کرائے۔ اور اسے حاضرین کے سامنے
پیش کیا گیا۔ جہاں اتفاق رائے سے فیصلہ ہوا۔ کہ سلطان عبدالحمید خاں کو معزول کر دینا
چاہئے۔

اس وقت اس غیرت مند اور محب وطن پاشا نے بہت بڑے ایثار اور جذبۂ وطن
پروری سے کام لیا۔ یعنی نیشنل اسمبلی کی مخالفت کرنے کی بجائے وزارت سے مستعفی ہو گئے۔

آخر ۲۸ اپریل ۱۹۰۹ء کو ترکی سلطنت میں ایک دفعہ پھر انقلاب آیا۔ اور سلطان
عبدالحمید خاں تینتیس سال کی باہیبت فرمانروائی کے بعد قومی فتوے کی رُو سے تخت سے
علیحدہ کر دیئے گئے۔ سلطان عبدالحمید خاں کے بھائی محمد رشاد آفندی محمد خامس کے
لقب سے سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ اس بالغ النظر سلطان کی نظریں صدر اعظم کے لئے
سب سے پہلے جس شخص کی طرف اٹھیں وہ حسین حلمی پاشا تھے۔ ترکی قوم کی خوش قسمتی تھی کہ
غازی حلمی پاشا ایک دفعہ پھر ملکی خدمت کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ آپ کی ذات سے ترکی
قوم کو جس قدر فوائد حاصل ہوئے۔ وہ احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ آپ نے ملک میں جدید اصلاحات
کا نفاذ کیا۔ زراعت کی طرف بھی بہت کچھ توجہ فرمائی۔ آئے دن قرضوں سے سلطنت
مقروض ہو چکی تھی۔ چنانچہ یہ آپ کا حسن تدبر تھا کہ سلطنت کے سر سے قرض کا بہت سا
بوجھ ہلکا ہو گیا۔ ان گوناگوں خدمات و تعدشات کی وجہ سے آپ کی صحت پر برا اثر پڑا چنانچہ
آرام حاصل کرنے کے لئے آپ نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔

جب سعید پاشا مستعفی ہوئے۔ تو ان کی جگہ پھر خالی ہو گئی۔ بعض حلقوں میں خیال تھا کہ حسین حلمی پاشا سے پھر درخواست کی جائے گی کہ وہ اسے بدستور منظور کریں۔ لیکن سلطان المعظم نے اس منصب کے لئے مشہور قابل احترام بزرگ غازی احمد مختار پاشا کو منتخب کر لیا۔ اور حسین حلمی پاشا وزیر قانون بنا دیئے گئے۔

حسین حلمی پاشا کی غیرت:۔ آپ کی غیرت مندی اور قوم پسندی کا ثبوت اس واقعہ سے بھی ملتا ہے۔ کہ جب کامل پاشا نے اپنی چند روزہ غدارانہ صدارت میں ذاتی اور شخصی عناد کی وجہ سے الہلال کے مشہور حریت پسند مصری ایڈیٹر عبدالعزیز شاویش کو مصری حکومت کے حوالے کر دیا۔ تو حسین حلمی پاشا جیسے مقتدر قومی عظمت کے پاسدار سے نہ رہا گیا آپ نے نہایت پرجوش الفاظ میں کامل پاشا کی اس نامناسب حرکت کو ترکی قوم کی شان دار روایات کے خلاف بتایا اور کہا کہ سلطنتِ عثمانیہ نے آجتک کسی مجرم کو دوسری سلطنت کے حوالے نہیں کیا۔ بلکہ اس شرف کی حفاظت میں ترکی کو کئی بار جنگ کرنی پڑی ہے۔ مگر آپ کی آواز سنی نہ گئی۔ اور آپ نے احتجاج کے طور پر استعفٰی دے دیا۔

صدارت انجمن ہلال احمر:۔ مستعفی ہونے کے بعد آپ آستانہ میں خاموش زندگی بسر کرنے لگے۔ اور جب جنگ بلقان شروع ہوئی تو آپ کو انجمن ہلال احمر کی صدارت پیش کی گئی۔ اور آپ نے اسی دردِ دل سے جو آپ کو ہمیشہ قومی و ملکی خدمت کے لئے مستعد رکھتا تھا۔ اسے قبول فرما لیا۔ قسطنطنیہ ایڈریانوپل، سالونیکا، اسکوب، یانینہ، صوفیہ اور اسقودرہ میں زخمیوں کے لئے سات عظیم الشان ہسپتال قائم کئے۔

۱۳ر اکتوبر کو آپ دولتِ عثمانیہ کی جانب سے سفیر مقرر ہو کر فخرالدین[۱] بے کی ہمراہی میں ویانا تشریف لے گئے۔ آپ نے جب دیکھا۔ کہ روس اور آسٹریا ایک دوسرے کے دشمن ہو چکے ہیں۔ سرویا اور آسٹریا میں کشمکش جاری ہے۔ اور اس طرح اتحادِ ثلاثہ میں سیاسی پیچیدگیاں روبہ ترقی ہیں تو اپنے خداداد تدبر اور عجیب و غریب ذہانت سے ترکی قوم کے لئے اس سے فائدہ اٹھایا حلمی پاشا دو مرتبہ صدارتِ عظمٰی کے عہدۂ جلیلہ پر ممتاز ہوئے۔ آپ کی حیرت انگیز

---

[۱] آج کل آپ فخری پاشا کے نام سے معروف ہیں۔

ہر دلعزیزی ایک دفعہ پھر آپ کو منصب وزارت پر پہنچا دیتی۔ مگر جلالت مآب کی مرضی کسی اور شخص کے لئے تھی۔

حلمی پاشا کو دو شورشوں کے موقع پر اپنے آپ کو معرض خطر میں ڈالنا پڑا۔ اور انہیں دو نازک موقعوں کی کامیابی تھی۔ جس کی وجہ سے پاشائے موصوف نے حکومت اور قوم کے دل میں اپنی جگہ پیدا کرلی۔ جب روس اور آسٹریا متحدہ قوت سے مقدونیہ میں عثمانی عزت کا خاتمہ کرنے کی سرگرم کوششیں کر رہے تھے۔ تو یہی فرد فرید تھا جس کی غیر معمولی قابلیت نے ان کے اس خطرناک پروگرام کے پرزے اڑا دیئے۔ انگریزوں اور روسیوں نے عثمانی مقبوضات کی تقسیم کے لئے اپنے مطالبات پیش کئے۔ تو انقلاب عثمانی کا وقت آگیا۔

حسین حلمی پاشا باوجود ایک جلیل القدر عہدے پر مامور ہونے کے حریت پسند ترکوں کے ساتھ تھے۔ مگر نہ آپ نے سلطان کی طرفداری کی۔ اور نہ اتحاد و ترقی کی جانب داری۔ بلکہ حسن تدبر سے دونوں کو تشفی بخش جواب دے کر ایک حد تک مصیبت کو روک دیا۔ آپ نے ہمیشہ وہی کیا۔ جو ان کے خیال میں قوم و ملک کے حق میں مفید ثابت ہوا۔



جاوید بے

ابتدائی حالات:۔ آپ ۱۸۷۵ء میں بمقام سالونیکا پیدا ہوئے۔ والدین کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا۔ اور یہ افکار و آلام میں مبتلا ہو گئے۔ تعلیم کا ذوق و شوق یہاں تک تھا۔ کہ مصائب کا طوفان خیز سمندر ان کے بلند ارادوں میں حائل نہ ہو سکا۔

متین طبیعت کے ساتھ بلا کی ذہانت، مستقل مزاجی، فکر رسا اور تدبر ایسی صفات تھیں جن کا شہرہ ان کے ہمجماعت لڑکوں سے نکل کر دور دور ہونے لگا۔ اور درحقیقت یہی وہ شہرت تھی جس نے آگے چل کر علمی اور ادبی حلقوں میں ان کی موجودگی کو ضروری قرار دے دیا۔

عملی زندگی:۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ آستانہ علمیہ کے مشہور کالج میں

اقتصادیات سیاسی کے پروفیسر ہو گئے۔ اور رفتہ رفتہ یہاں تک ترقی کی۔ کہ ایک دوسرے کالج کے پرنسپل بنائے گئے۔ جہاں نہایت محنت، کوشش اور تندہی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔

سیاسی زندگی:۔ انور، طلعت اور شوکت کی کوششیں بارآور ہو رہی تھیں انجمن اتحاد و ترقی لوگوں کے دلوں پر حکمران تھی۔ یکایک انقلاب کا طوفان آیا۔ اور دورِ استبداد ختم ہو گیا۔ جاوید بے کالج کے نظم و نسق سے کنارہ کش ہو کر علمبرداران سیاست میں شامل ہو گئے غازی انور پاشا کی معیت کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتے تھے۔ دستوری حکومت کے قیام میں غازی موصوف کے دست و بازو رہے۔

جنگ طرابلس:۔ جب اٹلی سے جنگ چھڑ گئی۔ ان دنوں جاوید بے فرانس میں فنونِ جدیدہ کی تحقیقات میں مصروف تھے۔ لیکن جنگ کی خبر سنتے ہی بے قرار ہو گئے۔ تمام مشاغل علمیہ یکسر ترک کر کے فرانس سے ٹیونس آئے۔ اور وہاں سے دیگر ترک و عرب افسروں کی طرح بھیس بدل کر حدود طرابلس میں دلیرانہ جا پہنچے۔

طرابلس کے اکثر معرکوں میں یہ ابتداء سے شریک کارزار رہے۔ اور ہر میدان سے نامور و سربلند واپس آئے۔ بعض معرکوں میں جب نہایت اہم اور مخدوش جنگی خدمات کی ضرورت ہوئی۔ تو سب سے پہلے انہی نے اپنی جگہ سے حرکت کی۔ بارہا ایسا ہوا۔ کہ بھیس بدل کر تن تنہا چلے گئے۔ اور گھنٹوں اطالوی کیمپ میں جا کر ان کی نقل و حرکت دیکھتے رہے۔ ایک دفعہ کسی ایسے ہی مخدوش موقع پر دشمنوں کے سخت محاصرہ میں گھر گئے تھے لیکن اپنی دلیری اور بے باکانہ شجاعت کی وجہ سے بچ کر نکل گئے۔

مجلس آئین ساز کی رکنیت:۔ جب دوسری بار پارلیمنٹ کا قیام عمل میں آیا تو "سالونیکا" کے حلقے سے آپ بھی اس کے ممبر منتخب ہوئے۔ مالیات میں آپ بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔

سال کے اختتام پر مالی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اپنی غیر معمولی ذہانت، وسیع تجربہ، خداداد عقل کی وجہ سے آپ اس کے صدر منتخب ہوئے۔ اور پھر ان ہی خصوصیات نے آپ کو وزارتِ

مالیات کے عہدۂ جلیلہ تک پہنچا دیا۔ جہاں آپ نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ سلطنت کی مالی حالت قابل اطمینان کی جائے۔ آپ ہی کی کوششوں سے عثمانی قرض کے حصول میں آسانیاں پیدا ہوئیں۔

ترکِ وطن:۔ اُن دنوں کامل پاشا کی وزارت برسرِ اقتدار تھی۔ اُن کا ملت فروشانہ طرزِ عمل دیکھ مستعفی ہو گئے۔ اور بعض اسباب کی وجہ سے یہاں تک رنجیدہ ہوئے۔ کہ ترکِ وطن کر کے یورپ کا سفر اختیار کیا۔ اور جبتک ترکی قوم پسندوں کی جد وجہد کامل پاشا کو ختم نہ کر چکی وہیں مقیم رہے۔

سیاسی خدمات:۔ محمود شوکت پاشا کے وزیر اعظم مقرر ہونے پر ترکی قوم پرستوں کے منصوبے پورے ہوئے۔ آپ پھر قسطنطنیہ تشریف لے آئے۔ اور مالی کانفرنس میں اپنی قوم کے حقوق کی پوری نگہداشت کرتے رہے۔ ترکی اور فرانس کے معاہدے کے متعلق آپ نے وزارت فرانس سے سلسلہ نامہ وپیام شروع کیا۔ مگر آپ کی مساعی اس امر میں ناکامیاب ہوئیں۔ پھر روسی ترکی معاہدہ کے متعلق کوشش کی۔ اور کامیاب ہوئے۔

پھر جرمنی تشریف لے گئے۔ جہاں ترکی جرمنی تعلقات استوار کرنے کی کوشش کی۔ آپکے تدبر اور سیاست سے جمعیت اتحاد وترقی نے بہت کچھ فائدہ اٹھایا۔

جنگِ بلقان:۔ جنگِ بلقان شروع ہوئی تو آپ نے رضا کاروں کی خاصی جماعت پیدا کر لی۔ اور پھر اس بے قاعدہ فوج کو بلغاری مورچوں پر لے گئے۔ جہاں اپنی اولوالعزمانہ جرأت سے اس نوآموز جمعیت کے ساتھ بلغاریوں کو پے در پے شکستیں دیں

مالی خدمات:۔ دولت عثمانیہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں اور چھوٹے چھوٹے قرضوں کے بارسے سبکدوش ہونے کے لیے جاوید بے نے فرانس سے ۸۵ ملین پونڈ قرض لیا اور اپنی فراست وذکاوت سے اس خطیر رقم کو نتیجہ خیز اور اہم کاموں میں لگایا۔ ریلیں بنائیں پختہ سڑکیں تعمیر کرائیں۔ قرضے چکائے۔ اور ملک کی دیگر ضرورتوں کو پورا کیا۔

عطیۂ سلطانی:۔ آپ کی بے شمار خدمات کو دیکھ کر ناممکن تھا۔ کہ سلطان المعظم آپ کی حوصلہ افزائی نہ فرماتے۔ اور جاں نثاریوں کا علانیہ اعتراف نہ کیا جاتا۔ ۲۲ اگست کو سلطان المعظم

Turkan-i-Ahrar.



غازی جاوید پاشا

تصویر متعلق صفحہ 174

کی طرف سے ان خدمات کے صلہ میں آپ کو اول درجہ کا تمغہ عطا ہوا۔

جاوید بے انگورہ میں:۔ جنگ یورپ کے بعد جب عارضی صلح کی شرائط کے بموجب قسطنطنیہ پر اتحادی قابض ہوگئے۔ تو بہت سے دیگر ترک افسروں کی طرح جاوید بے بھی ترکی سے نکل گئے۔ کچھ مدت جرمنی وغیرہ ممالک کی سیر و سیاحت میں مشغول رہے۔ پھر مجلس ملیہ نے انہیں انگورہ بلا لیا۔

انگورہ پہنچ کر آپ پھر خدمت ملک میں مصروف ہوگئے۔ اور آخری عمر تک حکومت کے مختلف شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ترکی کی مجلس اعلےٰ کے سپیکر بھی رہے لیکن تنسیخ خلافت اور خلیفۃ المسلمین کی جلاوطنی کے مسئلے میں مصطفےٰ کمال سے اختلاف ہوگیا آپ نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے مخالفین خلافت پر شدید نکتہ چینی کی اور جب احتجاج کا کوئی اثر نہ ہوا۔ تو مجلس ملیہ سے مستعفی ہوگئے۔

بعد ازاں آپ پر الزام لگایا گیا۔ کہ آپ کا تعلق جرکیسیوں کی اس جماعت سے ہے۔ جو مصطفےٰ کمال کے قتل کے درپے ہے۔ سازشیوں کی گرفتاری کے بعد آپ پر بھی فوجی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ اور جب یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ گیا۔ کہ آپ بھی سازش میں شریک تھے۔ تو عدالت نے آپ کو موت کی سزا دی۔ اور اگست ۱۹۲۶ء میں تختۂ دار پر لٹکا دیئے گئے۔

مقام افسوس ہے۔ کہ ملت ترکیہ کا ایک جانباز سپاہی سرفروش مجاہد اس طرح سے غلط فہمی کا شکار ہو کر ہمیشہ کے لئے قوم سے جدا ہوگیا۔

غازی شکری پاشا

ولادت:۔ آپ بمقام ارض روم ۱۸۵۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد اور دیگر بزرگ ایام قدیم سے ترکی فوج میں جلیل القدر منصبوں پر فائز رہ چکے ہیں۔ جو البانوی نسل کے چشم و چراغ تھے۔

تعلیم و تربیت:۔ آستانہ کے مشہور مدرسۂ حربیہ میں داخل ہو گئے۔ جہاں کچھ مدت تک جنگی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ تکمیل کے بعد ترکی فوج میں لفٹنٹ مقرر ہوئے ۱۸۸۵ء میں جدید فنون حربیہ کی تکمیل کے لیے جرمنی گئے۔ جہاں صحرائی توپ خانہ میں سو سپاہیوں کی کمان آپ کے سپرد کی گئی۔

جنگی قابلیت:۔ غازی شکری پاشا فن حرب کے زبردست ماہر تھے جرمن جیسی جنگجو قوم آپ کی غیر معمولی قابلیت کو دیکھ کر محو حیرت ہو گئی۔ اور آپ کی اس درجہ توقیر و عزت ہوئی۔ کہ شاہ جرمنی ولیم اول نے اپنی ایک چٹھی میں سلطان عبد الحمید خاں کو لکھا:۔

"کمان افسر شکری پاشا کا جرمنی کے صحرائی توپخانہ میں موجود رہنا توپخانہ کی عزت و شرف کا باعث ہے۔"

جرمنی سے قسطنطنیہ واپس آئے۔ تو آپ کو ترکی توپ خانہ نمبر اوّل کا سپہ سالار بنا دیا گیا۔ جب شاہ جرمن ولیم ثانی بغرض سیاحت قسطنطنیہ تشریف لائے۔ تو آپ نے فوج کا معائنہ فرمایا۔ غازی شکری پاشا کے زیر کمان توپخانہ نے خاص قابلیت و مہارت دکھائی۔ جس سے شاہ جرمن نہایت مسرور ہوئے اور آپ کو ایک اعزازی فیتہ عطا فرمایا۔

سلطان عبد الحمید کی ناراضی:۔ سلطان عبد الحمید خاں مرحوم آپ کے خسر سے برافروختہ ہو گئے چنانچہ ان کو جلا وطن کر کے دمشق بھیج دیا۔ پاشائے موصوف بھی سلطانی عتاب سے مامون نہ رہ سکے۔ آپ کو عہدۂ سپہ سالاری سے علیحدہ کر کے پہلے کمان افسر بنایا گیا۔ پھر قسطنطنیہ سے ایڈریانوپل بھیج دیا گیا۔

غازی ممدوح اس تمام کارروائی سے ذرا متاثر نہ ہوئے۔ آپ ایک سپاہی تھے۔ آپ کو ایڈریانوپل کے وسیع و عریض میدان کے سوا اور کیا چاہیئے تھا۔ وہاں جا کر عملی طور پر کانٹ چھانٹ اور اصلاح شروع کر دی۔ اور ایڈریانوپل کے سپہ سالار اعظم شیر محمد پاشا نے بھی انتہا سے زیادہ آپ کی امداد کی۔ کیونکہ شیر محمد موصوف غیور وطن دوستوں اور افواج کے مصلحین کے بڑے دلدادہ تھے۔ شکری پاشا نے بلا روک ٹوک اپنے ماتحت افسروں کی تعلیم و تربیت شروع کر دی۔ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تھوڑی سی مدت میں نصف سے زیادہ فوجی آدمی لکھنے پڑھنے کے قابل ہو گئے۔ چند روز کے بعد سلطانی حکم پہنچا۔ اور آپ کو افواج ایڈریانوپل میں میجر بنا دیا گیا۔

ایک خطرناک سازش:۔ ۱۹۰۲ء میں ترکی کے بعض اضلاع میں یکایک بغاوت کا تلاطم خیز طوفان اٹھا۔ باغیوں نے مقدونیہ پر اپنا اقتدار پیدا کر لیا۔ اور ایڈریانوپل اور مناستر کو اپنا مرکز قرار دیا۔ ادھر چھ ہزار نبرد آزما بلغاریوں نے ترکی کے مشہور شہر ترنوہ اور دائرہ میں اجتماع کر کے ایڈریانوپل پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس خوفناک ہلچل سے اہل شہر میں بھی بے چینی و اضطراب پیدا ہو گیا۔ خود ارباب حکومت حیران تھے۔

غازی شکری پاشا مدبر و مستقل مزاج ہونے کے علاوہ ایک جانباز جرار اور بہادر شہسوار تھے۔ آپ نے سب کو اطمینان دلایا۔ اور خود فوجیں جمع کرنی شروع کر دیں۔ بہت تھوڑی مدت میں ایک جرار لشکر لے کر باغیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے۔

پینتالیس گھنٹہ کی مسافت کو باوجود نقل و حرکت کے وسائل ناکافی ہونے کے صرف چوبیس گھنٹہ میں طے کر کے دائرہ پہنچے اور بے خبری کے عالم میں باغیوں پر حملہ کر کے ان کی مجتمع جمعیت کا شیرازہ منتشر کر دیا۔ پھر ترنوہ پہنچے۔ وہاں بھی باغیوں کا قطعی طور پر استیصال کر دیا۔ غازی شکری پاشا کی اس اہم اور عظیم الشان خدمت کا سلطان عبدالحمید خاں پر بے انتہا اثر ہوا اور اب آپ کی خاص طور پر عزت ہونے لگی۔

اخلاقی جرائت:۔ سلطان کے حکم سے آپ سالونیکا تشریف لے گئے جہاں کچھ

مدت تک کوئی عملی کارروائی نہ کر سکے۔ مگر بارگاہِ سلطانی میں فوج کو ترقی دینے کی تجاویز ہمیشہ پیش کرتے رہے بعض احباب نے مشورہ دیا کہ آپ اس قسم کی تجاویز سلطان کی خدمت میں نہ بھیجا کریں۔ مبادا آپ پھر سلطانی عتاب کے مورد ہو جائیں۔ مگر صاف باطن اور شیر دل شکری پاشا نے ان کے مشوروں پر کاربند ہونے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا:

"میرا اخلاق مجھے اجازت نہیں دیتا کہ میں سپاہی ہو کر اپنی شان سے گرے ہوئے افعال کا مرتکب ہوں!"

غازی موصوف کو اس ہمدردی کا صلہ یہ ملا۔ کہ سلطان المعظم ناراض ہو گئے۔ اور ایک دفعہ پھر سلطانی عتاب کا شکار ہو گئے۔

قیام دستور میں حصہ:۔ ۱۹۰۸ء کا زمانہ ترکی میں ہمیشہ یاد رہے گا جب انسانی حقوق کی جدوجہد شروع ہوئی تھی۔ نوجوان ترک اندر ہی اندر آزادی کے لئے کوشش کر رہے تھے۔ سلطان المعظم بھی اس تحریکِ انقلاب سے بے خبر نہ تھے۔ چنانچہ اعیان دولت نے مشورہ دیا۔ کہ مقدونیہ میں کوئی حقیقت سے مطلع کرنے والا افسر بھیجا جائے۔ سلطان نے اس اہم خدمت کی انجام دہی کے لئے غازی شکری پاشا ہی کو منتخب کیا۔ غازی ممدوح نہایت عجلت کے ساتھ کوچ کر کے مناستر پہنچے۔ آپ نہایت قابلیت و تدبر کے ساتھ فرائض بجا لائے۔ ایک طرف تو سلطان کو جملہ امور کی بے کم و کاست اطلاع دی۔ اور دوسری طرف انقلاب پسند افسروں اور فوجوں کو نصیحت فرمائی۔ کہ ہمیں موقع کا انتظار کرنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ عجلت خود حصول مطلب میں سدِّ راہ ہو جائے۔ انقلاب پسندوں کو ہر وقت دشمن ہمسایوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ ورنہ ممکن ہے۔ ان کی وطن دوستی وطن کے لئے مضر ثابت ہو۔ غازی ممدوح نے سلطان عبدالحمید خاں کو مشورہ دیا کہ ذاتِ شاہانہ اعلان دستور کر دے۔ چنانچہ غازی شکری پاشا اور دیگر ارکان سلطنت کے مشورے کے مطابق سلطان المعظم نے دستوری حکومت کا اعلان کر دیا۔ اس قومی خدمت کی وجہ سے فوج اور افسر غازی موصوف کا بہت زیادہ احترام کرنے لگے۔

اصابت رائے:۔ غازی موصوف ان چیدہ اور منتخب اہل الرائے میں سے تھے

جن کا ہمیشہ یہی خیال رہا۔ کہ فوج کو سیاسیات سے کوئی واسطہ نہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ آخر وقت تک سختی کے ساتھ اس اصول پر کاربند رہے۔ بعض انقلابی نوجوانوں کے متعلق آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ان لوگوں نے وطن کے مردہ دلوں میں روح ڈالی مگر فوج کو خراب کر دیا۔ در حقیقت آپ کی رائے اس درجہ قابل احترام تھی کہ تجربہ کے بعد آپ کے مخالفین تک کو اس کا اعتراف کرنا پڑا۔ اور غازی محمود شوکت پاشا جیسے صاحب فراست شخص نے باب عالی سے اس بارے میں قانون منظور کرایا۔ کہ ارکان عساکر سیاسی معاملات میں دخل نہ دیں۔

ولایت طرابلس:۔ انقلاب سلطنت کے بعد غازی شکری پاشا کو طرابلس الغرب کا والی مقرر کرنا چاہا۔ آپ نے عدم قابلیت کا عذر کیا۔ اور فرمایا کہ جس نے مدت العمر کسی چھوٹے خطہ پر بھی حکمرانی نہیں کی۔ وہ اتنے بڑے صوبہ کا بار کس طرح اٹھا سکتا ہے۔ اس کے بعد آپ مسقط الراس اور ارض روم کے لشکر کے سپہ سالار اور نمبر اوّل فلیق عثمانی کے مفتش مقرر ہوئے۔

محافظ ایڈریانوپل:۔ جنگ بلقان سے چند روز قبل غازی احمد مختار پاشا وزیر جنگ نے آپ کو ایڈریانوپل کے محاذ پر بھیجا۔ اور جنگ چھڑنے سے صرف پانچ یوم پہلے منزل مقصود پر پہنچ گئے بلغاروی فوج سے مقابلہ شروع ہوا۔ تو نہایت بہادری اور استقلال سے فوجی جوہر دکھائے ۸ نومبر کو اس جلیل القدر سپہ سالار کے جانباز سپاہیوں نے غنیم کو سنگینوں کی نوک پر رکھ کر کئی ہزار بلغاریوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ یہ فتح تاریخ عثمانی میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

فرانسیسی سفیر نے نرم دل یورپین ہونے کی حیثیت سے غازی شکری پاشا سے دوران ملاقات میں کہا۔ اہل شہر بھوک کے مر رہے ہیں۔ آپ ان پر رحم فرما کر ایڈریانوپل بلغاروی فوج کے حوالے کر دیں۔

اس الوالعزم جرنیل نے نہایت متانت سے کہا میرے سپاہیوں کے پاس سامان رسد و ذخائر کافی مقدار میں موجود ہے مجھے عوام سے ہمدردی ضرور ہے لیکن میں ان کے لئے قوم سے خیانت نہیں کر سکتا۔

آخر اسی امید و بیم میں صلح کی گفتگو شروع ہوئی۔ لندن میں ترکی اور اتحادی بلقانیوں کی کانفرنس

منعقد ہوئی اور اختتام کانفرنس تک جنگ ملتوی کر دی گئی۔ ترکی میں وزارت کامل کے فیصلہ پر ایڈریانوپل دشمنوں کے حوالے کر دینے کے متعلق ترکوں میں غصہ کے جذبات پھیل چکے تھے۔ اور نوجوان ترک سلطنت کی عزت کے لئے سرگرم پیکار تھے۔

اجرائے جنگ:۔ لندن میں مجلس مصالحت ناکام رہی۔ اور ۴ فروری ۱۹۱۳ء کو ایڈریانوپل پر گولہ باری سے جنگ پھر شروع ہوگئی۔ اگرچہ اس مرتبہ بھی غازی شکری پاشا کی فوج نہایت جانبازی سے ترکی بہ ترکی جواب دے رہی تھی لیکن قلعہ میں سامان رسد ختم ہوگیا۔ حتیٰ کہ سپاہی گھاس پات پر گذارہ کرنے لگے بھوک سے نڈھال فوج کیا مقابلہ کر سکتی تھی۔

۲۶ مارچ کو جب غازی موصوف نے دیکھا۔ کہ دشمن کی فوج بہت سے اہم مورچوں پر قابض ہو چکی ہے۔ تو آپ نے ناحق خونریزی سے بچنے کیلئے ہتھیار ڈالنا بہتر سمجھا چنانچہ بلغاریوں نے آپ کو فوج سمیت گرفتار کر لیا۔ قسطنطنیہ میں جب آپ کی گرفتاری کی اطلاع پہنچی تو ترکوں میں ایک ہیجان پیدا ہوگیا۔

بلقانیوں میں پھوٹ:۔ خدا کی قدرت بلقانی اتحادیوں میں مال غنیمت کی تقسیم پر جھگڑا شروع ہوگیا۔ سرویہ، یونان اور بلغاریہ آپس میں کٹ مرے۔ رومانیہ کو بھی بڑی زک اٹھانی پڑی۔ غازی انور پاشا کو ایسا موقع خدا دے۔ انہوں نے فوراً اپنی فوجوں کو ایڈریانوپل کی طرف پیشقدمی کا حکم دے دیا۔ یہ ہمت کا پتلا بلغاری فوج کاٹتا ہوا آخر ۱۹ جولائی کو ایڈریانوپل کے سامنے جا پہنچا۔ اور نہ صرف ایڈریانوپل واپس لے لیا۔ بلکہ لولی برغاس اور ڈیماٹا پر بھی اسلامی پھریرا اڑا دیا۔

غازی شکری پاشا جنگ بلقان میں اس جوانمردی اور عالی حوصلگی کے ساتھ اخیر وقت تک لڑتے رہے۔ کہ دشمن بھی ان کی جانبازانہ جرأت کے قائل ہوگئے۔ چنانچہ نیو فری پریس کا ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ:۔

"میں نے بلغاری افسروں کو کہتے سنا کہ جس قدر عزت اس بہادر جرنیل کی ہمارے دل میں ہے کسی دوسرے شخص کی نہیں۔"

خطابِ غازی:۔ تھوڑی سی فوج سے ایڈریانوپل کی حفاظت کرنا۔ اور پھر قلعہ سے

عمل کر غنیم کے لشکر کو شکست فاش دینا غازی شکری پاشا جیسے ماہر فنون حربیہ کا کام تھا سلطان المعظم نے دوران جنگ ہی میں آپ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو غازی کا معزز و ممتاز خطاب عطا فرمایا۔ یوں تو ہر معرکہ میں غازی موصوف اپنی خداداد ہمت و استقلال سے کارہائے نمایاں انجام دیتے رہے۔ لیکن اس طوفان خیز جنگ میں آپ نے جس طرح اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر عثمانی عزت کو خطرے سے نکال دیا۔ اس پر ہر عثمانی بلکہ روئے زمین کا ہر مسلمان فخر کر سکتا ہے۔

دفاع وطنی اور آپ کی زوجہ محترمہ: جمعیت دفاع وطنی نے ایک وفد غازی شکری پاشا کی زوجہ محترمہ کی خدمت میں بھیجا۔ وفد کے ارکان مندرجہ ذیل اصحاب تھے:۔

۱۔ شیخ محمد فاضل ٹیونس کے مشہور فاضل ہز ترکی کے بے مثل ادیب۔

۲۔ محمد امین بے انجمن اتحاد و ترقی کے سرگرم رکن۔ ارض روم کے سابق گورنر۔

۳۔ غازی انور بے کے جلیل القدر والد حضرت احمد پاشا۔

۴۔ انیس عوفی بے ترکی کے زبردست انشاپرداز۔

یہ وفد آپ کے مکان پر پہنچا۔ محمد امین بے نے غازی موصوف کے متعلق اسلامی دنیا کے خیالات کا تذکرہ کیا۔ اور جمعیت دفاع وطنی کی طرف سے غازی ممدوح کی فوق العادۃ شجاعت و شہامت کا اعتراف کیا۔ غازی شکری پاشا کی زوجہ محترمہ نے جواب دیا:۔

"میں عثمانی قوم اور اس کے ترجمان احساسات جمعیتہ دفاع وطنی کی توجہ اور التفات کا شکریہ ادا کرتی ہوں میرا خیال ہے۔ کہ قوم اور جمعیتہ مبالغہ کر رہی ہے کیونکہ میرا خاوند ایک عثمانی سپاہی ہے۔ اور اس نے صرف اپنا فرض ادا کر دیا ہے لیکن اگر ان کے ہم وطن ان مساعی کو اس قدر اہمیت دیتے ہیں۔ تو یہ ایک سپاہی کی عزت افزائی ہے۔ میں اگر آپ حضرات کی آمد کا شکریہ کما حقہ ادا نہ کر سکوں۔ تو مجھے امید ہے۔ آپ معاف فرمائیں گے میرے گھر میں اس وقت صرف غازی ممدوح کا چھوٹا بچہ موجود ہے جسے دست بوسی کے لئے باہر بھیج رہی ہوں۔"

بچے کو دیکھتے ہوئے ارکان وفد نے نہایت خلوص اور جوش کے ساتھ اسے بوسے دیئے اور

اس کے بعد واپس چلے آئے۔

رہائی:- بلغاروی، ترکی عہدنامہ کی تکمیل ہو جانے پر طرفین کے اسیران جنگ چھوڑ دیئے گئے۔ رفعت پاشا، ناظم پاشا، حسام الدین پاشا وغیرہ کے ہمراہ آپ قسطنطنیہ واپس پہنچے۔ اسٹیشن پر ترکوں نے بڑی شان وشوکت سے آپ کا استقبال کیا۔ سلطنت کے بڑے بڑے فوجی اور ملکی ارکان اس بے نظیر بہادر کی پیشوائی کے لئے صف بستہ کھڑے تھے۔

اعتراف خدمات:- امرائے مصر کی جانب سے اعتراف خدمات کے طور پر آپ کی خدمت میں ایک تیغ جوہردار پیش کی گئی۔ جس میں پانچسو پونڈ کا ایک بیش قیمت ہیرا جڑا ہوا تھا۔ فرانس کے مشہور جنگی کالج کے اولڈ بوائز نے بھی آپ کی خدمت میں ایک مرصع تلوار پیش کی۔

وفات:- بڑھاپے کے باعث غازی موصوف اپنے عہدے سے دستکش ہو گئے۔ اور اس کے دو سال بعد کچھ مدت بیمار رہ کر اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط



تصویر متعلقہ صفحہ 178



تصویر متعلقہ صفحہ 185

جرنیل عبداللہ پاشا

فوجی تعلیم و تربیت: آپ نے حربی تعلیم جرمن کے مشہور جنگی کالج میں حاصل کی۔ کچھ مدت آستانہ عالیہ کے مدرسہ حربیہ کے طالب علم بھی رہے۔ تحصیل علم کے بعد سب سے پہلے آپ کو فوج میں لفٹننٹ کا عہدہ ملا۔ جرمنی اور قسطنطنیہ کے مشہور فوجی مدرسوں کی تعلیم نے آپ کو فنِ حرب کا ماہر بنا دیا تھا۔ اس پر فوج میں آپ کو عملی حصہ کی تکمیل کا موقع ملا۔

صدارت مجلس حربیہ: تھوڑے دنوں میں وہ نام پیدا کیا۔ کہ سلطان عبدالحمید خاں نے آپ کو اپنا ایڈیکانگ بنا لیا۔ اور آپ قصرِ حمیدی کے منظورِ نظر افراد میں شمار کئے جانے لگے۔ قسمت نے حضور شاہی تک پہنچا دیا تھا۔ اب خداداد قابلیت نے آپ کو رفتہ رفتہ مجلس وزرائے حرب میں شامل کر دیا۔ یہاں آپ نے حیرت انگیز تدبر سے کام لیا۔ اور آخر اس مجلس کے صدر ہو گئے۔

آپ نہایت دانا، تجربہ کار اور ہوشیار جنگی افسر تھے جرمنی کے مشہور فیلڈ مارشل وانڈر گولٹز جو فنونِ حرب میں ترکوں کے استاد مانے گئے ہیں۔ جرنیل عبداللہ پاشا کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور آپ کی خاص قدر کرتے تھے۔

فوجی خدمات: جن دنوں ملک میں انجمن اتحاد و ترقی برسرِ اقتدار تھی۔ آپ مقام ارتنجین پر چوتھے لشکر کے کمان افسر تھے۔ جہاں آپ نے بڑی ناموری حاصل کی تھی۔ دستوری حکومت کے قیام میں بھی آپ کی خدمات اعتراف کا دست و بازو رہی ہیں۔

کُردی بغاوت: جن دنوں آپ مارشل شکری پاشا کے قائمقام تھے۔ کُردوں نے ایک بے قاعدہ جمعیت پیدا کر کے ترکوں کو پریشان کر رکھا تھا۔ ان کی روک تھام کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر جرنیل موصوف نے اپنی خداداد فراست و تدبر سے انہیں اپنی جگہ سے ہلنے نہ دیا۔ اپنے عہدہ کے نازک فرائض کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کیا۔ اور ایسی عزت

حاصل کی۔ کہ البانیہ میں آپ گورنر جنرل اور سپہ سالاری کے مستحق سمجھے گئے۔

مصنوعی جنگ:۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں وان ڈرموسٹر کی زیر نگرانی ایڈریانوپل کے جنوب میں ایک عظیم الشان مصنوعی جنگ کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں ایک فریق کی کمان جرنیل عبداللہ پاشا کے سپرد کی گئی۔ آپ نے نہایت دلیری اور جرأت کے ساتھ اس مصنوعی جنگ میں کامیابی حاصل کی۔

اس کے بعد آپ مختلف دستوں اور فوجوں کے سپہ سالار رہے۔ اور سلطنت عثمانیہ کی عزت کے لئے ہر مصیبت کا مقابلہ کرتے رہے۔

غازی محمود شوکت پاشا کے مستعفی ہونے کے بعد وزارت جنگ جیسے عظیم منصب کے لئے عبداللہ پاشا کا نام بھی پیش ہوا۔

معرکہ ایڈریانوپل:۔ جنگ بلقان میں ایڈریانوپل کی افواج کے سپہ سالار مقرر کئے گئے۔ آپ نے بڑی جانفشانی کے ساتھ بلغاروی فوج کا مقابلہ کر کے ثابت کر دیا۔ کہ ترکی کے جوانمرد اپنے مقدس وطن پر وانہ فرائض کو جان پر کھیل کر بھی ادا کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

جب قرق کلیسا کی ہولناک جنگ میں عیسائی سپاہیوں کے ہتھیار ڈال دینے کی وجہ سے افواج عثمانیہ میں ابتری پھیل گئی تھی۔ تو آپ نے نظم و ترتیب قائم رکھنے میں بڑی جانفشانی کا ثبوت دیا تھا۔ عبداللہ پاشا کے لشکر جرار نے چھتیس گھنٹے کی مسلسل سخت خونریز جنگ کے بعد بلغاریوں کو ایسی شکست دی۔ کہ ان کے حوصلے پست ہو گئے۔

کمالی فوج میں شمولیت:۔ عبداللہ پاشا کچھ ایسے دل گردے کے مالک تھے کہ آپ پر سینکڑوں مصیبتیں آئیں۔ لیکن آپ نے کچھ پروا نہ کی۔ ہمیشہ سینہ تان کر ہر آفت کا مقابلہ کرتے۔ اور آخر اپنی اولوالعزمانہ مستقل مزاجی سے کامیاب ہو جاتے۔ ترک قوم کو درحقیقت ایسے ہی جوانمردوں پر ہمیشہ ناز رہا ہے۔ اور مادر ترکی کے یہ بہادر فرزند میں بھی اسی قابل کہ ان پر جسقدر فخر کیا جائے۔ کم ہے۔ عبداللہ پاشا نے جنگ عظیم کے بعد بھی غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی فوج ظفر موج میں شامل ہو کر اپنی حیرت انگیز جنگی قابلیت سے دشمنانِ اسلام کے منصوبے خاک میں ملا دیے۔

عزیز بے

ابتدائی حالات: ۱۲۹۴ھ میں بمقام قاہرہ پیدا ہوئے۔ ان کے والد ماجد کا نام نامی زکریا آفندی تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد کے زیر سایہ حاصل کی۔ مگر دس سال کی عمر میں والدہ کی محبت نے کشش کی۔ آپ تعلیم کو ادھورا چھوڑ کر ان کی خدمت میں پہنچ گئے۔ یہیں عربی، ترکی، فرانسیسی اور جرمن زبانیں سیکھیں۔ اوائل عمر ہی سے آپ کی حرکات وسکنات سپاہیانہ تھیں۔ دُور اندیش والدہ نے تاڑ لیا کہ کسی نہ کسی دن میرالختِ جگر فوجی افسر ہوگا۔ ان کی آرزو تھی کہ میں اپنے فرزند ارجمند کو سرگرم جدال وقتال اور شریک جہاد دیکھوں۔ دس برس کے سن میں شفیق والدہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ عزیز بے کے لئے یہ ایک ناقابل برداشت صدمہ تھا۔ اور کچھ شک نہیں۔ اگر ان کی نانی بیگم ذوالفقار پاشا سابق محافظ مصر ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ نہ رکھتیں۔ تو نہ معلوم اس معصوم کو کس قدر مصائب و آلام کا نشانہ بننا پڑتا

مدارس مصر میں مدرسہ توفیقیہ ایک امتیازی درجہ رکھتا تھا۔ عزیز بے اس مدرسہ میں عبدالعزیز ذکی کے نام سے مشہور تھے۔ انہیں شروع ہی سے نپولین کی تاریخ سے خاص دلچسپی تھی۔ وہ فرانس کے عظیم الشان تاجدار کی تقاریر کو زبانی یاد کرکے اپنے ہم جماعتوں کو سناتے۔ اور ان کے ولولہ انگیز کارنامے سنا سنا کر اپنی جماعت کے طلبا کو حب الوطنی کی طرف مائل کرتے۔ بزرگانِ کرام کے سوانح پڑھتے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے ۱۸۹۶ء میں اس ہونہار طالب علم نے مدرسہ توفیقیہ کے درجہ ثانیہ کی سند حاصل کی۔ اور اپنے سرپرست علی پاشا ذوالفقار کی رائے کے مطابق بادلِ ناخواستہ مدرسۃ الحقوق میں داخل ہوگئے مگر جس مجاہد کی سرشت میں سربازی اور شجاعت ودیعت تھی۔ جس کی خارا شگاف تلوار اعداء کے خرمنِ ہستی کو بھسم کرکے مسلمانوں کے مستقبل کو شاندار بنانے والی تھی۔ وہ مدرسۃ الحقوق کے حجروں میں کب تک بند رہ سکتا تھا۔ آپ نے طوعاً و کرہاً مدرسہ مذکور میں ایک سال پورا کیا۔

حربی تعلیم:۔ انہی دنوں دولت عثمانیہ اور یونان کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ جس سے آپ کے جذبات دلی میں ہیجان پیدا ہوا۔ سینہ میں اسلامی آگ تو پہلے ہی سے تھی۔ جنگی خبروں نے اس پر تیل چھڑک دیا۔ سیدھے قسطنطنیہ پہنچ کر فوجی کالج میں داخل ہو گئے۔ اور اس قدر محنت کی کہ تھوڑی ہی مدت میں فنِ حرب میں کمال حاصل کر لیا۔ تعلیم سے فارغ ہو کر ارکان حرب کی صف میں شامل ہوئے۔ اور وہاں بھی اپنے معاصرین سے سبقت لے گئے۔

شورش مقدونیہ:۔ مقدونیہ میں بغاوت پھیلی۔ تو سلطنت ترکی نے رفع فساد کے لئے آپ کو وہاں بھیج دیا۔ آپ سات برس تک اپنے فرائض کو نہایت قابلیت سے انجام دیتے رہے۔ کئی مرتبہ اپنی جان کو خطرے میں ڈالنا پڑا۔ مگر اس اولوالعزم اور باہمت شخص نے جی نہ چھوڑا۔ بلکہ نہایت ثبات و استقلال سے خدمت کرتے رہے۔

غازی عزیز بے بڑے ذکی۔ تیز فہم، صاحب رائے اور عقیل واقع ہوتے ہیں جنگ میں طرح طرح کے لطائف الحیل سے کام لیا کرتے ہیں۔ دستوری حکومت کے قیام میں آپ کی کوششیں ہمیشہ بار آور ثابت ہوئیں

ایک دلچسپ واقعہ:۔ اعلانِ دستور کے روز بھی آپ نے ایک پر لطف جنگی حیلہ کیا جس کا تذکرہ خالی از لطف نہ ہوگا۔ آپ نے اپنی فوج کو آستانہ پہنچانے کے لئے مال گاڑی میں چھپا دیا۔ عوام الناس اور ریل کے افسروں کو ذرا بھی شبہ نہ ہوا۔ اور وہ یہی خیال کرتے رہے کہ گاڑیوں میں حسبِ معمول مال جا رہا ہے۔ مگر جب ریل آستانہ پہنچی۔ تو غازی عزیز بے اپنی فوج کے ساتھ دستور کی حمایت کے لئے دفعتاً نکل آئے۔ اور آنِ واحد میں تاش خشلہ کی بارکوں پر قابض ہو گئے۔

پروفیسری:۔ جب دستوری حکومت کا قیام عمل میں آ چکا اور آستانہ میں امن و امان قائم ہو گیا۔ تو عزیز بے قسطنطنیہ کے فوجی کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے مگر یہاں چھ مہینے سے زیادہ کام نہ کیا تھا۔ یہ احساس کر کے کہ درس و تدریس کی وجہ سے میرے فطری اور جبلی جوش و خروش میں فرق آتا ہے۔ پروفیسری ترک کر کے فوج میں آ گئے۔ اور کرنیل کے عہدہ پر ممتاز ہوئے۔ سب سے پہلے آپ نے برقۃ الحمرا کی ولایت میں اراضی کا

لگان اور چنگی کا محصول مناسب حد پر مقرر کیا۔ جس سے کثیر آبادی کو بہت سی مشکلات سے نجات مل گئی۔

معاہدۂ یمن:۔ اس کے بعد وفد حربیہ کے رکن ہو کر یمن گئے۔ اور امام یحییٰ امیر یمن کے مابین امور متنازعہ کے تصفیہ میں سرگرم سعی رہے۔ غازی ممدوح کے تدبر اور ذہانت کے باعث امیر یمن آپ سے بے حد مانوس ہو گئے۔ امام ادریسی کے ساتھ صلح کی گفت و شنید میں آپ نے حصہ لیا۔

جنگ طرابلس:۔ جنگ طرابلس شروع ہونے پر وزارت حربیہ کی طرف سے آپ کو حکم پہنچا کہ فوراً یمن سے طرابلس الغرب پہنچیں غازی موصوف عازم بن غازی ہوئے وہاں سے طرابلس جا پہنچے۔ غازی انور بے نے مجاہدین کی قیادت آپ کے سپرد کر دی۔ اور خود ادرنہ روانہ ہو گئے۔ آپ نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دے کے اپنے آپ کو انور بے کا حقیقی اور قابل جانشین ثابت کیا۔

اگرچہ سلطنت عثمانیہ اس دور دراز مقام پر اپنی فوج نہ بھیج سکی۔ لیکن غازی انور بے اور عزیز بے کی ان تھک کوششیں اور اس کے ساتھ خدائی امداد، یہ چند اسباب تھے۔ جن سے اٹلی اپنے فاسدانہ مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ جب ترکی اور اٹلی میں صلح ہو گئی۔ تو عزیز بے نے جیش عثمانی سے قطع تعلق کر لیا۔ اور مجاہدین طرابلس کے ساتھ غنیم کے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ اور اپنی مسلمہ قابلیت کی وجہ سے سپہ سالار افواج بن غازی کے مرتبۂ جلیلہ تک پہنچے۔ شیخ سنوسی مرحوم بھی ان سے بے حد محبت کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے تمام شیوخ طرابلس کو جمع کر کے انہیں غازی عزیز بے کی فرمانبرداری کی تلقین کی۔ اور اپنی تمام فوج کو حکم دیا۔ کہ غازی موصوف کی اطاعت عین میری اطاعت ہے ان کے حکم سے سرمو انحراف نہ کیا جائے۔

عزیز بے مجاہدین طرابلس میں اس قدر محبوب تھے۔ کہ عرب ان کے سر کی قسم کھایا کرتے تھے۔ اسی زمانے میں شیخ سنوسی کو آپ سے کچھ شکایت پیدا ہو گئی۔ آپ پر یہ الزام لگایا گیا کہ آپ نے اٹلی سے مجاہدین کے خلاف سمجھوتہ کر لیا ہے۔ مگر آپ کی اولوالعزمی اسلامی خدمات

اور مسلسل جانبازانہ کارناموں نے آخر کار اس الزام کو غلط ثابت کر دیا۔ اور اسلامیان طرابلس بدستور انہیں اپنی آنکھوں کا تارا سمجھنے لگے۔

حاجی عادل بے

ابتدائی حالات:۔ ۱۸۸۶ء میں ترکی دار السلطنت قسطنطنیہ میں پیدا ہوئے اور وہیں رواجی سکولوں میں تعلیم پائی۔ پھر سالونیکا تشریف لائے۔ اور یہاں کے مشہور لا کالج، مدرستہ الحقوق میں داخل ہوئے۔ پہلے ہی سال امتحان میں اول رہے۔ اس غیر معمولی ذہانت نے آپ کی قانون دانی کا شہرہ دور دور پھیلا دیا۔ چنانچہ آپ کو اسی کالج میں پروفیسر مقرر کر دیا گیا۔ اور آپ نہایت توجہ کے ساتھ اپنا فرض انجام دیتے رہے۔

عادات وخصائل:۔ آپ طویل القامت۔ صاحب وقار اور ذی وجاہت ہیں اپنے کسی ارادے کو الفاظ کے پردے میں چھپانے کے عادی نہیں۔ استبدادی طاقتوں کے سامنے اپنی قوم کے جذبات وخیالات کی صحیح ترجمانی کرنے سے آپ کبھی جھجک محسوس نہیں کی۔

وکیل انسپکٹر جنگی:۔ آپ کے والد حجاز کی جنگی کے انسپکٹر جنرل تھے۔ ان کی معاقبت طبیعت کو شاق گذری۔ اور آپ استعفیٰ دے کر اپنے والد کے پاس پہنچ گئے۔ جہاں آپ انسپکٹر جنگی کے وکیل مقرر ہوئے۔

جذبات حریت کی بیداری:۔ آپ طبعاً نہایت ذہین تھے۔ اس پر فہم وفراست اور تدبر نے آپ کو علمی مشاغل سے غافل نہ رہنے دیا۔ آپ نے تاریخی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ مادر وطن کی شاندار ماضی نے آپ کو بے اختیار کر دیا۔ اور آپ ملکی اصلاحات کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ انہی دنوں ینگ ٹرکش پارٹی کی آپ کو اطلاع ہوئی۔ اور آپ نہایت گرم جوشی کے ساتھ اس کے حلقہ ارکان میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ دستوریت کے حاصل کرنے میں آپ کی بے غرضانہ جدوجہد کو بہت کچھ دخل ہے۔

گورنری :۔ دستوری حکومت کے قیام پر آپ ایڈریانوپل کے گورنر مقرر کئے گئے۔ جہاں آپ نے دل کھول کر ملکی نظام عمل میں بہت کچھ تغیر و تبدل کیا۔ اور ایڈریانوپل نے آپ کے زیر سایہ بڑی ترقی کی۔ اٹھارہ ماہ تک محنت کے ساتھ ملکی خدمات انجام دیں۔ پھر سالونیکا واپس بلا کر انجمن اتحاد و ترقی کے معتمد بنا دیے گئے۔ آپ نے اس محنت اور جانفشانی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی۔ کہ انجمن کے اجلاس سالانہ کے صدر منتخب ہوئے۔

ایڈریانوپل جب ترکی افواج نے دوبارہ تسخیر کیا۔ تو اس فوج میں آپ بھی شامل تھے کچھ مدت کے بعد آپ کو پھر ایڈریانوپل کی گورنری کا چارج لینے کے لئے مجبور کیا گیا۔ اس دفعہ آپ نے رعایا کی بہبودی کے لئے مفید انتظامات کئے۔

برطانیہ دوستی :۔ آپ کا خیال ہے کہ ترکی اور برطانیہ کی دوستی دونوں کے لئے اشد ضروری ہے۔ آپ فرمایا کرتے ہیں۔ کہ اس وقت سلطنت برطانیہ سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہے۔ اور سب سے زیادہ روحانی تعلقات مسلمانان عالم کے ترکی کے ساتھ وابستہ ہیں۔

عطیہ سلطانی :۔ جلالت مآب سلطان المعظم نے حاجی عادل بے کو اپنی ایک عکسی تصویر عنایت کی تھی۔ جس پر سلطان کے قلمی دستخط ثبت تھے۔

نوری حبیب چاوش

ابتدائی حالات:- تیرہ برس کی عمر تھی۔ کہ اپنے والد کے ہمراہ لولی برغاس کے معرکہ میں شریک ہوئے۔ ان کے والد تو میدان جنگ میں شہید ہوگئے۔ اور اپنے بعد ایک بیوہ اور دو صغیر سن لڑکے۔ بے یار و مددگار چھوڑ گئے۔ اس بے کس مختصر قافلہ نے وطن کو خیر باد کہہ کر شتنلجہ میں پناہ لی۔ بیوہ ماں مُصر تھی کہ اپنی بیوگی کے ان دو سہاروں کو لے کر قسطنطنیہ یا ایشیائے کوچک میں ہجرت کر جائے۔ لیکن نوری جوان میں بڑا تھا کسی طرح اس پر رضامند نہ ہوتا تھا۔ بلکہ یہ کہتا تھا کہ:-

"اماں! کیا باپ کا انتقام بھی نہ لوں۔؟!"

اس ننھے دلاور کی یہ جرأت دیکھ کر ماں کی محبت جوش میں آئی۔ نوری کو پیار کیا۔ اور بالآخر مجبور ہو کر چھوٹے بچہ کو ہمراہ لے کر قسطنطنیہ کا راستہ لیا۔

اللہ اکبر! ننھے بچے کو خدا کے سپرد کر کے یہ اولوالعزم ماں خود جنگل کی طرف چل دیتی ہے۔ آہ! کوئی پتھر سے پتھر دل بھی اس واقعہ سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا۔ مگر آفرین اس ماں کو۔ صد آفریں اس باحمیت بچہ کو جو وطن کی خاطر محبت مادری کو سدِ راہ نہیں ہونے دیتا۔

جوشِ انتقام:- نوری جوشِ انتقام میں مدہوش کمانڈر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ میرے باپ کو بلغاریوں نے شہید کیا ہے۔ اس لئے میری یہ خواہش ہے کہ مجھے سامان جنگ عطا ہو۔ کہ میں ان کا انتقام جان سے لوں۔

عساکر عثمانی کے افسروں نے یہ سمجھ کر کہ بچہ ہے اور نہیں جانتا کہ خون کس کو کہتے ہیں اور جنگ کیا بلا ہے۔ اس کو بہلا کر چند روز لشکر میں رکھا۔ لیکن نوری جس کی رگوں میں عربی جذبات اور ترکی شجاعت موجیں مار رہی تھی۔ دو چار دن سے زیادہ انتظار نہ کر سکا اور مایوس ہو کر تن بہ تقدیر خود ہی اس تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ کہ ان میدانوں میں جہاں



(دائیں جانب سے) ۱- غازی جمال پاشا وزیر بحریات - ۲- غازی ابراہیم پاشا وزیر عدلیہ - ۳- غازی طلعت پاشا وزیر داخلہ (چھڑی لئے ہوئے) ۴- غازی انور پاشا وزیر حرب۔

متعلقہ صفحہ ۶۰ و ۲۰۵ و ۱۹۹



متعلقہ صفحہ ۱۹۶



متعلقہ صفحہ ۱۱۲ و ۱۹۲ و ۱۹۴

خونریز معرکوں کی وجہ سے اکثر ہاتھ بے جان ہو چکے تھے۔ اور بہت سی بندوقیں اور تلواریں ان بے جان ہاتھوں سے نکل کر لاشوں کے نیچے دبی پڑی تھیں۔ ایک بندوق اور چند کارتوسوں کا مل جانا کیا بڑی بات تھی۔

دوسرے دن جب دونوں طرف سے گولیوں کا مینہ برس رہا تھا۔ دونوں حریف اپنی جگہ صف باندھے کھڑے تھے عثمانی حلقوں سے چند قدم کے فاصلہ پر ایک یوزباشی افسر نے دیکھا۔ کہ ایک بچہ کھڑا ایک بندوق لیئے ہوئے جو اس کے قد سے بھی بڑی ہے۔ دشمنوں پر گولیاں برسا رہا ہے۔ اس کو حیرت ہوئی کہ یہ کون ہے۔ جو سب سے الگ گولیوں کی بارش میں کھڑا خود بھی یوں تاک کر دشمنوں کو نشانہ بنا رہا ہے۔ پیچھے آکر عرصہ تک نقش بہ دیوار کھڑا رہا۔ اور اس ننھے بہادر کا تماشا دیکھا کیا۔ لیکن نوری اپنے خیال میں اس قدر محو تھا۔ کہ اسے دیر تک خبر نہ ہوئی۔ وہ افسر محو حیرت کھڑا دیکھ رہا تھا۔ ہر گولی جو نوری کی بندوق سے نکلتی۔ پیغام اجل لے کر چلتی اور دشمنوں کے حلقوں میں رخنہ ڈال دیتی تھی۔

نوری نے کم و بیش سات فائر کیئے۔ اور سوائے ایک کے ہر فائر میں اس نے جس کو تاکا اسی کو مارا۔ ایک تو اس چھوٹی سی عمر میں یہ بے جگری اور پھر اس کی نادر انداز ی۔ افسر سے ضبط نہ ہو سکا۔ بے اختیار اس کو گود میں اٹھا لیا۔ اور اپنے گھوڑے پر بٹھا کر خود پیدل اس کے ساتھ ہو لیا۔

عزت پاشا کے حضور میں :۔ عزت پاشا ان دنوں سپہ سالار افواج تھے ان کے سامنے لاکر پیش کر دیا گیا۔ عزت پاشا نے امتحاناً چاندماری کرنے کو کہا۔ جس میں اس ہونہار بہادر نے سچاسی فیصدی نمبر حاصل کیئے۔ پھر کیا تھا۔ ساری فوج میں نوری کے چرچے ہونے لگے۔ ہر شخص اس کے دیکھنے کا مشتاق تھا۔ افسر اس کو دیکھ کر گود میں اٹھا لیتے۔ اور سپاہی اس پر پروانہ وار گرے پڑتے تھے۔ اب اس کو سامان حرب مہیا کیا گیا۔ اور نوری اپنے پیار کرنے والے سپاہیوں میں شامل کر دیا گیا۔ نوری کی عدیم النظیر شجاعت اور حیرت انگیز جرأت رفتہ رفتہ تمام فوج سے خراج تحسین حاصل کرنے لگی۔

حیرت انگیز کارنامہ :- ایک دن جو کچھ خیال آیا۔ تو نیامِ گاہِ لشکر سے ذرا فاصلہ پر ٹہلتا چلا گیا۔ یکایک دامن کوہ میں اس نے دیکھا۔ کہ کوئی شخص جھاڑیوں اور درختوں کی آڑ میں پکڑتا ہوا چلا آرہا ہے۔ اس کی مشکوک حرکات سے نوری کو یقین ہوگیا کہ ہو نہ ہو یہ شخص دشمن کا جاسوس ہے۔ نوری ایک درخت کی آڑ میں اس آنے والے کا منتظر بیٹھ گیا۔ جب وہ شخص چھپتا چھپاتا۔ دیکھتا بھالتا قریب سے گذرا۔ تو نوری کے دستِ اجل نے پیچھے سے اس کے بال پکڑ کر ایسا جھٹکا دیا۔ کہ وہ جسیم جو نوری کی بساط سے چوگنا ہوگا۔ دھڑام سے زمین پر آپڑا۔ دشمن نے ہاتھ بڑھایا۔ کہ کمر سے پستول نکالے۔ اس پر نوری کی تلوار چمک کر گردن پر پڑی۔ اور آن واحد میں فیصلہ ہوگیا۔ اس کی فوجی علامات اور انگریزی ٹوپی کو اپنے تھیلے میں رکھ کر نوری عزت پاشا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور خون آلود تھیلا میز پر رکھ کر بے باکانہ ادا کے ساتھ کھڑے ہو کر کہا۔ کہ :- دیکھئے اس میں کیا ہے۔؟!"

اوّل تو پاشائے موصوف اس بچہ کی ایسی جسارت پر چیں بہ جبیں ہوئے۔ لیکن جب تھیلا کھول کر ان فوجی نشانات کو دیکھا۔ اور سمجھا۔ کہ اس نے کسی بلغاروی افسر کو تہِ تیغ کیا ہے تو جوشِ مسرت سے اس کو گلے لگا لیا۔ اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور شفقت سے سر پر ہاتھ پھیر کر۔ دعائے خیر کی۔ اور اس کارنمایاں کی رپورٹ بارگاہِ سلطانی میں بھیجی جس کے صلہ میں نوری کو چاوش کا عہدہ عطا ہُوا۔

ترکی فوج میں چالیس سپاہیوں کے افسر کو چاوش کہتے ہیں۔ اور یہ وہ عہدہ ہے جو کسی خاص خدمت کے صلہ میں اعزاز کے طور پر سب سے پہلے ایک سپاہی کو عطا ہوتا ہے۔

نوری زخمی ہوگئے :- چند ہی روز بعد ایک معرکہ میں قریب ہی ایک گولے کے پھٹنے سے اس کی ایک کیل نوری کی بائیں۔ ران میں لگی۔ اور ایسی کاری لگی۔ کہ نوری سخت مجروح ہوئے۔ باوجود زخم شدید کے اس غیور کا دل ہسپتال میں جانا کسی طرح پسند نہ کرتا تھا۔ اسے فوج سے علیحدگی شاق تھی۔ خود ہی اپنی مرہم پٹی کرکے رہا۔ کہ پھر لڑائی

میں شریک ہو۔لیکن محبت کرنے والے افسر مانع آئے۔ اور زبردستی اس کو خادم کوئی" کے مصری شفاخانے میں بھیج دیا گیا۔

عیادت کے لئے سلطان المعظم کی تشریف آوری:۔ اس تلیم بچے کی عیادت کے لئے خود جلالت مآب سلطان المعظم شفاخانہ میں تشریف لائے۔ اور اس کے ہاتھوں اور رخساروں پر بوسہ دے کر حوصلہ افزائی فرمائی۔ صحت یاب ہو جانے کے بعد نوری قسطنطنیہ آیا اور مہمان شاہی رہا۔ پوری فوجی وردی میں تمام اسلحہ جنگ سے آراستہ ہو کر یہ ننھا مجاہد بارگاہ سلطانی میں قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا۔ وہاں اس کا فوٹو لیا گیا۔ اپنے سلطان اور خلیفۃ المسلمین کی دعائیں لے کر واپس آیا۔ اور میدان جنگ کو روانہ ہو گیا۔ نوری متانت، شجاعت اور سنجیدگی کی ایک بولتی ہوئی تصویر تھی۔

ایک قوم پرور ترک لکھتے ہیں:۔

"میں نے جس وقت ننھے بہادر کی زیارت کی۔ تو میرے جذبات میں ایک ایسا ہیجان پیدا ہوا۔ کہ میری زبان بند ہو گئی۔ بے تاب ہو کر میں نے اس مجسمۂ شجاعت کو سینے سے لگا لیا۔ اور اس کے ہاتھوں پر بوسہ دیا"

شہادت:۔ چند روز کے بعد میدان کارزار میں نوری شدید زخمی ہوئے۔ اور ہسپتال پہنچ کر ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

غازی فتحی بے

ابتدائی حالات: فتحی بے ۱۳۰۸ھ میں بمقام قسطنطنیہ پیدا ہوئے۔ اس حساب سے بوقت شہادت آپ کی عمر پچیس سال کے قریب تھی۔ آپ کے والد صاحب کا نام عبد الرحمن آفندی ہے۔ جو قسطنطنیہ کے مشہور کارخانہ توپ سازی مشینری ورک کے افسر اعلےٰ تھے۔ اور جنہوں نے تقریباً نصف صدی تک مادر وطن کی نہایت سرگرمی کے ساتھ خدمت کی ہے۔

فتحی بے جس ماں کے بطن سے پیدا ہوئے۔ وہ معمولی خاتون نہ تھی۔ بلکہ ایک قوم پرست تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ جن کا نام خالدہ خانم تھا۔

آپ کے ایک بھائی اور ایک چچا بھی تھے۔ جن کا نام ابراہیم بے پولیس انسپکٹر مشہور ہے۔

فتحی بے نے ابتدائی تعلیم مدرسہ فیروزا اور فیضیہ میں حاصل کی۔ تحصیل علم کے بلند فن حرب کا شوق دامنگیر ہوا۔ اور حربی کالج میں داخل ہوگئے۔ اور ۱۳۲۳ھ میں کالج سے کامیاب ہو کر ملازم اول کے عہدے پر فائز ہوئے۔

آپ کو طفولیت سے موٹر کی سواری کا خاص شوق تھا۔ چنانچہ آپ کے والد نے طبعی رجحان کو دیکھ کر آپ کو شفکین میں موٹر کے کارخانے میں بھیج دیا جہاں آپ نے نہایت محنت کے ساتھ کام سیکھنا شروع کیا۔ اور ۱۳۲۶ھ میں قسطنطنیہ کے فوجی اسلحہ خانہ میں تعلیم کا عملی حصہ مکمل کرنے کے لئے تعینات کئے گئے۔ پھر برستول میں ہوائی جہاز کے کارخانے میں تعلیم و تربیت کے لئے بھیجے گئے۔ وہاں ایک سال تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد قسطنطنیہ واپس آ گئے۔

اب فتحی بے جہاز کے کام سے بخوبی آشنا ہو چکے تھے۔ فن حرب میں بھی کافی مہارت پیدا کر لی تھی۔ آپ کو فوج میں ایک معقول خدمت پر مقرر کیا گیا۔ جہاں آپ نہایت

اولوالعزمی کے ساتھ کچھ مدت تک اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔

عادات وخصائل:۔ آپ قدرتاً بہادر۔ شجاع اور تیز طبیعت واقع ہوئے تھے۔ تمام عمر آپ نے کبھی کسی شخص کی غیبت میں ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہیں نکالا۔ اسی لیے ان کے تمام جاننے والے دوست آپ کے اخلاق کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان تھے

انجمن اتحاد وترقی:۔ پہلو میں درد بھرا دل اور منہ میں جرأت اور دلیری کے ساتھ آزادی کا سبق دینے والی زبان، بس یہ دو چیزیں انجمن اتحاد وترقی کے ارکان کی شرط اول ہوتی تھیں۔ خدا کے فضل سے فتحی بے ان دونوں نعمتوں سے مالامال تھے۔ قومی درد کا یہ حال تھا۔ کہ آپ وطن پر جان قربان کر دینا ایک معمولی بات سمجھتے تھے۔ یوں تو ان صفات سے ہر وہ شخص متصف نظر آتا ہے۔ جس کا تعلق کچھ بھی جماعت احرار سے ہوتا ہو۔ لیکن غازی موصوف میں یہ اوصاف خاص طور پر نمایاں تھے۔

فتحی بے انجمن اتحاد وترقی کے حلقہ ارکان میں داخل ہوگئے۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ کی عمر نے وفا نہ کی۔ ورنہ خدا معلوم یہ جرأت وصداقت کا مجسمہ دنیائے سیاست میں کس قدر نام پیدا کرتا۔

قومی خدمات:۔ جنگ اٹلی وترکی کے زمانہ میں آپ ٹیونس کے عثمانی قونصل خانہ میں متعین تھے۔ جہاد کا شوق دامنگیر ہوا۔ فوراً بھیس بدل کر طرابلس چلے گئے۔ آپ کو افواج طرابلس کا کمان افسر مقرر کیا گیا۔ جہاں چند روز تک نہایت حیرت انگیز کارنامے انجام دیتے رہے۔

فتحی بے ہمیشہ اپنے وطن کی تمام چیزوں کو محبت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ اور ان کی ہمیشہ یہ خواہش تھی۔ کہ وہ اپنی جان کو وطن عزیز پر قربان کر دیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے اس اعلیٰ مقصد کو حاصل کر لیا۔

قسطنطنیہ میں آپ ہوائی خدمت پر مامور تھے۔ اور اپنے قدیم ذوق وشوق کے لحاظ سے آپ ہر وقت ہوائی جہازوں کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے تھے۔ ۲۲ فروری

جمعہ کے دن یہ نامور جانباز اپنے ہوائی جہاز میں سوار بیت المقدس کی طرف پرواز کناں ہوئے۔ ایک دوست صادق بے ترکی قوم کے ممتاز شجاع ہمسفر تھے۔ تمام ملک میں آپ کی ہوائی پرواز نے اس قدر شہرت حاصل کی۔ کہ مختلف جگہ بڑے زور سے استقبال کی تیاریاں کی گئیں۔

سانحۂ وفات:۔ قسطنطنیہ سے کچھ دور جانے پر ہوائی جہاز میں کچھ نقص پیدا ہو گیا اور ۵۰ کیلومیٹر کے فاصلہ پر سمرنا کے قریب دفعتہً جہاز زمین پر گرنے لگا۔ چند کاشتکار یہ واقعہ دیکھ کر جھپٹا چاہتے تھے تاکہ جہاز زمین پر گرنے سے پہلے پہنچ جائیں۔ اور کچھ مدد کریں لیکن تقدیر کا مقابلہ کیونکر کر سکتے تھے۔ جہاز زمین پر گرنے سے پاش پاش ہو گیا اور ان عدیم المثال اولوالعزم سپاہیوں کے طائر روح اعلٰے علیین کی جانب پرواز کر گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ط۔ یہ واقعہ یکم مارچ ۱۹۱۴ء کا ہے۔

اس جانگداز حادثہ نے مصر، شام، دمشق وغیرہ تمام بلادِ اسلامیہ میں قیامت برپا کر دی۔

مدفن:۔ ان فداکارانِ ملت کی مقدس نعشیں اسپشل ٹرین میں فوجی اعزاز کے ساتھ دمشق لائی گئیں۔ اور سلطان صلاح الدین ایوبی کے پہلو میں سپردِ خاک کی گئیں۔ ایک لاکھ آدمی جنازے میں شریک تھے۔ تمام فوجی اصحاب دس ہفتہ تک ہر جمعرات کی شب میں تلاوت سورۂ یٰسین اور شب جمعہ میں ذکر ولادت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کر کے ان شہیدان کی ارواح کو ایصال ثواب کرتے رہے۔

نمازِ غائبانہ:۔ فتحی بے اور ان کے رفیق صادق بے شہدائے طیران کی غائبانہ نماز آستانہ میں پڑھی گئی جس میں بری اور بحری فوج کے افسروں کے علاوہ ہر طبقے اور مذہب کے لوگ شامل تھے۔ جس جگہ نماز ادا کی گئی تھی۔ وہاں ارطغرل" اور طارق بن زیاد" طیارہ کے لئے شامیانہ نصب کیا گیا تھا جن میں کمال بے اور سالم بے اسی مقصد کو لے کر پرواز کرنے والے تھے۔ جو شہدائے طیران فتحی بے اور صادق بے کے پیش نظر تھا۔ تاکہ قوم میں اس حادثہ سے جو بیدلی پھیل رہی ہے۔ وہ دور ہو سکے۔ خود انور پاشا اور شہزادہ عبدالحلیم

آفندی موجود تھے۔ اس جلسہ میں تمام ممالک کے سفرا بھی شامل تھے۔ جب نماز ختم ہو گئی۔ تو یہ دونوں طیارے شامیانہ سے باہر نکالے گئے۔ جنہیں دیکھنے کے لئے مخلوق خدا نہایت بے تابی کے ساتھ انتظار کر رہی تھی۔

غازی انور پاشا کی تقریر:۔ سالم و کمال بے کے پرواز کرنے سے پہلے غازی انور پاشا نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر نہایت زبردست تقریر کی۔ جس میں آپ نے فرمایا:۔

"سخت ضرورت ہے۔ کہ ملت و وطن کی عزت برقرار رکھنے کے لئے قربانیاں کی جائیں مجھے اس امر سے مسرت ہوئی ہے۔ کہ برادران ملت ایسی موت مر رہے ہیں۔ جو انہیں دنیا میں ہمیشہ زندہ رکھے گی۔ وہ اپنے ملک کی حفاظت کے لئے موت کا لقمہ بنے ہیں۔ دونو شہیدان ملت فتحی بے اور صادق بے نہایت شجاع و جری تھے۔ اور ہمیں ان کی موت سے ہراساں نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ ان سے پہلے بھی سیکڑوں ماہرین پرواز اسی طرح فوت ہو چکے ہیں۔ اگرچہ فن طیران میں بہت سے خطرے پیش آئیں گے لیکن ہمت نہ ہارنی چاہیے۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ کمال و سالم اسی مقصد عظیم کو اپنا منتہائے نظر بنا کر اس سفر میں کامیابی حاصل کریں گے۔ اور اپنی قوم کے اس رنج و غم اور حسرت و یاس کو فتحی بے اور اور ان کے رفیق سفر صادق بے کے شہید ہونے سے حاصل ہوئی مبدل بخوشی کر دینگے۔"

طلعت بے اٹھے۔ اور انہوں نے بھی چند الفاظ میں شہیدان ملت کی اس اولوالعزمانہ موت پر تحسین و آفرین کے پھول برساتے ہوئے قوم کو آئندہ ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی اور سالم بک کی پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا۔ کہ "میں تمہاری کامیابی اور خیریت سے اختتام سفر کا متمنی ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ خدا تمہیں تمہارے مقصد میں کامیاب کرے"۔

فتحی بے کی یادگار:۔ وزارت جنگ نے یادگار کے طور پر دو نئے ہوائی جہاز خریدے۔ ایک کا نام فتحی بے اور دوسرے کا نام صادق بے رکھا گیا۔

مصر کی طرف سے اظہار تعزیت:۔ جناب عمر توسن پاشا نے جو ترکی ہوائی جہازوں کی مجلس استقبالیہ کے صدر تھے۔ مصری اعیان کے تعاون سے ایک ہوائی جہاز خرید کر اس حادثہ کی یادگار کے طور پر سلطنت ترکیہ کی نذر کیا۔

شوکت بلقیس خانم

(زوجہ محترمہ فتحی بے)

خانم موصوفہ شہید ملت فتحی بے کی زوجہ محترمہ ہیں۔ اپنے شوہر کی طرح قومی خدمت میں ہمیشہ منہمک رہتی ہیں۔ آپ کو عین شباب میں اپنے شوہر کی جدائی کا صدمہ اٹھانا پڑا خاوند کی موت اس مجسمۂ استقلال کی ہمت پر کوئی اثر نہ ڈال سکی۔ بلکہ فتحی بے کی وفات کے بعد ان کا شغل ہی خدمتِ وطن ہو گیا۔

ذوقِ خدمت:۔ جنگ طرابلس کے دنوں میں جو مشہور انجمن خواتین عثمانیہ اعانت حکومت کے لئے قائم ہوئی تھی۔ اس کی تاسیس میں سب سے زیادہ حصہ اسی خاتون نے لیا تھا۔

انقلاب دستور کے بعد مشہور قوم پرور احمد رضا بک کی امداد سے جو جمعیت طالب حقوق نسواں کے لئے بنی تھی۔ جس کے بڑے بڑے عظیم الشان جلسوں نے تمام یورپ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ اور جس کی اعانت کا خود سلطان المعظم نے بنفس نفیس وعدہ کیا تھا۔ اس کے ارکان جلیلہ میں سے ایک رکن رکین یہی بلقیس خانم تھیں۔

فضائی پرواز:۔ بلقیس خانم کو اپنے شوہر کی طرح ہوائی پرواز کا بہت ذوق تھا جس کی وجہ سے تمام ترکی قوم خانم موصوفہ کی قدر و منزلت کرتی تھی۔

اگرچہ یہ کوئی پہلا موقع نہ تھا۔ کہ بلقیس خانم نے ایک طویل ہوائی سفر کا ارادہ کیا۔ اس سے پہلے بھی وہ بہت دفعہ ہوائی سفر کر چکی تھیں۔ ان کے اس مردانہ وار ہوائی پرواز نے تمام ترکی میں بڑی شہرت حاصل کر لی تھی۔

ترکی خواتین پروانہ وار ان سے ملنے کے لئے آنے لگیں۔ متعدد مقامات سے عورتوں کی انجمنوں نے ان کے لئے تحائف بھیجے۔ پرواز سے پہلے خواتین عثمانیہ کے دو عظیم الشان جلسے منعقد ہوئے۔ جس میں بڑے بڑے اعیان و مشاہیر کی خواتین شریک تھیں۔ بلقیس خانم

نے ایک فصیح و بلیغ تقریر کی۔ اور کہا:۔

"وقت آگیا ہے۔ کہ اپنی ملت کے زوال و ادبار کے ماتم میں ہم عورتیں بھی مساوی حصہ لیں کیونکہ ہر بات میں ہم اپنا مساوی حق مردوں سے طلب کرتی ہیں۔

فضائی سفر اب متمدن اقوام کے نزدیک ایک نہایت معمولی اور عام بات ہو گئی ہے۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ میں نے جو یہ ارادہ کیا۔ تو اس لئے نہیں کہ یہ کوئی عجیب اور نادر واقعہ ہوگا۔ بلکہ اس سے میری صرف یہ غرض ہے کہ قوم کے سامنے ہمت اور اقدام عمل کی ایک تطیر پیش کر دوں۔ جو میری ملت محبوب کیلئے اولوالعزمانہ افعال کی محرک اور بلند نظرانہ مقاصد کی داعی ہو"

خانم موصوفہ کی دلیری نے تمام خواتین عثمانیہ میں ایک تازہ روح عمل پھونک دی۔ اس سے نہ صرف عورتیں ہی متاثر ہوئیں۔ بلکہ مردوں پر بھی اس کا بہت ہمت افزا اثر پڑا۔

انہوں نے اپنے ساتھ بہت سے چھپے ہوئے اشتہار رکھ لیے جنہیں ہر آبادی سے گذرتے ہوئے پھینکتی جاتی تھیں۔ ان میں بعض پر طلب غیرت و حمیت کے جملے تھے۔ بعض پر دعائیہ فقرے۔ اور اکثر اوراق پر یہ لکھا تھا۔ کہ:۔

"ملت عثمانیہ کے نام غیرت، حمیت، صداقت اور عمل کا پیغام مقدس"

خالدہ ادیب خانم

ابتدائی حالات:۔ خالدہ ادیب خانم ایک یہودی النسل ماں کے بطن سے مسلم گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد ماجد سلطان عبدالحمید خاں کے شعبہ خزانہ عامرہ کے مہتمم تھے۔

شکل و شباہت:۔ چھوٹا سا نازک چہرہ، معنی خیز و غنچہ دہن، ابرو کمان کی طرح

کھینچے ہوئے خوبصورت موٹی موٹی آنکھیں۔ سنہری چمکیلے بال، چھریرا بدن، صوفیانہ رنگ کا لباس ایسا ہے۔ ایک مجمل سی لفظی تصویر۔ اس لائق تعظیم اور واجب تکریم مسلم خاتون کی جس پر مادرِ ترکی بجا ناز کر سکتی ہے۔ اور عالم اسلام فخر و مباہات کا اظہار کر سکتا ہے۔ جس کی سرشت میں قدرت نے حریت کی روح پھونک رکھی ہے۔

عادات وخصائل:۔ وہ حسنِ صورت کے ساتھ حسنِ سیرت سے بھی بخوبی بہرہ ور ہیں۔ اور اس آخری وصف نے انہیں آسمان ترکی کی "زہرہ اور مشتری" بنا رکھا ہے۔ جدید ترکی کا اقتدار جن فرزندان توحید کی جان فروشانہ کوششوں کا ممنون احسان ہے۔ ان میں خالدہ خانم کا نام بھی دنیائے اسلام میں ہمیشہ عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔

خالدہ خانم بظاہر سیدھی سادی۔ کم سخن۔ پرسکون اور متین معلوم ہوتی ہیں۔ نمائشی طریق و عادات سے پرہیز ہے۔ فاخرہ اور زرق برق لباس نہیں بھاتا۔ مگر شخصیت مقناطیسی اور تحریر و تقریر میں جادو کا اثر ہے۔ اور ان کی سحر نگاریوں میں ایک پرجوش دعوتِ عمل اور ولولہ انگیز تحریک پائی جاتی ہے جس کے ثبوت میں آپ کے اخلاقی فرائض معاشری مضامین اور دلآویز نظمیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

علمی فوق:۔ سلطان عبدالحمید خاں مرحوم کے دورِ حکومت میں ترکی لڑکیاں کسی غیر ملکی مدرسہ میں قانوناً تعلیم نہ پا سکتی تھیں اور عصر زنانہ ترکی مدارس میں تعلیم نسواں کا انتظام موجودہ زمانہ کی تعلیم کے لئے نہایت ناکافی تھا۔ خالدہ خانم خدا تعالیٰ کی طرف سے غیر معمولی ذہانت و فراست اور عجیب و غریب دماغی قابلیت لے کر آئی تھیں۔ آپ کے روشن خیال باپ نے یہی مناسب سمجھا کہ خواہ کچھ بھی ہو۔ خالدہ کو اعلیٰ تعلیم و تربیت ضرور دلائی جائے۔ چنانچہ آپنے سلطان المعظم سے اس امر کی اجازت طلب کی۔ کہ خالدہ کو امریکن مدرسہ نسواں میں داخل کر دیا جائے۔ بہت سی قیود و شرائط کے بعد اجازت تو مل گئی۔ لیکن خالدہ کے جوہر شناس والد کو اپنی پیاری بچی کی تعلیم و تربیت پر آئندہ ترقی قربان کر دینی پڑی۔ امریکن کالج سے جون ۱۹۰۱ء میں نہایت کامیابی کے ساتھ بی اے کی

ڈگری حاصل کرنے سے پیشتر ہی انہیں انگریزی زبان میں دستگاہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے پندرہ برس کے سن میں ہی ایک امریکن مصنف جیکب ایبٹ کی ایک پرانی کتاب THE mother at home (ماں اپنے گھر میں) کا ترکی زبان میں ترجمہ کر دیا تھا۔ یہ کتاب حقوق و فرائض مادری کے موضوع پر لکھی گئی تھی۔ ترجمہ ایسے سلیس اور دلآویز پیرایہ میں کیا گیا۔ کہ ملک کے ادبی حلقوں میں خالدہ خانم کا نام چاند سورج بن کر چمکنے لگا اس غیر معمولی ذہانت اور استعداد علمی پر سلطان المعظم نے انہیں ایک نشان اعزاز عطا فرمایا۔ علم دوست باپ نے نہایت مسرت کے ساتھ اس کتاب کے ایک ہزار نسخے چھپوا لئے۔ اور ترکی گھرانوں میں تقسیم کر دیے۔

ابتدا ہی سے خالدہ خانم کو علم ادب، تاریخ اور فلکیات سے خاص لگاؤ تھا مگر علم ہندسہ ریاضی جیسا خشک مضمون طبیعت کو اپنی طرف نہ کھینچ سکا۔ اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ادب و انشا سے دلچسپی رکھنے والا دماغ ریاضی کی خشکی سے اکثر بیگانہ ہوا کرتا ہے

مناکحت:۔ سترہ برس کی عمر میں ان کے لئے ایک خاص اتالیق رکھنا پڑا۔ جو شاہی یونیورسٹی کا پروفیسر بھی تھا۔ مگر اتالیق اور نوخیز خالدہ کو درسی مضامین سے محبت کے راز و نیاز زیادہ پرلطف معلوم ہوئے۔ دونوں مکتب عشق کے طالب علم بن گئے۔ اور اس درسگاہ میں خود استاد کو شاگرد کے سامنے اعتراف الفت کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ حتیٰ کہ دونوں باہم رشتۂ مناکحت میں داخل ہو کر میاں بیوی بن گئے۔

دور انقلاب:۔ جب ترکی میں انقلاب کی تیز و تند آندھیاں چلنے لگیں اور شخصی حکومت کی آہنی زنجیریں یک قلم ٹوٹ گئیں۔ تو اخبارات و رسائل قوم کی زبان اور ملک کے ترجمان بن گئے۔ حریت و آزادی کے جا بجا چرچے ہر جگہ ہونے لگے۔ اس وقت خالدہ خانم جیسی خاتون بھلا کیوں کر خاموش رہ سکتی تھی۔ آپ نے ایک ولولہ انگیز نظم شائع کی۔ جو جذبات حب وطن کی پوری پوری آئینہ دار تھی۔ اس کا موضوع نہایت لطیف اور دل پر تیر و نشتر کا کام دینے والا تھا۔ کہ ترکی حکومت اور خلافت عثمانیہ کے بانی سلطان عثمان کی روح ترکی فوج کے چوتھے دستے کو خاص طور پر خطاب کر رہی ہے

یہ فتح کا جو تھا دستہ ہی تھا جس نے ایسے آڑے وقت میں نوجوان ترکی کا ساتھ دیا۔ اور آئینی سلطنت قائم کرنے میں علم برداران حریت کی اعانت کی، ایسا پاکیزہ۔ ایسا ولولہ خیز۔ ایسا جوش انگیز مضمون ہوا اور اس کے ادا کرنے کے لئے خالدہ سا سلجھا ہوا دماغ۔ غیرت مند دل اور حریت نواز زبان۔ پھر بھلا مردہ دلوں پر اس کا روح افزا اثر کیوں کر نہ ہوتا۔ یہ پُرجوش نظم نوجوان ترکی احساسات کا ایک مرقع تھی۔ اس لئے خالدہ کی شہرت کا آفتاب بنصف النہار تک پہنچ گیا۔ وہ نتیجہ خیز اور جرأت آموز فسانے جو خالدہ خانم اس سے پہلے حرم کی چار دیواری میں لکھ چکی تھی۔ اخبارات اور قوم پرور رسائل کی زینت بننے لگے یہاں تک کہ ترکی نوجوانوں کے سب سے بڑے اخبار ”طنین“ نے خالدہ خانم کو مضمون نگاری کی خدمت پر آمادہ کر لیا چنانچہ آپ نے تحریکات قومی کے متعلق نہایت مؤثر اور مدلل مضامین لکھنے شروع کئے۔ ادبی قابلیت کا شہرہ تو پہلے ہی ہو چکا تھا اب سیاسیات میں بھی خالدہ خانم کو ایک بلند حیثیت حاصل ہو گئی۔ اور نہ صرف ترکی میں بلکہ یورپ میں اس خاتون کی لیاقت اور زور تحریر ۔۔۔ ۔۔۔ باہر سے دعوتیں آنے لگیں۔ ان سے درخواست کی گئی کہ انگلستان پہنچ کر ایک زبردست سیاسی مجلس میں اپنے خیالات سے مستفید کریں۔ چونکہ امریکہ آزاد خیالی اور جمہوریت کا گھر ہے اور خالدہ نے امریکن استانیوں کے آغوش شفقت میں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ اس لئے انہیں امریکی نظام حکومت سے بہت کچھ دلچسپی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی کے علم برداران حریت انور پاشا۔ طلعت پاشا اور جمال پاشا کو خالدہ خانم کی بہترین سیاسی قابلیت سے فائدہ اٹھانے کا خیال پیدا ہوا۔ الغرض اس ترکی شمع حریت کے گرد و پیش بہت سے نادی کے پروانے جمع ہو گئے۔ اور اس خاتون کے حیرت انگیز اثر و اقتدار کے ماتحت ترکی کے پیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھنے لگیں۔

جان کے لالے :- آزادی کی جد و جہد میں حصہ لینے والے خطرے کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ شخصی حکومت کے خاتمے کے کچھ مدت بعد جب سلطان عبدالحمید خاں نے غلبہ حاصل کرنے کے لئے از سر نو ہاتھ پاؤں مارے تو دو سو فوجی افسروں اور تین سو دیگر ملکی

عہدہ داروں اور انقلاب پسندوں کے نام گرفتاری کے حکم نامے جاری ہوئے تھے۔ جن کے لیے سزائے قتل تجویز کی گئی تھی۔ ان میں دو خواتین بھی کشتنی و گردن زدنی قرار پائی تھیں ان میں سے ایک خالدہ خانم تھی۔ اخبار "طنین" کے دفتر پر چھاپا مارا گیا۔ اور خالدہ کے تمام مسودے نذر آتش کر دیئے گئے۔

اب ترکی چھوڑ دینے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ آپ ۱۹۰۹ء میں اپنے دو بچوں سمیت امریکن کالج میں پناہ گزین ہوئیں۔ اور وہاں سے چپکے چپکے سرزمین مصر میں پہنچ گئیں جب خوف و دہشت کے بادل چھٹ گئے۔ ترکی نوجوانوں کی سلطنت قائم ہو گئی۔ اور سلطان عبدالحمید خاں تخت سے اتار دیئے گئے۔ تو خالدہ خانم ترکی واپس آگئیں

عثمانی خواتین کے حقوق:۔ خالدہ خانم نے طبقہ نسواں کو ابھارنے میں بھی کچھ کم حصہ نہیں لیا۔ جب ترکوں نے سلطان کی حکومت کا جوا اپنی گردنوں سے اتار پھینکا۔ تو ہر طرف ترقی و آزادی کے خوشگوار مناظر پیدا ہو گئے۔ اور عورتیں بھی اپنے سیاسی و معاشرتی سود و بہبود کے لئے جد وجہد کرنے لگیں۔ عورتوں کی سیاسی حیثیت ایک اہم مسئلہ بن گئی۔ ملک میں متعدد زنانہ مجلسیں قائم ہو گئیں۔ خالدہ خانم ان کی رہبر بنیں۔ زنانہ اخبارات کے ساتھ زنانہ لٹریچر بھی عام ہوا۔ اور ملک کے دوسرے ادیبوں نے بھی عورتوں کے حقوق پر مضامین لکھے۔

خواتین عثمانیہ اور جوش خدمت:۔ اس دوران میں ترکی کے اندرونی حالات پھر بگڑنے لگے۔ ملک میں جماعت بندی کا زور ہو گیا۔ بیرونی دشمنوں نے ترکوں کی اس پراگندگی سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ چنانچہ ۱۹۱۲ء میں پہلی جنگ بلقان رونما ہوئی اس جنگ کا نتیجہ اگرچہ بظاہر خوفناک نظر آتا تھا۔ لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ ریاستہائے بلقان کا اس طرح جمع ہو کر ترکی پر چڑھ آنا ترکوں کے لئے باعث رحمت بن گیا۔ انہوں نے ذاتی عداوتوں کو بالائے طاق رکھا۔ اور متحد ہو کر ملک کو بچانے کی کوشش میں سرگرم ہو گئے۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک حب وطن کی ایک زبردست لہر اٹھی۔ اور ترکی خواتین نے پہلی مرتبہ قومی کاموں میں حصہ لیا۔ شہزادی

نعمت خانم کی صدارت میں ہلال احمر کی ایک زنانہ مجلس قائم کی گئی۔ اور مسلم خواتین میدان جنگ اور فوجی شفا خانوں میں پہنچکر مجاہدین اسلام کی مرہم پٹی کا مقدس فرض انجام دینے لگیں۔

اس کے علاوہ ترکی خواتین کے دو عظیم الشان جلسے جامعہ عثمانیہ میں منعقد ہوئے۔ جن میں ہزاروں عورتیں شریک ہوئیں۔ ان جلسوں میں زنانہ تنظیم و تنسیق پر زور دیا گیا۔ اور خدمت ملک و ملت کی خاص طور پر تحریکیں ہوئیں اس طرح سے خالدہ خانم نے خواتین ترکیہ کو بیدار کر دیا۔ اس محترم خاتون نے ان جلسوں میں ایسی پرجوش اور ولولہ انگیز تقریریں کیں۔ کہ ترکی کی تمام دنیائے نسواں حرارت قومی سے لبریز ہو گئی۔

خالدہ کی ایک تقریر:- "میری عزیز بہنو! اس پرانے کتبے پر غور کرو۔ جو ہمارے ایک عثمانی تاجدار نے صدیوں سے لوح مزار پر کندہ کرایا تھا۔ اور جس کے الفاظ یہ ہیں:-

احکم الحاکمین نے مجھے حکمرانی بخشی۔ تاکہ آل عثمان کا نام و ناموس اور شہرت و عزت نہ مٹنے پائے۔ میں کسی دولتمند قوم کا حکمران نہیں بنایا گیا۔ میں اس غریب قوم کا بادشاہ ہوں۔ جس کے پاس کھانے کو ٹکڑا نہیں۔ تن ڈھکنے کو کپڑا نہیں۔ میرے دل میں ترکی قوم کا جو درد تھا وہ مجھے رات کو بے تاب اور دن کو بے چین رکھتا تھا۔ میں آخر دم تک اپنی رعایا کا خدمت گذار رہا۔

بہنو! ہمیں اپنے جلیل القدر بادشاہ کے الفاظ ہر وقت پیش نظر رکھ کر ان پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ سب سے بڑی ضرورت یہ ہے۔ کہ ہمارے دلوں میں مادر وطن کی محبت لہریں لیتی ہو۔ حب ملی کی بدولت ہی ہماری قوم کو عزت و عظمت ملی۔ جب سے ہم اس پاکیزہ جذبہ کو بھول گئے تب سے ہماری تاریخی روایات کو نقصان پہنچا۔ اور ہم ذلت کے گہرے کنوئیں میں گر گئے۔ ہمارے حریفوں کو قومی محبت عظمت کے مقام پر کھڑا کر رہی ہے۔ بلغاریہ کے لوگوں کی طرف دیکھو آج سے پچاس سال پہلے وہ ہمارے گوالے تھے۔ ہمارے سلے دودھ دھویا کرتے

لیکن جب قومیت نے انہیں کچھ کا کچھ بنا دیا۔ اور آج سارا یورپ اس قوم کو عزت کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ شرم اور غیرت کا مقام ہے کہ غلام دنیا میں عزت کی زندگی بسر کریں۔ اور آقا ذلیل ہو جائیں۔ یہ کس کا قصور ہے ؟ ہمارا ترکی ماؤں کا فرض تھا۔ کہ اپنے بچوں کے دلوں اندر داغوں میں مادر وطن کی محبت اور اسلام کی عقیدت کا نقش بٹھائیں۔ ان کی قومی عزت کی خاطر مرنے کی تعلیم دیتیں۔ مگر ہم نے غفلت کی۔ اور ساری قوم کے حق میں کانٹے بوئے لیکن مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر آج بھی قومی خدمت کے لئے کمر ہمت باندھ لو۔ تو بہت کچھ کر سکتی ہو۔

اہل فرانس کی حالت سے عبرت سیکھو۔ آج سے چالیس برس پہلے جرمن انہیں شرمناک شکست دے چکے ہیں۔ انہیں اپنے علاقہ کا بہترین حصہ کھو دینا پڑا۔ لیکن حب وطن کی چنگاریں ان کے دل میں برابر سلگتی رہی۔ مادر وطن کی محبت نے اس جوش انگیز جذبہ نے انہیں وقف یاس اور صرف حرمان نہ ہونے دیا۔ اور پچیس برس کے قلیل زمانہ میں ان کی طاقت دقوت اور شان دشوکت پہلے سے بھی بڑھ چکی ہے۔ دور کیوں جاتے ہو۔ انہیں یونانیوں کو دیکھو۔ جو صدیوں تک تمہارے حلقہ بگوش رہے۔ آزادی کے نام سے آشنا نہ تھے۔ ان کا بڑے سے بڑا شہر ایک گندے اصطبل سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا۔ آج ایتھنز میں زمین د آسمان کا فرق دیکھو گے۔ وہ اصطبل آج ایسا مصفیٰ و مہذب شہر ہے۔ کہ استنبول سے پہلو مارتا نظر آتا ہے۔ خواہ مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔ ہمیں یقین کامل رکھنا چاہئے۔ کہ آل عثمان صفحہ دہر سے معدوم نہ ہوگی۔ کیونکہ گذشتہ کارنامے اس کے شاندار مستقبل کے ضامن ہیں۔ اگر ہمیں تمام دنیا کا مقابلہ کرنا پڑا۔ تو مضائقہ نہیں۔ جب قومی ہمت دلوں کو گرمائے گی۔ اور الفت وطن ہمارے بازوؤں کو قوت بخشیگی۔

آؤ! خدا تعالیٰ کے حضور میں اور قومیت کی قربان گاہ پر قسم کھا کر یہ عہد

کریں۔ کہ جب تک کھوئی ہوئی عظمت کو واپس نہ لائیں۔ اور ترکوں کو اتوام عالم کے دوش بدوش نہ کھڑا کریں۔ اس وقت تک کسی قربانی سے پہلوتہی نہ کریں گی۔ تاکہ جب زندگی کی آخری گھڑی آئے۔ تو دم واپسیں ہمارا ضمیر یہ الفاظ دہرائے۔ "میں آلِ عثمان کے درد میں راتوں کو بے خواب اور دن کو بے چین رہی ہوں"۔

اس دلدوز اور جوش انگیز تقریر کے بعد خالدہ خانم خدمتِ ملک وملت کے جوش میں اپنے تمام زیور اتار ڈالتی ہے۔ کانوں کے آویزے۔ انگلیوں کی انگشتریاں کلائی کی چوڑیاں اور جیب کی گھڑی۔ صنف نازک کے محبوب ترین زیور قومی دفاع کی خاطر پیش کر دئے جاتے ہیں۔ دوسری بہنیں بھی اس عظیم الشان ایثار کو دیکھ کر خاموش نہیں رہتیں۔ اور آناً فاناً ایک درجن صندوقچے مرصع اور غیر مرصع سنہری روپہلی، زیورات سے پُر ہو جاتے ہیں۔

تعلیمی سرگرمیاں:۔ جنگ یورپ کے آغاز میں خالدہ خانم نے ڈاکٹر عدنان بے نبیعت ملیہ کے صدر سے شادی کر لی۔ اور پھر تعلیمی خدمت میں مشغول ہو گئیں علاقہ شام میں صدہا زنانہ مدارس کھولے آرمینیا اور ایشیائے کوچک کے علاقہ میں بھوکے ننگے اعداد لاوارث بچوں کے لئے یتیم خانے قائم کئے گئے۔ خود زیادہ تر بیروت میں رہتی تھیں۔ جنگ کے زمانہ میں اس حیرت انگیز تعلیمی ترقی سے صاف نمایاں ہو گیا کہ ترکی حکومت نے اپنے ملک کے انتظام کو کس خوبی اور خوش اسلوبی سے انجام دیا۔

غازی طلعت پاشا جوان دنوں وزارتِ عظمٰی کے عہدہ جلیلہ پر فائز تھے۔ خالدہ خانم کی کوئی تجویز رد نہ کرتے تھے۔ کیونکہ وہ واقف تھے۔ کہ اس محترم خاتون کا کوئی کام قوم کی بھلائی سے خالی نہیں ہوتا۔ چنانچہ غازی موصوف نے صدہا استانیاں قسطنطنیہ سے ایشیائے کوچک میں بھیج دیں۔ تاکہ خالدہ خانم کے ماتحت کام کریں۔

فرانس نے بیروت میں ایک عظیم الشان زنانہ کالج قائم کر رکھا تھا۔ جب جنگ چھڑ گئی۔ تو فرانسیسیوں کو نہایت حسرت کے ساتھ اس کالج کو بھی چھوڑنا پڑا۔ خالدہ خانم

نے اس کالج پر قبضہ کرلیا
یہ سر بفلک عمارت ایک پہاڑی پر نہایت خوشنما جگہ پر واقع تھی۔ خالدہ خانم نے حاکم شام کی اعانت سے اس کالج کو اور بھی وسعت دی۔ اور اسے سلطنت ترکی کا ایک عالیشان مدرسہ بنادیا۔ خالدہ نے قومی ضروریات کے مدِنظر نصاب میں مناسب ترمیم کرلی تھی۔

خالدہ اپنے تمام مدارس میں مذہبی رواداری اور آزادی کا بہت خیال رکھتیں تھیں مسلمان اور عیسائی لڑکیاں ایک ہی جگہ رہتیں۔ اور ایک ہی جگہ پڑھتی لکھتی تھیں تعصب خالدہ کے نزدیک ایک جرم تھا۔

خالدہ کی دوسری بہن بھی مشرق قریب میں تعلیم کا کام کر رہی تھیں۔ ان خواتین کی سرگرم کوششوں نے اس ملک میں عجیب و غریب زندگی کی روح پھونک دی۔ اور تعلیم نسواں کے ساتھ ساتھ حب قومی کے غلغلے چاروں طرف بلند ہونے لگے۔

تین چار سال میں تعلیم کو اس قدر پھیلا دینا صرف خالدہ ہی کا کام تھا۔ اپریل ۱۹۱۹ء میں یہ خبر مشہور ہوگئی۔ کہ انگریز شام پر حملہ آور ہوں گے۔ خالدہ خانم نے موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے بہت سی استانیوں کو واپس استنبول بھیج دیا۔ اور خود بھی بیروت کی سکونت چھوڑ کر قسطنطنیہ واپس آگئیں۔ لیکن انگریزوں نے کسی وجہ سے حملہ ملتوی کر دیا۔ مگر اس افراتفری میں سکولوں اور یتیم خانوں کی حالت قابل رحم ہوگئی۔ بیروت سے روانہ ہوتے وقت خالدہ خانم نے امریکن ریلیف سوسائٹی سے استدعا کی۔ کہ وہ اس علاقہ کی مسلمان اور عیسائی خواتین کا خاص خیال رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے اس درخواست کو نہایت ہمدردی سے منظور کرلیا۔

احیائے تحریک حریت:۔ جنگِ یورپ کے بعد اتحادیوں نے قسطنطنیہ پر اپنا قبضہ جما لیا۔ جس سے ترکی کے طول و عرض میں حسرت و افسوس اور غیرت و حمیت کے جذبات مشتعل ہوگئے۔ ترکوں کے بارونق جلسے منعقد ہونے لگے۔ جن میں اتحادیوں کی ناانصافیوں پر رنج کا اظہار کیا جاتا۔ اور ترکی کو پارہ پارہ ہونے سے بچانے کے لئے قوم

سے پُرزور الفاظ میں اپیل کی جاتی۔
ان ہی دنوں قسطنطنیہ کے ایک وسیع میدان میں ایک لاکھ ترکی قوم پرستوں کا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں اس جانباز حریت نے ایک آتش بار تقریر کی اور ترکوں کو ان کی شاندار روایات یاد دلاکر عبرت دلائی۔
اس دردناک تقریر سے تمام قسطنطنیہ میں آگ لگ گئی۔ قومی جذبات میں ایک تلاطم خیز طوفان پیدا ہوگیا۔ ادھر یونانیوں کے مظالم نے جلتی آگ پر تیل چھڑک دیا۔ اگر دو ایک دفعہ اور خالدہ کو کچھ کہنے کا موقع مل جاتا۔ تو خدا جانے کیا قیامت برپا ہوتی لیکن اتحادیوں نے فوراً ایسے جلسے روک دیئے۔ اس کے بعد قومی جذبات میں اندر ہی اندر ہیجان پیدا ہونے لگا۔ خالدہ خانم کا خیال تھا۔ کہ ترکی کو اس وقت غیر ممالک کی مشفقانہ امداد کی ضرورت ہے۔ آپ کو عموماً امریکہ کی حریت و انصاف پرستی پر بھروسہ ہوتا تھا۔
وزارت معارف:۔ اسی اثنا میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے انگورہ میں ایک عظیم الشان سلطنت قائم کرکے ترکی کے بہترین مصنف، انشاء پرداز، شاعر، عالم، فاضل جرنیل غرض ہر قسم کی قابلیت کے آدمی اپنے گرد جمع کر لئے جس وقت غازی موصوف نے وزارت حکومت کا نقشہ کھینچا۔ تو اس میں خالدہ خانم کی افسوسناک کمی نظر آئی۔ چنانچہ اسی وقت خالدہ کو قسطنطنیہ سے انگورہ لانے کی خدمت ایک جماعت کے سپرد کی۔ ہوائی جہاز رات کی تاریکی میں پرواز کرتا ہوا قسطنطنیہ پہنچا۔ اور اتحادیوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر خالدہ اور اس کے شوہر کو اڑا لے گیا۔ چنانچہ خاتون موصوف آزاد ترکی حکومت میں وزیر تعلیمات کی خدمت انجام دینے لگیں۔ اور شاید یہ دنیا کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا سب سے پہلا واقعہ ہے۔ اس پوزیشن سے آپ نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اور ملک میں مدارس کا جال بچھا دیا۔ مختلف شہروں کے دورے کئے۔ اور تقریروں کے ذریعے ان میں تعلیم سے دلچسپی پیدا کر دی۔ وزارت معارف کی خدمات کے علاوہ فوجی خدمات بھی انجام دیتی رہی ہیں۔ جنگ سمرنا میں ان کے کارناموں نے بڑی شہرت حاصل کر لی تھی۔
سیاحت امریکہ:۔ خالدہ ادیب خانم شروع ہی سے امریکی تہذیب و شائستگی

کی دلدادہ رہی ہیں۔ آپ کی تعلیم کی ابتداء امریکی مدرسوں سے ہوئی۔ جب جان کے لالے پڑے۔ تو امریکن کالج ہی میں پناہ لی۔ اسی مناسبت سے آپ نے امریکہ کی سیر و سیاحت بھی فرمائی۔ جسے کچھ مدت گذر گئی ہے۔ وہاں ایک انجمن نسواں نے آپ کے خیالات عالیہ سے مستفید ہونے کو ایک خاص جلسے کا اہتمام کیا۔ خالدہ ادیب خانم نے بہت سے ترکی مسائل پر دل نشین تقریر فرمائی جن میں ایک مسئلہ ترکوں کی دینداری کے متعلق بھی تھا ممدوحہ نے فرمایا۔

"ترک صدیوں سے حلقہ بگوش اسلام چلے آتے ہیں۔ اسلام کی مدافعت اور مذہب کے تحفظ میں انہوں نے اپنا خون پانی کی طرح بہایا ہے۔ مسیحیت کے نزدیک ترکوں کا سب سے بڑا جرم یہی ہے۔ کہ وہ پرستاران توحید ہیں۔ حکمائے یورپ کے نزدیک ترکی مرد بیمار ہے۔ جس کا بڑا عارضہ جوش اسلام سمجھنا چاہیئے۔ دول یورپ آل عثمان کو اس لئے سرزمین اردپا سے نکالنا چاہتی ہیں۔ کہ اس کے رگ و ریشہ میں غیرت مذہبی اور حمیت دینی بھری ہوئی ہے۔ نت نئی خونریز جنگ سے فصد کھولی جاتی ہے۔ کہ نحیف و زار ترکی جسم طاقت و قوت نہ پکڑنے پائے۔ لیکن ترک تن تنہا ان مصائب عظیمہ کو ایک سچے فرزند اسلام کی حیثیت سے برداشت کرتے رہے ہیں اور انشاء اللہ برداشت کرتے رہیں گے۔ ان کے پائے ثبات و استقلال میں کوئی تزلزل واقع نہ ہوگا۔ پاس دین اور تحفظ مذہب میں کوئی بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی ان کے سد راہ نہیں ہو سکتی۔ وہ مسلمان ہیں۔ اور مسلمان ہی رہیں گے۔"

خالدہ ادیب خانم کی یہ پُر جوش اور ولولہ انگیز تقریر بہت معنی خیز اور ترکی احساس مذہبی کی پوری آئینہ دار سمجھنی چاہیئے۔

اتاترک سے اختلاف:۔ ترکی پارلیمان میں جب مصطفےٰ کمال کی پارٹی کی طرف سے تنسیخ خلافت شاہی خاندان کی جلاوطنی کی تحریک پیش ہوئی۔ تو خالدہ ادیب خانم غازی رؤف پاشا اور بعض دیگر محبان وطن نے اختلاف کیا۔ انہوں نے مصطفےٰ کمال سے درخواست کی۔ کہ وہ صدارت کے ساتھ دنیائے اسلام کی خلافت بھی قبول کرلیں۔ اور

ترکی سے مسلمانانِ عالم کے اس رشتے کو منقطع نہ کیا جائے۔ مگر مصطفٰے کمال رضامند نہ ہوئے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ گذشتہ جنگ یورپ کے تلخ تجربات نے اس امر کو واضح کر دیا ہے۔ کہ مسلمانوں کو مسئلہ خلافت سے کوئی شغف نہیں رہا۔ ورنہ کیا وجہ تھی۔ کہ وہ خلافتِ اسلامیہ کے احترام کے باوجود خلیفہ اسلام کے مقابل صف آرا ہوتے۔ اور اس سے تعاون کرنے کی بجائے دشمنانِ اسلام سے رشتہ مودت باندھتے۔ دوسری طرف یورپ کی صلیبی سلطنتیں اسے اسلامی دنیا کا روحانی مرکز سمجھ کر ہمیں تباہ و برباد کرنے کی فکر میں رہتی ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو۔ کہ ترکی کانٹوں کے اس تاج کو الگ رکھ کر مصیبت کے ایک سبب سے نجات پائے۔ مگر حامیان احیائے خلافت مطمئن نہ ہوئے۔ اپنے مطالبے پر مصر رہے۔ اور کئی دنوں تک پارلیمان اس آتشیں بحث کی آماجگاہ بنی رہی۔ آخر کار تحریک کثرت رائے سے پاس ہوگئی۔ خالدہ نے وزارت سے استعفٰے دے دیا۔ اور اس طرح مصطفٰے کمال اور ان کے رفقائے کار کو ان کی مرضی کے مطابق خدمت وطن و قوم کے لئے آزاد چھوڑ دیا۔

تنسیخِ خلافت کی قرارداد کی منظوری نے خطرناک صورتِ حالات کی تاسیس کی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ خالدہ اور اس کے ہم خیال لوگوں کے لئے ترکی میں اب کوئی جگہ نہیں۔ اس لئے انہوں نے ترکِ وطن ہی مناسب سمجھا۔ اور غازی رؤف پاشا، خالدہ ادیب خانم اور بہت سے دیگر محبانِ وطن مجبور ہو کر ترکی کو خیرباد کہہ گئے۔

امریکہ کی پناہ میں:۔ اب خالدہ کے سامنے یہ سوال تھا۔ کہ ترکی چھوڑنے کے بعد کدھر کا رخ کریں۔ امریکن استانیوں کا مشفقانہ سلوک اور سہیلیوں کی والہانہ محبت اور اخلاص کے نقوش ابھی ان کے دل سے محو نہیں ہوئے تھے۔ غربت کی ان گھٹاٹوپ تاریکیوں میں انہیں امریکہ کی طرف شعاعِ امید چمکتی ہوئی دکھائی دی۔ اور وہ اپنے شوہر ڈاکٹر عدنان بے کی معیت میں امریکہ روانہ ہوگئیں۔

جلاوطنی میں پہلی تصنیف:۔ امریکہ پہنچتے ہی ڈاکٹر عدنان بے نے تو ہسپتال کھول دیا۔ اور خالدہ خانم تالیف و تصنیف میں منہمک ہوگئیں۔ ان کی سب سے پہلی

تصنیف "تھرو ٹرکش آئیڈیل" تھی۔ جس میں انہوں نے احیائے خلافت کی اہمیت، نقل وطن کی مجبوریاں، مصطفےٰ کمال کی سرگرمیوں کے تاریک پہلو اور بعض اختلافات ناگفتہ بہ بھی کھول کر بیان کئے۔ دل کی خوب بھڑاس نکالی۔ اور اپنے خیالات کی نشرواشاعت اور مسئلہ خلافت کی ضرورت کو ثابت کرنے کے لئے امریکی اخبارات کا بھی سہارا لیا۔ یہ پہلا موقع تھا۔ کہ ایک وطن پرور ترکی خاتون نے ایک محب وطن ترک کے خلاف قلم اٹھایا۔ اور اسے مجرم ثابت کرنے کی انتہائی کوشش کی۔

ہندوستان کا سفر۔ اسی اثنا میں خالدہ ادیب خانم نے جامعہ ملیہ دہلی کی دعوت پر ہندوستان کا رخ کیا۔ اور جب وہ بمبئی کے ساحل پر اتریں۔ تو بمبئی کے مسلمانوں نے عظیم الشان استقبال کیا۔ ڈنروں اور تقریروں کا انتظام کیا۔ یہاں سے آپ دہلی آئیں۔ اور جامعہ ملیہ کے ہال میں مختلف زعمائے قوم کی صدارت میں چھ معرکہ آرا تقریریں کیں۔ جن میں ترکی کی جنگ میں شرکت اور اس کے مخالف و موافق اثرات پر سیر حاصل تبصرہ کیا۔ آپ نے کمال پاشا کی شخصیت پر بھی بحث کی۔ اور اسے ترکی کا نجات دہندہ اور عظیم المرتبت انسان کی صورت میں پیش کیا۔ دہلی کی تاریخی سرزمین پر ایک فاتح و آزاد قوم کی تاریخ دہرانے اور یورپ کی بربریت اور چالاکیوں کے راز افشا کرنے کے بعد انہوں نے ۱۳ فروری ۳۵ء کو لاہور کا رخ کیا لاہور کے اسٹیشن پر بھی ہزاروں مسلمان آپ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ آزاد مسلم کانفرنس نے ایڈریس پیش کیا۔ جس میں ان کی ملکی و قومی خدمات کو خراج تحسین ادا کیا گیا تھا اور بتایا گیا تھا۔ کہ ہندوستانی مسلمان بھی ہندوستان کی آزادی کے لئے اسی طرح مصروف جہد و عمل ہیں۔ جس طرح ترک گذشتہ دنوں آزادی کے لئے قربانیاں کر رہے تھے۔ اس کے بعد آزاد مسلم کانفرنس کی طرف سے ان کے اعزاز میں ایک دعوت چائے دی گئی۔ جس میں سینکڑوں ہندو مسلمان، سکھ موجود تھے۔ خالدہ ادیب خانم نے تقریر کرتے ہوئے آزاد مسلم کانفرنس اور ہندوستانیوں کے حسن سلوک کا شکریہ ادا کیا۔ کہ انہوں نے ان کا نہایت گرمجوشی اور خلوص سے خیر مقدم کیا۔ پھر اپنے ہندوستان

آنے کا مقصد بیان کیا۔ اور کہا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندوؤں سے مل کر اپنے وطن کو آزاد کرانا چاہئے۔ آپ نے یونیورسٹی ہال میں بھی تقریر کی۔ اور اس کے بعد پشاور اور کلکتہ وغیرہ ہوتی ہوئی دوبارہ دہلی پہنچیں۔ جامعہ ملیہ کی جدید عمارت کا سنگِ بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا۔ اور جامعہ ملیہ میں ایک ہزار کی رقم بخشش کی۔

مراجعت وطن:۔ اسی اثنا میں مصطفےٰ کمال نے تمام جلاوطنوں کو وطن واپس آنے کی دعوت دی۔ خالدہ کی قربانیاں، خلوص اور جذبۂ خدمتِ وطن بھی رنگ لایا۔ اور آپ دوبارہ ترکی تشریف لے گئیں۔ مصطفےٰ کمال نے ان کی شایان شان قدر کی۔ اور وزارتِ معارف کا عہدہ پیش کیا۔

فرانس میں:۔ لیکن آپ زیادہ دن وہاں نہیں ٹھہریں۔ اور استعفےٰ دے کر پیرس تشریف لے گئیں۔ یہیں اپنے شوہر کے ہمراہ قیام پذیر اور اپنے قدیم شغل تصنیف و تالیف میں مشغول ہیں۔

فاطمہ علیا خانم

ابتدائی حالات:۔ فاطمہ علیا خانم ترکی کے مشہور قوم پرست احمد جودت پاشا کی صاحبزادی ہیں۔ آپ کے والد ایک فاضل مورخ اور زبردست ادیب تھے۔ ابتدا میں وہ عدالت عالیہ میں نظارت کے فرائض انجام دیتے تھے۔

آپ کی ولادت کا فخر فخرالبلاد قسطنطنیہ کو حاصل ہے۔ اکتوبر ۱۸۶۲ء میں پیدا ہوئیں اور وہیں پروان چڑھیں۔ ابھی دو تین برس کی عمر تھی۔ کہ ان کے باپ ولایت حلب کے حاکم مقرر ہوئے۔ احمد جودت جو ہونہار بیٹی کی ذہانت پر پہلے ہی شاداں تھے۔ اس ترقی کو بھی سعادت مند بیٹی کی خوش قسمتی کی طرف منسوب کرنے لگے۔

حلب کی طرف روانگی:۔ فاطمہ علیا خانم کسی طرح بھی شفیق والد کی جدائی گوارا

نہ کرتی تھیں۔ اور نہ جودت پاشا اپنی پیاری بیٹی کو قسطنطنیہ چھوڑ کر خود تنہا حلب جانا چاہتے تھے۔ باپ کی محبت بیٹی کی جدائی پر غالب آئی۔ فاطمہ علیا خانم باپ کے ہمراہ حلب روانہ ہو گئیں۔

تعلیم و تربیت:۔ حلب میں اگرچہ قسطنطنیہ کی طرح تعلیم نسواں کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ لیکن آپ کے والد فاطمہ کی تعلیم و تربیت کی طرف برابر توجہ دیتے رہے سوا دو برس کے بعد پھر قسطنطنیہ تبدیلی ہوئی۔ یہاں آتے ہی ایک قابل استانی کو فاطمہ کی تعلیم کے لئے مقرر کر دیا۔ آپ نے اس چھوٹی سی عمر میں قرأت کے اصول و قواعد خاص محنت اور کوشش کے ساتھ سیکھے۔ ترکی تو اس کی مادری زبان ہی تھی مگر فارسی و عربی میں بھی کافی استعداد حاصل کی۔ ایک فرانسیسی معلمہ سے فرانسیسی اور جرمن زبان میں بھی کمال حاصل کیا۔ پھر علم ادب کی دیگر اصناف بدیع، بیان، عروض۔ صرف و نحو کی طرف توجہ کی۔ اور اس میں بھی بڑا نام پایا۔

۱۸۶۶ء میں احمد جودت کو ولایت یانیہ کی حکومت تفویض کی گئی۔ مگر یہاں کچھ زیادہ مدت نہ رہنے پائے تھے۔ کہ باب عالی سے انہیں سوریہ جانے کا حکم ہوا۔ پھر دمشق اور شام وغیرہ کے علاقوں میں بھیج دیئے گئے۔ آخر کار بیروت میں مستقل طور پر دو سال تک قیام پذیر رہے۔ اسی طرح اچانک اور متواتر سفر کرنے سے فاطمہ کی جو اپنے باپ کے ساتھ شریک سفر تھیں تعلیم کا سلسلہ قائم نہ رہا۔ مگر پھر بھی آپ کا تعلیمی شوق آپ کو خاموش نہ رکھ سکا اور اس اثناء میں علوم عقلیہ، منطق، فلسفہ، ریاضی، ہندسہ وغیرہ کا اپنے والد سے مطالعہ کرتی رہیں۔ قیام بیروت میں یہاں کے عظیم الشان کالج سے بھی فائدہ اٹھایا۔ اور بڑے بڑے ماہرین فن ترک، عرب۔ فرانسیسی اور ایرانیوں سے بھی مختلف علوم و فنون میں دسترس حاصل کی۔ فن موسیقی اور علم تاریخ سے تو گویا خاص دلچسپی تھی۔ اور اس میں وہ کمال دکھلائے۔ کہ دنیا بھر میں آپ کا سکہ جم گیا۔

اس قدر مختصر مدت میں علم و ادب میں حیرت انگیز ترقی حاصل کرنا گو بعض حلقوں میں زیادہ تعجب خیز نہ سمجھا جائے۔ مگر صنفِ نازک کے لئے ان کمالات پر حاوی ہونا واقعی بڑا

مشکل ہے۔ پھر جو لوگ ترکی کے اس تاریک زمانے سے واقف ہوں۔ جبکہ مردوں کی تعلیم کی طرف سے حکومت اور عوام یکساں غافل تھے۔ تو وہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ فاطمہ علیا کو کس قدر محنت اور کتنی جد و جہد کی ضرورت پڑی ہوگی۔

عادات و خصائل:۔ فاطمہ علیا خانم علم و فضل کے ساتھ امور خانہ داری میں بھی ترکی کی دنیائے نسواں کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ ہیں۔ وہ ان صفات سے بہرہ ور ہیں جو طبع نسوانی کی زینت اور شریف خواتین کی متاع عزیز خیال کی جاتی ہیں۔ وہ سلیقہ مند باحیا، نیک سیرت اور اولوالعزم خاتون ہیں۔

درس حریت:۔ فاطمہ انشاء پردازی اور علم الکلام میں اپنی مسلمہ قابلیت کی بدولت ایک خاص طریقہ کی موجد سمجھی جاتی ہیں۔ انہوں نے علم الاولین کے بعض فرسودہ اصول کی تجدید کی۔ اور کلام کے فن کو کمال تک پہنچانے میں سعی و جہد سے کام لیا۔ ان کی ابتدائی زندگی بعض ایسے حالات میں بسر ہوئی۔ کہ انہیں تصنیف و تالیف کی طرف توجہ دینے کا موقع نہ ملا۔ یہاں تک کہ نوجوان ترکوں کی سرگرم کوششوں سے ترکی میں ایک ایسا دور شروع ہوا۔ جو ملک میں علوم و فنون کی اشاعت و تبلیغ کے لئے بڑا مبارک زمانہ خیال کیا جاتا ہے۔ یہی وہ وقت تھا۔ جب کہ حریت و آزادی کی لہریں بعض پرجوش خواتین پر اپنا اثر کر گئیں۔ اور وہ رواجی پردے کی سخت قیود سے آزاد ہو کر شرعی لباس میں مردوں کے دوش بدوش میدان عمل میں سرگرم کار نظر آنے لگیں۔

فاطمہ جو پہلو میں دردمند دل اور دل میں پرجوش جذبۂ عمل رکھتی تھیں۔ ملک کے اس امید افزا دور کو بڑی مسرت کے ساتھ دیکھتی تھیں۔ قومی خدمت کا خیال آتا تھا تو وہ تصنیف و تالیف کے قدیمی شغل میں مصروف ہو جاتی تھیں۔ اور اس طرح ملک و قوم کی خدمت کر کے انور، طلعت جیسے بزرگان قوم سے خراج تحسین حاصل کرتی تھیں۔

ان پرجوش اور ولولہ انگیز مضامین کے متعلق صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ کہ وہ فاطمہ علیا خانم جیسی شہرہ آفاق ادیبہ کے قلم سے نکلے تھے۔ ان مضامین نے اس انقلاب کے

زمانہ میں ترکوں کی رہنمائی کی۔ اور طبقہ نسواں کو حقوق طلبی کے لئے ایک سلسلہ میں منسلک کر دیا۔

ادبی خدمات :۔ اسی زمانہ میں آپ نے فرانس کے ایک مشہور ادیب اور فاضل مصنف "جارج اونا" کی ایک فرانسی تالیف کا ترکی ترجمہ کیا۔ جو "مرام" کے نام سے شائع ہوا۔ یہ ترجمہ اس خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا گیا۔ کہ ترجمے میں اصل کتاب کا طرز تحریر سیاق عبارت و لطف مضمون بدستور قائم رہا۔ یہ تالیف آپ کی ترجمہ نگاری کا پہلا نمونہ ہے۔ اہل ملک نے اسے قدر کی نگاہوں سے دیکھا۔ "ترجمان حقیقت" میں اس کے مضامین باقساط شائع ہوتے رہے۔ مگر مضمون نگار نے اپنا نام ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ علامہ مدحت آفندی اور ملک کے دیگر اہل علم بزرگوں نے صاحب مضمون کا نام دریافت کرنے میں بڑی بڑی کوششیں کیں۔ آخر بڑی مشکل کے بعد یہ راز کھلا۔ کہ "جارج اونا" کی فرانسی تالیف کا ترجمہ کرنے والا کوئی مرد نہیں۔ بلکہ ایک خاتون جودت پاشا کی بیٹی "فاطمہ علیا خانم" ہیں۔

اس عقدہ کا حل ہونا تھا۔ کہ ادبی حلقوں میں فاطمہ کی اعلیٰ قابلیت کے چرچے ہونے لگے۔ اور ان کی علمی فضیلت کا غلغلہ مچ گیا۔ اس کے بعد فاطمہ نے زبردست مقالے لکھے جو ملک کے مشہور اخبارات کی زینت ہوئے۔ مشاہیر سے علمی و ادبی مناظرے کئے۔ اور اپنی عدیم النظیر قابلیت کے جوہر دکھائے۔

فاطمہ علیا خانم اور پیرس کی ایک فاضلہ سیاح خواتین میں چند عظیم الشان مباحثے ہوئے۔ جو اس قدر مقبول ہوئے۔ کہ انہیں "نساء الاسلام" کے نام سے شائع کر دیا گیا قسطنطنیہ کے مشہور اخبار "ترجمان حقیقت" نے بھی ان مباحث کو اپنے اخبار میں شائع کیا۔ پھر بیروت کے اخبار "ثمرات الفنون" نے ترکی سے عربی میں ترجمہ کر کے چھاپا۔ بعد ازاں اردو، فارسی اور فرانسی زبان میں بھی اس کے ترجمے شائع ہوئے۔

ان کی تیسری تصنیف "محاضرات" میں شمالی ترکی اقوام کے دلچسپ حالات درج ہیں۔ اور یہ فن تاریخ میں اپنی قسم کی زبردست تصنیف خیال کی جاتی ہے۔

ان کے مضامین میں مشرقی اسلوب کے ساتھ مغربی ادب کی جھلک کچھ عجیب دلفریب معلوم ہوتی ہے۔ ان کے معنی خیز مضامین ان کی وسیع معلومات کے زندہ ثبوت ہیں۔ اور ان کے قوم پرستانہ خیالات۔ ان کے دردمند دل کی کافی شہادت ہیں۔ اس لئے ان کے وجود کو مسلمانوں کے لئے باعث برکت اور خواتین اسلام کے لئے مایۂ ناز کہا جائے تو بالکل مناسب ہے ع

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

فاطمہ یوسف خانم

ولادت:- آپ ۱۸۷۰ء میں اناطولیہ کے مشہور شہر اطنہ میں پیدا ہوئیں آپ کے والد یوسف پاشا ایک مشہور بہادر اور نامور جرنیل تھے۔ وہ ترکی لڑائیوں میں کئی دفعہ اپنی تیغ کے جوہر دکھا چکے ہیں۔

شوق ہنگامہ آرائی:- فاطمہ کی ابتدائی زندگی تعلیم و تربیت اور خانہ داری کی دیگر مصروفیتوں میں بسر ہوئی۔ فاطمہ کو بچپن ہی سے ہنگامہ آرائی کا خاص ذوق تھا۔ ان کے والد یوسف پاشا جب کبھی میدان جنگ میں جانے کا قصد کرتے۔ تو فاطمہ ہمراہ رہنے پر اصرار کرتیں۔ باپ کو بالآخر ان کے شوق کے سامنے خاموش ہونا پڑتا۔ وہ میدان جنگ میں سپاہیوں کی شجاعت و شہامت اور ان کے شوق شہادت کو دیکھتیں اور ننھی سی زبان سے بے اختیار تحسین و آفرین کے کلمات نکل جاتے۔ جو بعض اوقات فوج کو جوش دلانے کے لئے موثر ثابت ہوتے۔

جوش خدمت:- اٹھارہ سال کی عمر کے بعد آپ نے ملکی حالات کا مطالعہ شروع کیا۔ اور اسے ایک محب وطن کی نظر سے دیکھا۔ دل پر چوٹ لگی۔ اور قوم پرستی کا جذبہ جوش مارنے لگا۔ آپ نے ملکی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔

ازدواجی زندگی:- ۱۸۹۶ء میں اورنہ کے ایک شریف نوجوان درویش بے کے ساتھ آپ کی شادی ہو گئی۔ شادی کے بعد سب سے پہلے نقل مقام عمل میں آیا اور فاطمہ اطنہ کو چھوڑ کر اورنہ آگئیں۔ یہاں بھی ملک و قوم کی لگن آپ کو برابر تڑپاتی رہی۔ مگر ان جذبات کے اظہار کا عملی طور پر کوئی موقع نہ مل سکا

شوہر کی وفات:- حیات ازدواجی کا مسرت اندوز زمانہ ان کے شوہر درویش بے کے انتقال کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔ فاطمہ کے لئے یہ جانکاہ صدمہ کچھ کم مصیبت نہ تھا۔ کیوں کہ ان کی شادی کو ابھی پورے تین سال بھی نہ گذرنے پائے تھے۔ کہ قسمت نے برا دن دکھایا۔ شوہر کی مفارقت سے اس حوصلہ مند خاتون کے ارادوں پر کوئی اثر نہ پڑا۔ اور وہ برابر قومی خدمات کے لئے وقت اور موقع کی منتظر رہیں۔

میدان کارزار:- شوہر کی وفات کے بعد فاطمہ پھر اطنہ واپس آگئیں جہاں آپ نے تھوڑی مدت کے بعد مردانہ فوجی لباس زیب تن کیا۔ اور اسلحہ جنگ سے آراستہ ہو کر مردانہ وار اس خونچکاں میدان میں پہنچیں۔ جس کی تمنا برسوں سے دل میں اضطراب پیدا کر رہی تھی۔

جنگی خدمات:- دستوری حکومت کے قیام و قوام میں ان کی کوششیں بھی دخل رکھتی ہیں۔ جنگ طرابلس کے زمانہ میں مجاہدین طرابلس کی اعانت کے لئے انجمن ہلالِ احمر قائم ہوئی۔ تو آپ نے اس میں بڑی جانفشانی کے ساتھ حصہ لیا۔ ہزاروں روئی کے مرہم پٹی کے لئے طرابلس ارسال کئے۔ پھر جنگ بلقان رونما ہوئی۔ تو آپ نے جنگی جوش و خروش کا اظہار کیا۔ اور خود بہ نفس نفیس میدان جنگ میں پہنچ کر مجاہدین اسلام کی مرہم پٹی کا مقدس فرض انجام دینے لگیں۔ آپ کے اس ایثار نے ترکی کی دیگر خواتین پر بھی بڑا اثر کیا۔ اور وہ بھی گھر کی چار دیواری سے نکل کر خدمت قوم میں مصروف ہونے لگیں۔

ان ہی جاں فروشیوں کی وجہ سے آپ کے چہرے پر بڑھاپے کی علامات نہیں پائی جاتیں بلکہ نسلی شجاعت و بہادری اور جوانی و شباب کی جھلک ٹپکتی ہے۔ اس بہادر خاتون نے اپنے شجاعانہ کارناموں کے باعث میدان اسمد میں وہ نام پیدا کیا۔ جو برسوں اور

صدیوں تک یاد رہے گا۔

جنگ یورپ:- عالمگیر جنگ میں بھی ملک آپ کی خدمات سے محروم نہیں رہا۔ آپ میدان کارزار میں سرگرم جدال و قتال رہیں۔ احرار کی فوج میں آپ کیپٹن کے عہدہ پر فائز تھیں۔

۲۹ اگست ۱۹۲۱ء کو اینیرسنق کے مقام پر آپ اس لئے متعین کی گئیں۔ کہ دشمن کی فوج کو آگے بڑھنے سے روکا جائے۔ چنانچہ آپ نے جس جانبازی اور دلیری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے۔ وہ قابل داد ہیں۔ پھر ستمبر میں انہیں مجاہدین کے ساتھ شریک جنگ ہونا پڑا۔ اور اینیرسنق کے زبردست مورچہ پر دشمن کے حملوں کا جواب دے رہی تھی۔ اس معرکۂ کارزار میں اس جانباز خاتون کے سینے کے بائیں جانب گولی لگی۔ مگر شجاع فاطمہ نے اس زخم کی کچھ پروا نہ کی۔ اس کا سینہ خون آلود تھا۔ اور اسلحہ جنگ سے سجا ہوا۔ لیکن وہ بدستور مقابلہ کرتی رہیں۔ پہلے معرکوں میں بھی یہ کئی دفعہ زخمی ہوئی ہیں۔ حُبِ وطن میں کبھی نہ مٹنے والے یہ نشان ان کے جسم پر موجود ہیں۔

فوج کی قیادت:- یہ خاتون جس نے مدافعتِ وطن میں جانبازی و جاں ستانی سے ملک کی خدمت کی۔ اور جو جنگ کے خوفناک میدانوں میں مردوں کے دوش بدوش دشمن کے مقابلہ میں صف آرا ہی اپنی خدمات جلیلہ کے صلہ میں اس ترکی فوج کی قائدِ اعظم ہوئی۔ جو "عہد" میں حکومت انگورہ کی طرف سے متعین تھی۔

آپ کی علمی قابلیت:- واقعات حاضرہ کے متعلق مسلم سٹینڈرڈ لندن میں آپ کے خطوط شائع ہوتے رہے ہیں۔ جن میں آپ نے عہد حاضر کے تمام پیچیدہ مسائل پر جس قابلیت اور جوش کے ساتھ خامہ فرسائی کی ہے۔ اس سے آپ کے تبحر علمی اور وسعت معلومات کا پتہ چلتا ہے۔

میدان جنگ کی شرکت فاطمہ کے لئے کچھ کم باعث شہرت نہ تھی۔ کہ ان کے عالمانہ

مضامین نے دنیا کے علمی حلقہ میں دھوم مچادی۔ ان کی خدمات جنگی کے ساتھ ساتھ اب ان کے علمی کمالات کا چرچا بھی ہونے لگا۔

ہندوستانی مسلمانوں کے متعلق اسی اخبار میں آپ تحریر فرماتی ہیں کہ:-

مجھے تعجب ہے۔ کہ کیوں ہندوستانی مسلمان حکومت برطانیہ کے پاس وفد[1] بھیجتے ہیں۔ اور کیوں انصاف، انسانیت اور سچائی کے نام پر ان سے اپیل کرتے ہیں۔ کیا انہوں نے اس وقت تک موجودہ تہذیب کی بنیاد کو نہیں سمجھا ہے؟

اسی مضمون میں یورپ اور ایشیا کے تمدن کے متعلق لکھتی ہیں:

"میری تمنا ہے۔ کہ میں کل اسلامی ممالک کو آزاد و خوشحال دیکھوں۔ ان پاک سرزمینوں پر خود ان ہی کی تہذیب و تمدن کا دور دورہ ہو۔ اور میں کسی حالت میں بھی یہ دیکھنا نہیں چاہتی۔ کہ مقلدین یورپ کا بیہودہ تمدن، تہذیب اور معاشرت وہاں سایہ افگن ہو۔ اکثر یورپین خود بھی ایک نئی تہذیب اور ایک نئے تمدن کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان کی آنکھیں مشرق اور ان میں سے بھی اکثر کی نگاہیں ہندوستان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔"

جماعت ایک طاقت ہے۔ اس کے متعلق فرماتی ہیں:-

"یورپ اسقدر مضبوط اور اتنا طاقتور کیوں ہو گیا ہے۔ محض نظام ترکیبی اور متحدہ طاقت کی بدولت دنیا کی کسی قوم کے پاس مسلمانوں سے زیادہ حصول طاقت اور حصول نظام کے ذرائع موجود نہیں ہیں۔ اور فی الحقیقت نظام کے بغیر اسلام کا وجود قائم نہیں رہ سکتا۔ مذہب اسلام یہ حکم دیتا ہے۔ کہ اگر تم تین ہو۔ تو ایک اپنا رہبر منتخب کر لو۔ خدا تعالےٰ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے۔ وہ شخص جو جماعت سے

---

[1] ہندوستان کی جانب سے مولانا محمد علی مرحوم کی قیادت میں جو وفد لندن بھیجا گیا تھا۔ اور جس نے برطانیہ سے ترکی کے متعلق منصفانہ صلح کی استدعا کی تھی۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔

علیحدہ ہو جاتا ہے۔ آگ کی طرف جاتا ہے۔ مسلمانوں کی جماعت کوئی ایسی بات نہیں کر سکتی جو گمراہ کن ہو۔ ایک کے مقابلہ میں دو اچھے ہیں۔ اور دو کے مقابلہ میں تین اچھے ہیں۔ اور تین کے مقابلہ میں چار اچھے ہیں۔ اس لئے جماعت ایک فرض ہے جو تم پر عائد کیا گیا ہے۔ ایک دوسرے سے مشورہ کرکے اپنا کام کرو۔ وہ شخص جو جماعت سے علیحدگی کی حالت میں مرا وہ جہالت کی موت مرا۔ اگر مسلمان واقعی بیدار ہو گئے ہیں۔ تو انہیں نیچے سے اوپر تک ایک نظام میں منسلک ہونا چاہئے اگر وہ اس کے پابند ہو گئے۔ تو کوئی طاقت یا طاقتوں کا مجموعہ ان کی راہ میں رکاوٹ عائد نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں کا نظام حقیقتاً ایک تعمیر کن نوعیت کا ہو گا۔"

اخبار "العدل" اور آپ کی خدمات کا اعتراف :- قسطنطنیہ کے

اخبار "العدل" نے اپنے مقالہ افتتاحیہ میں فاطمہ خانم کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا۔

"محترمہ فاطمہ یوسف خانم کی خدمات قابل ستائش ہیں۔ اس معزز خاتون نے اناطولیہ کے طبقہ نسواں میں زندگی کی نئی روح پھونک دی ہے۔ اور اکثر خواتین کو میدانِ جنگ میں خدمات بجا لانے پر آمادہ کر دیا ہے۔ ترکی حکومت نے ان خواتین کو حسنِ خدمات کے صلہ میں انعام و اکرام دینے چاہے۔ لیکن ان غیور و باحمیت خواتین نے کسی قسم کا معاوضہ لینے سے انکار کر دیا۔"

جس قوم کی مائیں ایسی بیٹیاں رکھتی ہوں۔ اور جو مادرِ وطن ایسی خواتین کو اپنی گود میں پالے اسے کبھی نہ سمجھو کہ وہ فنا ہو جائے گی۔ ان کی سرفروشیاں ان کی حیاتِ جاوید کی ضامن ہیں۔

دیگر ترکی اکابر کے حالات تذکارِ احرار جلد دوئم میں ملاحظہ فرمائیں!

ترکان احرار ارباب ذوق کی نظر میں

ذیل میں بعض مشاہیر قوم اور اکابر ملت کی آرا کا اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

ترکان احرار نہ صرف ترکوں کی داستان حریت ہے۔ بلکہ اس میں جرأت، ایثار، صداقت، عزم بلند، ایثار، حب وطن کے غیر فانی واقعات کا سبق آموز ذخیرہ پیش کیا گیا ہے یہ مسلمانان ہند کے لئے بیشمار عبرتوں اور بصیرتوں کا مرقع ہے۔ (امام الہند حضرت مولانا **ابو الکلام** آزاد۔ اخبار پیغام دہلی):

ترکان احرار ترکوں کے سرفروشانہ کارناموں کی آئینہ دار ہے اس کا مطالعہ ہر ملت پسند کے لئے ضروری ہے (مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خاں۔ دہلی):

ترکان احرار اپنے مقصد میں کامیاب کتاب ہے اس نے ہندوستانی مسلمانوں میں ترکوں کے لئے ایک خاص عقیدت پیدا کر دی ہے: (رئیس الاحرار مولانا **محمد علی** بی۔ اے آکسن دہلی)

ترکان احرار کی ضرورت تھی کہ ہندوستان میں اور ہندوستان کی اسلامی قومیت کی فضا میں ترکوں سے محبت رسم کی محض خیالی اور غیر معلوم الاسباب محبت کی بجائے اصلی و واقعی محبت و انس کے اسباب پیدا ہو سکتے جائیں میرا خیال ہے کہ یہ کتاب ایک نہایت عجیب درس اور غریب اسلوب کے ساتھ اس اہم مقصد کے لئے بڑی مفید اور سبق آموز ثابت ہوگی۔ اس میں ترکوں کی ان جانبازانہ خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو انہوں نے تاریخ اسلام کے لئے انجام دیں: (مولانا سید **انور شاہ صاحب** محدث ڈابھیل (کاٹھیاواڑ)

ترکان احرار میں سیاسی نزاکت اور تاریخی فلسفہ کو ہماری قومی ضرورت کے لحاظ سے مربوط و منظم کر کے موثر پیرایہ میں رود بدل کیا گیا ہے مولانا عبدالمجید عتیقی سلمہ کی یہ عظیم المنزلت خدمت تاریخی علمی اور ادبی دنیا میں یقیناً ایک یادگار رہنے کی ہیں اس کتاب کو ہندوستانیوں کے لیے بے حد مفید اور رعایت درجہ سبق آموز یقین کرتا ہوں (مولانا **عبد الماجد القادری** بدایونی۔ اکبرآباد)

ترکان احرار اپنے مخصوص انداز بیان اور دلآویز طرز تحریر کی بنا پر اس قدر دلچسپ اور جاذب نظر ہے کہ پڑھنے والے پر ایک حیرت و استعجاب کا عالم طاری ہو جاتا ہے تاریخی اور ادبی پہلو سے بھی اردو لٹریچر میں ایک مفید اضافہ ہے: (مولانا **عبد الباری فرنگی محل۔ لکھنؤ**

ترکان احرار دور حاضر کے متعدد جلیل القدر ترکوں کے سوانح حیات پر مشتمل ہے جن کے پڑھنے سے حب وطنی، ایثار اور جرأت کے صحیح جذبات پیدا ہوتے ہیں عکسی تصاویر نے کتاب کی دلچسپیوں میں اضافہ کر دیا ہے (ظفر الملت مولانا **ظفر علیخاں** بی۔ اے لاہور)

ترکان احرار کی اشاعت ہندوستانی مسلمانوں کو ترکوں سے زیادہ قریب کر دیگی۔ مولف نے ملت اسلامیہ کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے (لسان العصر خان بہادر **سید اکبر حسین اکبر** سشن جج الہ آباد۔

ترکان احرار میں تمام محب وطن ترکوں کے حالات لکھ کر عتیقی صاحب نے مسلم قومیت اور اردو زبان پر بڑا احسان کیا ہے توقع ہے کہ مسلمان اس مجموعہ کی قدر کریں گے: (مصور فطرت **خواجہ حسن نظامی** دہلی

ترکان احرار تاریخی بصائر کا ایک عبرت خیز مجموعہ ہے مولف نے اس کتاب کو شائع کر کے اردو لٹریچر کی گراں قدر خدمت کی ہے۔ (حضرت **شاہ دلگیر** آنریری مجسٹریٹ و رئیس آگرہ۔

ترکانِ احرار اردو لٹریچر کی زینت ہے۔ اس میں ترکوں کے بڑے بڑے جرنیلوں اور سیاسی رہنماؤں کے اولوالعزمانہ کارناموں کی چلتی پھرتی تصویریں پیش کی گئی ہیں۔ (رمضان صاحب، مولوی انشاء اللہ آنریری مجسٹریٹ۔ اخبار وطن۔ لاہور)

ترکانِ احرار کی اشاعت کو میں ہر پہلو سے مفید خیال کرتا ہوں۔ (ڈاکٹر سید محمود ایم اے پی ایچ ڈی وزیر تعلیم صوبہ بہار۔ پٹنہ)

ترکانِ احرار تمام کارکنان خلافت کے لئے ایک درسِ عمل ہے۔ میں اس کتاب کے مطالعہ کی ہر مسلمان سے سفارش کرتا ہوں۔ پانسو جلدیں میرے نام وی پی بھجوا دیں۔ (مولانا شوکت علی خادم کعبہ پریذیڈنٹ خلافت کمیٹی بمبئی۔)

ترکانِ احرار میں ترکی جرنیلوں اور سرداروں کے علیحدہ علیحدہ تذکرے سلیس اردو زبان میں لکھے گئے ہیں۔ (شیر پنجاب لالہ لاجپت رائے "بندے ماترم" لاہور)

ترکانِ احرار ہر اعتبار سے قابل قدر کتاب ہے ترکوں سے دلچسپی اور تاریخ اسلام سے ذوق رکھنے والے حضرات اس کتاب کو ضرور پڑھیں۔ (مولانا سید احمد۔ دیوان ریاست علی راج پور)

ترکانِ احرار ایسے واقعات سے لبریز ہے جن کا مطالعہ مادہ پرستی کے اس دور میں ہر مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے۔ (مولانا سید عبد الرزاق ملیح آبادی۔ ایڈیٹر ہند جدید کلکتہ۔)

ترکانِ احرار کے موضوع پر متعدد کتابیں لکھی گئیں لیکن مولانا عبد المجید عتیقی نے جس تفصیل اور بسط کے ساتھ ترکوں کی جان فشانیوں اور جان بازیوں کی تاریخ مرتب کی ہے میں اپنی ذاتی واقفیت اور مشاہدے کی بنا پر ان کی تصدیق کرتا ہوں میں ہندوستان کے مسلمانوں کو اس کتاب کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہوں۔ (ملک عبد القیوم بی۔ اے بیرسٹر ایٹ لا ایڈیٹر مسلم سٹینڈرڈ لندن سیاح ممالک اسلامیہ)

ترکانِ احرار کی نسبت ہمیں مسرت کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس میں وہ تمام واقعات اور حقائق پیش کئے گئے ہیں۔ جو دلوں کی بجھی ہوئی شمع کو برقی لیمپ کی طرح پھر روشن کر سکتے ہیں۔ اس میں جوش حریت، سودائے عزم، بے خوف جرأت کی تعلیم دی گئی ہے ہر مسلمان کو تاریخ اسلام کے اس روشن باب سے واقف ہونے کیلئے اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ (مولانا داؤد الحسن نو مسلم ایڈیٹر ہندوستان ٹائمز دہلی۔)

ترکانِ احرار مسلمانانِ ہند کے لئے نہ صرف سبق آموز ہے بلکہ موجودہ سیاسیات سے واقف ہونے کیلئے ناگزیر ہے کتاب کو دلچسپ اور مفید بنانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا گیا۔ (مولانا محمد اسلم جیراجپوری پروفیسر تاریخ۔ جامعہ ملیہ دہلی۔)

ترکانِ احرار کے مطالعہ سے مسلمانوں میں افسردگی اور یاس کی بجائے جوش اور امنگ پیدا ہوگی اور ایسا جوش اور ایسی امنگ جس کا سیلاب مصائب اور مشکلات کے مہیب بند توڑنے کی طرح بہا دے۔ امید ہے کہ مسلمان اس کتاب کو عمیق نظروں سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ (چودھری غلام حیدر خاں بی اے ایڈیٹر صداقت کلکتہ)

ترکانِ احرار ترکی حقائق و معارف کی آئینہ دار ہے۔ اس میں سلیقہ شعار مؤلف نے ایسے واقعات بہم پہنچائے ہیں جسے ہندوستان کی اسلامی سیاست کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ (سید جالب دہلوی ایڈیٹر روزنامہ ہمدم لکھنؤ)

ترکانِ احرار کے مطالعہ سے ہندوستانی مسلمانوں کے قلوب میں حریت و شجاعت کے جذبات موجزن ہو سکتے ہیں۔ مولانا عبد المجید عتیقی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے بہت سے مشاہیر ترک کے مختصر مگر جامع حالات